مقام ولایت و نبوت
تحریر
علامہ غلام رسول سعیدی
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

اور آپ کو سکھایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے

(سُورۃُ النِّسَآء ۴ : ۱۱۳)

مقامِ ولایت و نبوّت

نبی اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علوم غیبیہ
اور وسیع اختیارات کا ایمان افروز، مدلّل اور عالمانہ بیان

تحریر

علامہ غلام رسول سعیدی

صاحب تفسیر "تبیان القرآن" و شارح "مسلم شریف"
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

ISBN 969-563-009-10

تصحیح : شاہد محمود
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : ذوالحج 1426ھ / جنوری 2006ء
قیمت : روپے

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۷۱۲۳۴۳۵، ۷۳۱۲۱۷۳۔۹۲۔۴۲۔۰
فیکس نمبر ۷۲۲۴۸۹۹۔۹۲۔۴۲۔۰
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

فہرس

مقامِ ولایت ونبوت

الاھداء

میں اپنی اس تالیف کو اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالمجید صاحب اویسی کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو میرے سب سے پہلے استاذ ہیں جن کی بے پناہ شفقتوں سے میں علم دین کو کما حقہ حاصل کرنے کے قابل ہوا آج بھی جب ان کا بے انداز لطف وکرم یاد آتا ہے تو آنکھیں پر نم ہو جاتی ہیں۔

غلام رسول سعیدی

تقدیم

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے مقامات میں بہت سی چیزیں آتی ہیں۔ لیکن تمام مقامات اور کمالات صرف دو چیزوں کے گرد گھومتے ہیں اور وہ ہیں علم اور قدرت۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زبان سے ذاتی علم کی نفی کرائی ہے اور فرمایا:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ. (الانعام: ۵۰)

آپ کہیے کہ نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں۔

اسی طرح ذاتی قدرت کی بھی آپ سے نفی کرائی اور فرمایا:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا. (الاعراف: ۱۸۸)

آپ فرما دیجئے میں (ذاتی طور پر) اپنے لیے نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

مخالفین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ہر وصف عطائی تھا آپ کی ذات اور آپ کا وجود بھی عطائی تھا۔ پھر بالخصوص علم اور قدرت کی بطور ذاتی نفی کرنے اور بلحاظ عطائی ثابت کرنے میں کیا خصوصیت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے جیسا امام رازی، علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ الوہیت کا مدار دو صفتوں پر ہے علم اور قدرت۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لئے علم ثابت نہ ہو تو وہ کچھ نہیں جان سکتا کہ اس کی مخلوق کیا کر رہی ہے اس کے احکام کی تعمیل میں مصروف ہے یا نافرمانی میں اور اگر علم ہو اور قدرت نہ ہو تو وہ نیکو کاروں کے ثواب اور بدکاروں کی گرفت پر قادر ہوگا اور نہ ہی مخلوق سے اپنی اطاعت کرا سکے گا اور اس طرح نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے ان میں کمال علمی دیکھا کہ وہ بتا دیتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا گھر رکھ کر آئے ہو اور قدرت کا کمال دیکھا کہ انہوں نے

مادرزاد اندھوں کو بینا کردیا، کوڑھیوں کو شفا دے دی، مردے زندہ کردیئے۔تو ان میں علم اور قدرت کا یہ کمال دیکھ کر ان کی امت نے انہیں اللہ یا اللہ کا بیٹا کہنا شروع کردیا۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ علم دیا اور فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۝ (النساء:۱۱۳)

آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ ہم نے آپ کو بتلایا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

نیز فرمایا:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. (طٰہٰ:۱۱۴)

(آپ دعا کیجئے کہ) اے رب! میرے علم میں زیادتی فرما۔

اس کے باوجود آپ سے خصوصاً علم کی نفی کرائی کیونکہ یہی وہ صفت ہے جس سے الوہیت کا اشتباہ ہوتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو صرف ''کیا کھا کر اور کیا رکھ کر آئے ہو'' یہ بتلایا تھا۔آپ نے تو ''ماکان ومایکون'' کی خبریں دی ہیں' تمام اولین و آخرین کے واقعات بتلائے ہیں' قیامت تک کی پیش گوئیاں کی ہیں' ماں کے رحم سے لے کر باپ کی صلب تک ہر چیز کی خبر دی ہے' جنت اور دوزخ کے حالات بتلائے ہیں۔علم کے اس وافر ذخیرہ کی بنا پر عین ممکن تھا کہ کوئی آپ کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیتا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے کہلوا دیا ''لا اعلم الغیب'' میں ازخود کچھ نہیں جانتا تم مجھ میں یہ جس قدر علمی کمالات دیکھتے ہو' یہ سب خدا کے عطا کردہ ہیں' ان میں سے کوئی علم بھی ذاتی نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ قوت اور قدرت عطا فرمائی۔

ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۝ (الکوثر:۱)

ہم نے آپ کو ہر قسم کی خیر کثیر عطا فرمائی۔

نیز فرمایا:

مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ. (التوبہ:۷۰)

ان منافقین کو نہ برا لگا مگر یہ کہ مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کردیا۔

نیز فرمایا:

أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (حضرت زید پر) اللہ نے انعام کیا (الاحزاب:۳۷) اور آپ نے اس پر انعام کیا۔

اور فرمایا:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ بلاشبہ آپ صراطِ مستقیم کی ہدایت (الشوریٰ:۵۲) دیتے ہیں۔

اس کے باوجود آپ سے کہلوایا ''لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا'' کیونکہ قدرت کے چند مظاہر دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے انہیں خدامان لیا تو آپ ﷺ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بیش از بیش قدرت کے مظاہر دکھلائے تھے۔ آپ کے اشارے سے درخت جڑوں سمیت چلے آتے تھے، آپ کی توجہ سے جانور کلمہ پڑھ لیتے، آپ کا ہم زاد مسلمان ہوا مردہ گوشت کے پارچہ میں زندگی آئی اور اس نے آپ کے دہن اقدس میں کہا: ''انی مسموم'' (مجھ میں زہر ملا ہوا ہے) جس پہاڑ پر آپ چڑھتے وہ فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتا' آپ نے اپنے لعابِ دہن سے کتنے بیماروں کو شفایاب کیا' آپ کی پھونک کے اثر سے بیمار تندرست ہو جاتے' آپ کی شفاعت سے نجانے کتنوں کی مغفرت ہو گی۔ لیکن قدرت کے ان عظیم مظاہر دکھانے کے باوجود آپ ﷺ نے یہی فرمایا: میں ان امور میں سے کسی امر پر از خود قدرت نہیں رکھتا' مجھے تو اپنی جان پر بھی نفع یا نقصان کا ذاتی اختیار نہیں ہے تا کہ کسی مرحلہ پر امت آپ ﷺ کی قدرت کے کمالات دیکھ کر آپ کے بارے میں الوہیت کا شبہ نہ کرے۔

اس کے علاوہ آپ کی باقی صفات ایسی نہیں ہیں جن پر الوہیت کا شبہ ہو سکے مثلاً وجود پر کوئی الوہیت کا شبہ نہیں کر سکتا کہ یہ سب میں مشترک ہے۔ عبدیت اور رسالت میں بھی تمام بندے اور رسول آپ کے شریک ہیں۔ صداقت، سخاوت، شجاعت، عبادت، شہادت ان میں سے کوئی صفت بھی ایسی نہیں ہے جو عام لوگوں میں مشترک نہ ہو یا جس پر الوہیت کا شبہ پڑتا ہو اس کے باوجود آپ اپنی ہر صفت میں تمام لوگوں سے ممتاز ہیں۔ عبد ہیں مگر ایسے عبد کہ جن کی عبدیت پر خدا ناز کرتا ہے: ''فلا وربک. مما نزلنا علی عبدنا. اسری بعبدہ''۔ رسول

ہیں مگر ایسے رسول کہ تمام رسل ان کی رسالت کا صدقہ ہیں۔

صادق ہیں مگر ایسے صادق کہ جو بات کہی دیکھ کر کہی۔ حتیٰ کہ خدا کو بھی دیکھ کر خدا کہا کائنات میں ان جیسا صادق کون ہے؟

سخی ایسے ہیں کہ ساری کائنات کو سخاوت کی ترغیب دینے والا خدا ان سے فرماتا ہے:

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ۔ (الاسراء:۲۹) بہت زیادہ سخاوت نہ کیا کرو۔

عابد ایسے ہیں کہ انہیں معبود خود کہتا ہے:

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (المزمل:۲) رات کو کم عبادت کیا کرو۔

شاہد ایسے ہیں کہ جس چیز کی شہادت دی دیکھ کر دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ کر شہادت دی۔ وہ شاہد بھی ہیں اور مشہود بھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شہادت بعد میں دی اس سے پہلے ارواحِ انبیاء کے گروہ میں خود خدا نے ان کی شہادت دی۔

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (آل عمران:۸۱) (حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے پر) تم بھی گواہ ہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

جن کی مرضی اللہ کا قانون کہلائے، جن کی توجہ قبلہ بن جائے، جو کوثر و تسنیم کے مالک ہیں، جن کی حمد ان کا ربِ عظیم کرتا ہے، میدانِ محشر میں جن کی تمام انبیاء کو حاجت ہے، جن کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، مقام محمود پر فائز ہوں گے، جو ایک سجدہ کریں تو میدانِ محشر کا سارا نقشہ بدل جائے ان کے مقامات اور مجھ جیسے گناہ گار کا قلم یہ کیسے ممکن ہے؟ بس یہی سوچا کہ مقامات تو ان کے اَن گنت ہیں لیکن علم اور قدرت ایسا کمال ہے جو کہ مظہر شانِ الوہیت ہے جن کی اتنی اہمیت ہے کہ خدا نے سب کچھ دے کر بھی کہہ دیا کہ کہہ دو کہ یہ ہمارا نہیں ہے۔ علم اور قدرت بھی آپ کے اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کمالات کی اصل ہے اس لئے آپ کے تمام کمالات کی گنتی کیا کیجئے۔ علم اور قدرت پر ہی بحث کر لیں جب علم اور قدرت میں آپ کا مقام آشکارا ہوگا۔ تو باقی تمام کمالات بھی روشن تر ہوتے چلے جائیں گے۔

''توضیح البیان طبع اول ۱۹۶۹ء'' میں حضور ﷺ کے دیگر مکارم وفضائل کے علاوہ آپ

کے علم اور قدرت پر بھی قدرے روشنی ڈالی تھی۔ بعض مخالفین نے ۱۹۸۱ء میں بارہ سال بعد اس کے ایک باب کے رد میں ''اتمام البرہان'' نامی ایک کتابچہ لکھا جس میں سوقیانہ تحریر اور سب وشتم کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہم نے اس کتاب کو لائق التفات نہیں سمجھا کہ ایسی باتوں کا جواب نہیں ہوا کرتا۔ تاہم جزئیات میں اُلجھنے کی بجائے ہم نے علم اور قدرت سے متعلق ہر پہلو پر اصولی مباحث بیان کر دیئے ہیں جن کو پڑھنے سے ''اتمام البرہان'' کی تمام جزئیات کا جواب واضح ہو جائے گا۔

اس کتاب کے پہلے حصہ میں ہم نے علم اور دوسرے حصہ میں قدرت سے بحث کی ہے اور علم اور قدرت سے متعلق جتنے گوشے اب تک مخفی تھے وہ سب اجاگر کر دیئے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں مناظرانہ انداز اختیار نہیں کیا بلکہ اہل علم اور اہل دل کے سامنے اس موضوع پر تحقیقی مواد پیش کر دیا ہے اور مخالفین کے مسلم اکابر کی عبارات سے بہ کثرت استدلال کیا ہے البتہ کہیں کہیں خصوصیت سے ''اتمام البرہان'' کی کسی جزوی الجھن کا بھی حل پیش کر دیا ہے۔

یہ کتاب دراصل اپنے موضوع پر ایک مستقل تصنیف ہے۔ لیکن ''اتمام البرہان'' کے مصنف کو بھی شکایت نہیں ہوگی کیونکہ علم اور قدرت سے متعلق تمام مسائل پر ہم نے مفصل بحث کر دی ہے اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بہت قلیل وقت میں بے حد مصروفیات کے باوجود ماہ رجب کے اواخر سے رمضان المبارک کے اوائل میں یہ کتاب اختتام پذیر ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ اس کو مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لئے استقامت کا سبب بنائے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین
والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی
الہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین.

علم

حضور ﷺ کے علم کے بارے میں اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پیدائشی نبی تھے اور چونکہ نبی وہ ہوتا ہے جسے علم غیب حاصل ہو، اس لئے حضور ﷺ کو اظہار نبوت سے پہلے بھی غیب کا علم تھا۔ پھر نزول وحی کے بعد بتدریج آپ ﷺ کے علم میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ نزول وحی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا علم کلی مکمل ہوگیا۔ حضور ﷺ کے علم کلی پر اساطین اسلام نے اپنی متعدد تصانیف میں علم "ماکان و مایکون" کا اطلاق کیا ہے۔ لیکن سخت حیرت ہے کہ بعض علماء دیوبند حضور کے علم پر علم کا اطلاق بھی جائز نہیں رکھتے۔

حضور کے علم پر علم کا اطلاق

چنانچہ انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان هذه الخمس لما كانت من الامور التكوينية دون التشريعية لم يظهر عليها احدا من انبيائه الا بما شاء وجعل مفاتيحه عنده فقال وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الاهولا نهم بعثوا للتشريع فالمناسب لهم علوم التشريع دون التكوين ثم المراد منه اصولها واما علم الجزئيات فقد يعطى منه الاولياء رحمهم الله تعالىٰ ايضاً. لان علم الجزئيات ليس بعلم فى الحقيقة

جان لو کہ یہ امور خمسہ[1] جب کہ امور تکوینیہ سے ہیں نہ کہ تشریعیہ سے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی پر ان امور خمسہ کو ظاہر نہیں فرمایا، مگر جس قدر چاہا اور امور خمسہ کی چابیاں اپنے پاس رکھیں اور فرمایا: "غیب کی چابیاں اس کے پاس ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔ پھر امور خمسہ سے مراد امور خمسہ کے اصول ہیں کیونکہ امور خمسہ کی جزئیات کا علم تو اولیاء رحمہم اللہ کو بھی دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جزئیات کا علم حقیقت میں علم نہیں ہوتا کیونکہ وہ متغیر ہوتا رہتا ہے۔

[1] پانچ چیزوں کا علم، قیامت، بارش، کل کیا ہوگا؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کون کہاں مرے گا؟

لكونها محيطا للتحولات والتغيرات ولان علم جزئي لا يوصل الى علم جزى آخر فكانه ليس علما انما العلم علم يوصل الى علم جميع افراد ذلك النوع وليس ذلك الاعلم اصول الشى. الا ترى ان الوفا من المصنوعات تجلب الينا من ديار الاوربا ونحن نشاهدها ونعلمها ولكن لا علم لنا باصول لها فاى علم حصلناه بتلك الجزئيات ولكن العلم هو العلم الكلى يتمكن به من علم الجزئيات من ذلك النوع باسرها يطلع على حقائقها واليه اشار سبحانه بالمفاتيح فانك اذا اوتيت مفتاحا على فتح المغاليق كلها مما اردت وليس هذا الشان الا شان العلم الكلى. فلم يعط احد الاجزئيات منتشرة اما العلم الذى كالمفتاح فهو عند ربك الذى لا تخفى عليه خافية. (انور کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج۱ص ۱۵۱)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک جزی کا علم دوسری جزی تک نہیں پہنچاتا۔ پس گویا کہ وہ علم نہیں ہے اور علم حقیقت میں اس کو کہتے ہیں جو اس نوع کے جمیع افراد کے علم تک پہنچادے۔ اور یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک کسی شے کے اصول کا پتہ نہ چل جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یورپ سے ہزاروں مصنوعات ہمارے پاس آتی ہیں ہم ان کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔ لیکن ہم کو ان کے اصول کا علم نہیں ہوتا؟ تو ان جزئیات کے جاننے سے ہم نے کون سا علم حاصل کیا؟ لیکن حقیقت میں علم علم کلی کا نام ہے جس کا جاننے والا جزئیات کے علم سے اس نوع کے تمام افراد اور حقائق کے علم پر قادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''مفاتیح'' (چابیاں) کے لفظ سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ جب تم کو چابی دے دی جائے گی۔ تو تم جب چاہو تمام تالوں کو کھولنے پر قادر ہو جاؤ گے اور یہ شان صرف علم کلی کی ہے۔ پس کسی شخص کو بھی جزئیات منتشرہ سے زائد علم نہیں دیا جاتا۔ رہا وہ علم جو بہ منزلہ چابی کے ہے۔ پس وہ تمہارے رب کے پاس ہے، جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

کاشمیری صاحب نے حضور ﷺ کے علم پر علم کا اطلاق نہ کرنے کے سلسلہ میں جو دلائل قائم کیے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ علم وہ ہے جو منطقی اصطلاح میں کلی کاسب اور موصل

ہے۔یعنی جب کسی چیز کے علم میں یہ صلاحیت ہو کہ اس کے علم سے اس نوع کے تمام افراد کا علم ہو جائے تو وہ علم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو انسان کا علم ہو تو وہ انسان کے ضمن میں انسان کے جتنے افراد ہیں مثلاً زید وعمرو' بکران سب کو جان لے گا۔ کیونکہ یہ سب انسان ہی ہیں۔ اس لیے کہ انسان ایک کلی ہے اور زید،عمرو' بکر سب اس نوع کے افراد اور جزئیات ہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی شخص کو زید کا علم ہو تو اس سے اس کو انسان کے تمام افراد تو کجا عمرو کا علم بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ واضح بات ہے کہ مثلاً زید کے علم سے عمرو کا علم نہیں ہو سکتا۔ کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو اگر اللہ تعالیٰ نے چند جزئیات مثلاً کسی کے مرنے' جینے اور ''کل کیا ہوگا'' کا علم دیا ہے تو اس علم میں یہ صلاحیت نہیں کہ اس سے قیامت تک کے واقعات کا استخراج ہو سکے۔اس لیے آپ کو جو کچھ بھی علم دیا گیا ہے وہ حقیقت میں علم نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

بخلاف اللہ تعالیٰ کے علم کے کہ اس کا علم (العیاذ باللہ) کلی اور کاسب ہے وہ ایک جزی کے علم سے اس نوع کے تمام افراد اور حقائق کو جاننے پر قادر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم بہ منزلہ چابی ہے' جب چاہا اس چابی سے معلومات کے تالوں کو کھول کر علم حاصل کر لیا۔

کاشمیری صاحب نے اس مقام پر دو غلطیاں کیں:

اولاً: یہ کہ حضور ﷺ سے علم کی نفی کی۔

ثانیاً: یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم کو کلی، کاسب اور بہ منزلہ چابی کے قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے لیے بالقوۃ علم مانا اور بالفعل اللہ تعالیٰ سے بھی علم کی نفی کر دی۔

ثالثاً: یہ کہ علم کی یہ تعریف کہ وہ کاسب ہو کسی اہل علم سے منقول نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو کاسب علم کی قسم ہے۔ کیونکہ جب کسی کو کسی چیز کا علم حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس کے مقدمات کو ذہن میں ترتیب دیتا ہے اور وہ مقدمات ذہنیہ اسی چیز کے علم کے لیے کاسب قرار پاتے ہیں۔

علاوہ ازیں کاسب کی صرف دو قسمیں ہیں قول شارح اور حجت اور کسی نے بھی ان میں علم کا حصر نہیں کیا۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم پر کاسب یا موصل کا طلاق کرنا خواہ وہ قول شارح ہو یا حجت ایک ایسی جرأت ہے' جس سے قلب مومن لرز جاتا ہے۔

باقی رہا حضور ﷺ کے علم پر علم کے اطلاق کا ثبوت تو وہ اجلی بدیہات میں سے ہے۔ قرآن کریم کی آیات اور احادیث شریفہ کا عظیم ذخیرہ ان اطلاقات سے پُر ہے' بلکہ حضور ﷺ کے صاحب علم ہونے پر کسی مسلمان کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

تدریجی علم

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

اقول و باللہ التوفیق جب فرقان مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل اور اہل سنّت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابتِ لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیانات محیطہ اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے پوچھ دیکھئے کہ لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟

قال اللہ تعالیٰ:

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ۝ (القمر:۵۳)

ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ:

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ۝ (یٰس:۱۲)

ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

وقال اللہ تعالیٰ:

وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ (الانعام:۵۹)

کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ ''کل'' تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے' بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں۔ ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے' بلکہ اس

کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظن سے تخصیص ہو سکے تو بحمد اللہ تعالی کیسے نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالی عزوجل نے تمام موجودات جملہ ''ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ'' جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا؟ وللہ الحجۃ السامیۃ اور جب کہ یہ علم قرآن عظیم کے ''تبیانا لکل شئی'' ہونے نے دیا اور ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورۃ کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو ''لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ'' (المومن:۷۸) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے ''لا تعلمھم'' ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطۂ علم مصطفوی ﷺ کا نافی نہیں۔ الحمد للہ طائفہ تائفہ وہابیہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات علم عظیم محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب دہن دوز وفتن سوز انہیں دو فقروں میں ہو گیا۔ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان قصص کی تاریخ معلوم ہو گی یا نہیں اگر نہیں تو ان سے اسناد جہل مبین کہ جب تاریخ مجہول تو اُن کا تمامی نزول قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول ہے اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہو گی یا بعد کی برتقدیر اول مقام سے محض بیگانہ اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ برتقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کی ہیں۔ ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک یہی جواب جامع ونافع ونافی وقامع سب کے لیے شافی و کافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بافی۔

(مصنف اعلی حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ انباء المصطفی ص ۳-۴)

اعلی حضرت قدس سرہ کے اس طویل اقتباس کو ہم نے اس لیے نقل کیا ہے کہ یہ ثابت اور ظاہر ہو جائے کہ اعلی حضرت قدس سرہ حضور ﷺ کے علم کو تدریجی مانتے ہیں۔ اور نبوت کا معنی بھی ہے: ''النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب'' زرقانی شرح مواہب ج ۳ ص ۱۸۔

شفاء ج ا ص ۱۶۱"۔ یعنی نبوت غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے جیسا کہ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے "مواہب" میں اور قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۳ھ نے "شفاء" میں بیان کیا۔
نیز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۰۵ھ حقیقت نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ووراء العقل طور اخر تنفتح فیه عین اخری یبصر بالغیب وما سیکون فی المستقبل وامور اخر العقل معزول عنها.

(المنقذ من الضلال ص ۵۴)

عقل سے آگے ادراک کا ایک اور ذریعہ ہے جہاں سے ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے اس آنکھ سے نبی غیب امور مستقبلہ اور دیگر باتوں کو دیکھ لیتا ہے جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔

جب اساطین ائمہ اسلام، امام غزالی علامہ قسطلانی اور قاضی عیاض کے حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ نبی کے معنی ہیں "غیب جاننے والا"۔ تو اس بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے "یا ایھا النبی" کا ترجمہ "اے غیب بتانے والے" کیا ہے اور یہ ترجمہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن بعض مخالفین نے اس ترجمہ کے خلاف یہ لکھا کہ:

خاں صاحب نے "یا ایھا النبی" کے معنی "اے غیب بتانے والے" کیے ہیں۔ ہم نے اس پر "تنقید متین" میں گرفت کی تھی کہ اگر غیب سے بعض خبریں مراد ہیں تو بجا ہے لیکن اگر کلی غیب جس میں تمام خبریں شامل ہوں تو یہ درست نہیں ہے (اور خاں صاحب غیب سے کلی غیب ہی مراد لیا کرتے ہیں) کیونکہ نبوت تو آپ کو غار حرا میں عطا ہوئی تھی اور پہلی وحی ملنے کے ساتھ ہی آپ نبی تھے۔ مگر آپ کو غیب کی سب خبریں وہاں عطا نہیں کی گئیں تھیں تو کیا (معاذ اللہ) آپ اس وقت نبی نہ تھے؟ (محصلہ ۲۶، ۲۷، اتمام البرہان ص ۱۸)

اور جب مخالف مذکور سے کہا گیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "یا ایھا النبی" کا ترجمہ "اے غیب بتانے والے" کیا ہے۔ سب غیب کا یہاں کب ذکر ہے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کیونکہ اعلیٰ حضرت حضور ﷺ کے لئے تدریجی علم غیب مانتے ہیں۔ تو بعض مخالفین نے لکھا:

خاں صاحب نے اگرچہ لفظاً اس مقام پر کلی کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن وہ عموماً اور ہر مقام پر لفظ غیب سے "جمیع ما کان و ما یکون" ہی مراد لیتے ہیں اور اہل حق سے ان کا اختلاف اور نزاع بلکہ عناد بھی اسی بات میں ہے اس لیے ان کے ذہن کے مطابق یہاں کلی

مراد ہے۔ (اتمام البرہان ص ۲۴)

بعض مخالفین کی یہ تحریر اس لیے کوئی وزن نہیں رکھتی کہ ہم ابھی ابھی ''انباء المصطفیٰ'' سے اعلیٰ حضرت کی عبارت کا ایک طویل اقتباس نقل کر چکے ہیں۔ جس میں اعلیٰ حضرت نے روزِ روشن سے زیادہ واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضور ﷺ کا علم کلی نزولِ قرآن کی تکمیل کے ساتھ مکمل ہوا۔ یعنی تکمیل نزول قرآن سے پہلے آپ کو علم کلی حاصل نہیں تھا۔

اس واضح تصریح کے بعد بھی اسی بات پر اصرار کرنا کہ اعلیٰ حضرت حضور ﷺ کے لیے جب اور جہاں بھی ''علم'' کا لفظ بولتے ہیں اس سے مراد ان کی ''علم کلی'' ہوتی ہے۔ جان بوجھ کر حقائق سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

نیز اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

وسنلقی علیک ان تعلیم اللہ تعالی لہ ﷺ کان بالقران والقران نزل نجما ولم یکن کل وقت فصدق البعض فی الاوقات وفی المعلومات جمیعا و لکنھم انما یریدون بہ القلیل والندر الیسیر قیاسا لہ ﷺ علی انفسھم اللئیمۃ کما ھی للمشرکین من قدیم الزمان شیمۃ اذ قالوا للرسل ما انتم الا بشر مثلنا۔ (مصنف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ الدولۃ المکیہ ص ۷۳۔۷۴)

اور عنقریب ہم تم سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو سکھانا بذریعہ قرآن عظیم ہوا۔ اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اترا اور ہر وقت نہیں اترتا تھا۔ تو اوقات اور معلومات دونوں میں بعض ہونا صادق ہوا مگر یہ کہ وہابیہ اس بعض سے قلیل وحقیر و اندک مراد لیتے ہیں۔ یوں کہ نبی ﷺ کو اپنے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین کی قدیم زمانہ سے عادت ہے۔ جب کہ وہ رسولوں سے کہا کرتے تھے: تم تو نہیں ہو مگر ہم جیسے آدمی۔

اس عبارت میں بھی اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضور ﷺ کے علوم کی تکمیل قرآن کریم کے ساتھ تدریجاً ہوئی یہ نہیں کہ وہ ابتداء کل غیب کو جانتے تھے۔ مزید ملاحظہ فرمائیں! اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

واذ قد علمت ان علمه ﷺ مستفاد من القرآن العظيم وكونه تفصيلا بكل شئ وتبيانا بكل شئ وصف للكتاب الكريم لا لكل اية اية اوسورة سورة منه والقران ما نزل دفعة بل نجما نجما فى نحو ثلاث عشرين سنة فكلما نزلت اية او سورة زادته ﷺ علوما الى علوم الى ان تم نزول القران فتم لكل شىء التفصيل والتبيان واتم الله نعمته على حبيبه كما كان وعدبه فى القران: فقبل ان يتم النزول ان قيل له ﷺ فى بعض الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم نقصصهم عليك وفى المنافقين لا تعلمهم اوتوقف ﷺ فى قصة او قضية. حتى نزل الوحى واتى بالجلية. فلا هولتلك الايات مناف. ولا لاحاطة علمه ﷺ ناف. كما ليس بخاف: على ذوى الانصاف. فكلما تعلقت به الوهابية لنفى علمه ﷺ من قصص وروايات ان لم يعلم تاريخه فالتمسك به جهل سفيه وسفاهة جهول. لجواز ان يكون ذلك قبل

اور تمہیں علم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا علم قرآن عظیم سے مستفاد ہے۔ اور ہر چیز کا روشن بیان اور ہر شئی کی تفصیل ہونا یہ اس کتاب کی صفت ہے۔ نہ کہ اس کی ہر ہر آیت یا ہر ہر سورت کی۔ اور قرآن عظیم دفعۃً نہیں اترا۔ بلکہ تقریبا تیئیس برس میں تھوڑا تھوڑا۔ جب کوئی آیت یا سورت اترتی، نبی ﷺ کے علوم پر اور علوم بڑھاتی یہاں تک کہ جب قرآن عظیم کا نزول پورا ہوا، ہر چیز کا مفصل روشن بیان پورا ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ پر اپنی نعمت تمام کر دی، جیسا کہ قرآن عظیم میں اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ تو تمام نزول قرآن سے پہلے اگر نبی ﷺ سے بعض انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ ''ہم نے ان کا ذکر تم سے نہ کیا''۔ اور منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ ''تم انہیں نہیں جانتے'' یا نبی ﷺ نے کسی قصہ یا معاملہ میں توقف فرمایا۔ یہاں تک کہ وحی اتری اور علم لائی۔ تو یہ نہ تو ان آیات کے منافی ہے اور نہ نبی ﷺ کے احاطہ علم کا نافی، جیسا کہ اہل انصاف پر مخفی نہیں۔ تو نبی ﷺ کے انکار علم میں جتنے قصوں اور روایتوں سے وہابی سند لاتے ہیں۔ تو اگر اس قصہ کی تاریخ نا معلوم ہو تو اس سے سند لانا احمق کی

اكمال النزول. وان علم و تقدم فالاستناد. خرط القتاد. بل محض جنون. والجنون فنون وان تاخذ فان لم يكن نصا فى ادعاه. فالمستدل سفيه والاستدال واه. وانا احمد ربى و لوجه الكريم الاكبر. ان كلما تشبثت به الوهابية فى تقصير علم المصطفى ﷺ فلا يخرج من احدى هذه الصور. ولئن سلمنا على سبيل فرض الغلط ان وجدت هنا رواية معلومة التاريخ متاخرة القصة عن تكامل التنزيل قطعية الاوقاة فى نفى حصول العلم ببعض الاشياء اصلا فيكفينا جواب جامع. واف نافع ناف قامع الجميع القعاقع. شاف كاف فى كل الوقائع. ان اخبار الاحاد اذا عارضت الايات والسند باب التأويلات لم تغن ولم تسمع. ولم تسمع فلم تنفع ولن ذكرت هاهنا نصوص الفحول فى كتب الاصول فاحسن وامكن منه ان اتى بشهادة امام وهابية العصر فى الهند رشيد احمد الكنكوهى اذقال فى كتابه المقبول لديه المنسوب الى

جہالت اور جاہل کی حماقت ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ تمام قصہ تمامی نزول قرآن سے پہلے کا ہو اور اگر معلوم ہو کہ اس کی تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہے تو اس سے سند لانا خاردار درخت کو ہاتھ سے سوتنا ہے' بلکہ نرا جنون ہے۔ جنون رنگ برنگ کا ہوتا ہے اور اگر تاریخ بعد کی اور وہ مدعاء مدلول میں نص نہیں تو مستدل احمق ہے اور دلیل واہی ہے۔ اور میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں اور اس کی وجہ کریم کے لیے سب سے بڑی حمد ہے نبی ﷺ کے علم گھٹانے میں۔ وہابیہ جتنی چیزوں سے سند لائے ہیں وہ ان صورتوں سے باہر نہیں اور بہ فرض غلط اگر ہم مان لیں کہ یہاں کوئی ایسی روایت پائی جائے' جس کی تاریخ معلوم ہو کہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد ہے' وہ یقینی طور پر بتاتی ہو کہ اس وقت تک بعض ایسی اشیاء کا اصلاً علم حاصل نہ ہی ہوا تو ہمیں کفایت کرتا ہے۔ ایک ہی جواب جامع کامل نافع جو سب چہ می گوئیوں کو دور کرتا اور جڑ اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ جو تمام وقائع میں شافی و کافی ہے کہ اخبار احاد جب کہ آیت کے معارض ہوں اور تاویل کی کوئی راہ نہ رہے تو وہ کچھ کام نہ دیں گی اور نہ سنی جائیں گی اور کچھ نفع نہ دیں گی اور اگر میں یہاں کتب اصول میں ائمہ کے نصوص کا ذکر

تلميذه خليل احمد الانبيتهى فى
نفس هذه المسئلة اعنى مسئلة
اعلامه تعالى ﷺ بالمغيبات
جاعلالها من باب العقائد لا باب
الفضائل ماترجمته مسائل العقائد
ليست قياسات تثبت بالقياس بل
قطعيات تثبت بالنصوص القاطعة
حتى ان حديث الاحاد ايضاً لا
تفيدهنا فلا يلتفت الىٰ اثباتها مالم
تثبت بالقواطع وقال فى ص ٨١
العبرة فى الاعتقاديات بالقطعيات
لا بالصحاح الظنيات و فى ص ٨٧
احاديث الاحاد الصحاح ايضا لا
تعتبر كما برهن عليه فى فن الاصول
اه فانجلى الحال وزال عن الحق
كل اشكال الا فليجتمع وهابية
كنكوه و ديوبند و دهلى وكل
جلف جاف بدوى وجبلى ولياتوا
بنص قطعى الدلالة يقينى الافادة
مجذوم الثبوت كآية القران
اوحديث متواتر يحكم بقطع قاطع
وجزم ظاهر ان بعض الوقائع
قدخفيت على النبى ﷺ بعد تكميل
التنزيل بحيث انه لا يعلمها اصلالا

کروں تو اس سے بہتر اور زیادہ جمتی ہوئی بات
یہ ہے کہ اسی کی گواہی پیش کروں، جو آج
ہندوستان میں وہابیہ کا پیشوا ہے یعنی رشید احمد
گنگوہی کو اس نے اپنی کتاب میں جو اسے
مقبول اور اس کے شاگرد خلیل احمد انبیٹھی کی
طرف منسوب ہے خود اس مسئلہ میں کہ نبی
ﷺ کو اللہ عزوجل نے غیبوں کا علم عطا
کیا، اسے باب عقائد ٹھہرایا نہ کہ باب فضائل
جس کی عبارت یہ ہے: عقائد کے مسائل
قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جائیں، بلکہ
قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتی
ہیں۔ لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات
ہوگا جب کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت
کرے اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار
ہوتا ہے اور ظنیات صحاح کا اعتبار نہیں ہوتا
ہے، بلکہ احاد صحاح بھی معتبر نہیں۔ چنانچہ فن
اصول میں مبرہن ہے۔ تو حال کھل گیا اور حق
سے ہر اشکال زائل ہو گیا تو گنگوہی نیز سب
وہابیہ، دیوبندیہ، دہلی اور ہر بے ادب، نامہذب،
گنوار اور پہاڑی سب اکٹھے ہو جاؤ اور ایک
نص ایسی لے آؤ جس کی دلالت قطعی ہو اور
افادہ یقینی اور ثبوت جزمی، جیسے کہ قرآن عظیم
کی آیت یا متواتر حدیث جو یقین قطعی اور
جزم روشن سے حکم کرتا ہو کہ تمامی نزول کے

انه علم و کتم لان عنده من المعلوم ما یکتم او علم و ذهل حینا لاشتغال باله بامر اخر اعظم واهم فان الزهول لا ینفی العلم بل یقتضی سبق العلم کما لا یخفی علی ذی فهم الا فاتوا ببرهان کذا ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان الله لا یهدی کید الخائنین.

(مصنف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ الدولۃ المکیہ ص ۱۰۴ تا ۱۱۰)

بعد کوئی واقعہ نبی ﷺ پر مخفی رہا۔ بایں معنی کہ حضور ﷺ نے اصلاً اسے جانا ہی نہیں' نہ یہ کہ حضور ﷺ نے جانا اور بتایا نہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایسے علم بھی ہیں جن کے اخفاء کا حکم فرمایا گیا۔ یا علم تھا کسی وقت ذہن اقدس سے اتر گیا۔ اس لیے کہ قلب مبارک کسی اہم و اعظم میں مشغول تھا۔ ذہن سے اترنا علم کی نفی نہیں کرتا' بلکہ پہلے علم ہونے کو چاہتا ہے جیسا کہ کسی صاحب عقل پر مخفی نہیں۔ ہاں ہاں! تو ایسی کوئی برہان لاؤ اگر تم سچے ہو اور اگر نہ لاسکو۔ ہم کہے دیتے ہیں کہ نہ لاسکو گے تو جان لو اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو۔

اعلیٰ حضرت کی اس طویل عبارت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور ﷺ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا نہ یہ کہ ابتداءً اور دفعتہً پہلی وحی کے نازل ہونے کے ساتھ ہی حضور ﷺ کو کلی علم دے دیا۔ اس لیے یہ کہنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور ﷺ کے لیے جب بھی "غیب" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے کلی غیب مراد ہوتا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کا نبوت کی تعریف "اطلاع علی الغیب" (غیب پر مطلع ہونا) نقل کرنا بالکل صحیح ہے۔ اور "یاایھا النبی" کا ترجمہ "اے غیب بتانے والے" بھی بالکل صحیح ہے۔

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت کی طویل عبارت سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا ہے۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور "توضیح البیان" میں بھی یہ لکھا ہے۔ اب آپ کے سامنے اس موضوع پر "توضیح البیان" کا اقتباس پیش خدمت ہے تاکہ حق ہر پہلو سے آپ کے سامنے آشکارا ہو جائے ملاحظہ فرمائیے!

عام طور پر مبتدعین دیوبند نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کلی کو اپنی پھبتیوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ کو مبرہن کر دیا جائے۔ چنانچہ دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ ہر چیز قرآن کریم میں مذکور ہے اور جو مذکور فی القرآن ہے اس کا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو علم ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر چیز کا نبی علیہ السلام کو علم ہے قیاس کا صغریٰ یہ ہے کہ ہر شئی قرآن میں مذکور ہے اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت شاہد ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ. (النحل: ۸۹)

اور ہم نے آپ کے اوپر جو کتاب نازل کی ہے وہ ہر شئی کا بیان کرنے والی ہے۔

اس آیت کا مرکز استدلال لفظ ''کل'' ہے اور تمام اصولیین کا اتفاق ہے کہ لفظ ''کل'' الفاظ عموم میں سے ہے۔ چنانچہ ''تلویح'' ص ۷۳ پر علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

اذا اضیف کل الی النکرۃ فھو لعموم افرادھا.

جب لفظ ''کل'' کی نکرہ کی طرف اضافت ہو تو وہ اپنے مضاف الیہ کے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔

اس آیت مذکورہ میں ''کل'' کی اضافت ''شئی'' کی طرف ہے جو نکرہ ہے۔ پس یہاں لفظ ''کل''، شئی کے ہر فرد کو شامل ہے اور عام اپنے تمام افراد کو قطعی اور یقینی طور پر شامل ہوتا ہے پس کوئی ظنی امر اس کا مخصص نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے ''تلویح'' ص ۱۱۱ پر علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

وعند جمھور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعاً ویقیناً عند مشائخ العراق وعامۃ المتاخرین.

جمہور کے نزدیک عام کے تمام افراد کے لئے اس کا حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اور مشائخ عراق اور یہی عام متاخرین کا مذہب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ احناف خبر واحد کو بھی عام کے لیے مخصص نہیں مانتے اور انہوں نے ''فاقرئوا ما تیسر من القران'' میں ''ما'' کے عموم کے لیے ''لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب'' کو مخصص نہیں تسلیم کیا بلکہ ''نورالانوار'' ص ۷ پر واشگاف الفاظ میں تصریح موجود ہے:

لا یجوز تخصیص قوله ولا تاکلوا ممالم یذکراسم اللہ علیه ومن دخله کان امنا بالقیاس وخبر الواحد

اللہ تعالیٰ کے قول "ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیه" اور "من دخله کان امنا" کے عموم کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے جائز نہیں ہے۔

برہان قاطع سے یہ امر واضح ہوگیا کہ "نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ" میں "کل" کا عموم قطعی ہے، جس کے لیے کوئی خبر واحد یا قیاس بھی مخصص نہیں بن سکتا۔ پس قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم میں ہر چیز شامل ہے۔ دیکھئے "روح المعانی پ ۶ ص ۱۷۰" پر علامہ آلوسی حنفی فرماتے ہیں:

والتحقیق عندی ان جمیع ما عند النبی ﷺ من الاسرار الٰهیة وغیرها من الاحکام الشریعة قد اشتمل علیه القران المنزل فقد قال سبحانه ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی و قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیئ وقال ﷺ فیما اخرجه الترمذی وغیره ستکون فتن قیل وما المخرج منهما قال کتاب اللہ تعالیٰ فیه نبأما قبلکم وخبرما بعدکم وحکم مافیکم و اخرج ابن جریر عن ابن مسعود قال انزل فی هذا القرآن کل علم وبین لنا فیه کل شیئ ولکن علمنا یقصر عما بین لنا فی هذه القرآن۔

اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسرارِ الٰہیہ، احکام شریعہ یا جو کچھ بھی بیان فرمایا ہے، ان تمام پر قرآن مشتمل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر چیز کا بیان کرتی ہے"۔ نیز فرمایا: "ہم نے اس کتاب میں کسی شئی کے بیان میں کمی نہیں کی ہے" اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ان کا مخرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ اس میں تم سے پہلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے لیے احکام ہیں۔ اور ابن جریر رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اس قرآن میں ہر شئی کا علم ہے اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہماری عقول

قرآن کریم سے ان کو اخذ کرنے سے قاصر ہیں۔

اور علامہ سیوطی ''اتقان ج ۲ ص ۱۲۶'' پر تحریر فرماتے ہیں:

وقال الشافعی مرة بمكة سلونی عما شئتم اخبر كم عنه فی كتاب الله الی ان قال وقال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسيره جمع القران علوم الاولين والاخرين بحيث لم يحط بها علما حقيقة الا المتكلم بها ثم رسول الله ﷺ خلا ما استا ثربه سبحانه تعالیٰ ثم ورث عنه معظم ذلک وسادات الصحابة واعلام مهم مثل الخلفاء الاربعة وابن مسعود رضی الله عنه و ابن عباس رضی الله عنه حتی قال لو ضاع عقال بعير لوجدته فی كتاب الله.

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھ سے جو چیز پوچھو تو میں تمہیں وہ قرآن میں دکھادوں گا۔ حتیٰ کہ آپ نے کہا کہ ابن ابی فضل مرسی نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن تمام علوم اولین و آخرین کو جامع ہے جن کے علم کا حقیقت میں سوائے اللہ کے کسی نے احاطہ نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سوا ان امور کے جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ پھر کبار صحابہ اس علم سے وافر حصہ کے وارث ہوئے۔ مثل خلفائے راشدین کے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے بھی قرآن میں پالوں گا۔

علامہ آلوسی حنفی اور امام سیوطی شافعی کی ان تقریروں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان اور علم موجود ہے اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مفسرین نے ''تبیانا لکل شئی'' کی صرف احکام شریعہ کے ساتھ تفسیر کی ہے' کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ''کل'' کا عموم قطعی ہے اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی۔ تو بعض مفسرین کے اقوال اس کے مخصص کس طرح ہو سکتے ہیں؟ پس بحمد اللہ یہ امر صاف اور مبرہن

ہو گیا کہ قرآن کریم میں کل اشیاء کا بیان ہے اور قیاس کا کبریٰ یہ ہے کہ اجماعا ثابت ہے۔ کہ قرآن کریم میں جس امر کا بھی بیان ہے نبی علیہ السلام کو اس کا علم حاصل ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ نبی علیہ السلام کو کل اشیاء کا علم حاصل ہے اور اسی علم کو علم کلی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(مصنف غلام رسول سعیدی غفرلہ، توضیح البیان طبع اول ص ۳۵۳ تا ۳۵۶)

بحمد اللہ اعلیٰ حضرت کی تصریحات اور ''توضیح البیان'' کی عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ حضور ﷺ کا علم کلی نزولِ قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن کے ساتھ مکمل ہوا ہے اور مبتدعین دیوبند جو حضور ﷺ کے علم کلی کی نفی کرنے کے لیے جو بعض اخبار احاد پیش کرتے ہیں وہ ہم کو قطعا مضر نہیں کیونکہ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ جس روایت سے وہ حضور ﷺ کے علم کی نفی کر رہے ہیں وہ تکمیل نزول قرآن کے بعد کی ہے۔ ان کا مدعا (یعنی حضور ﷺ کے علم کلی کی نفی) ثابت نہیں ہوگیا۔ چنانچہ ''توضیح البیان'' میں صراحت ہے:

ثانیاً: یہ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کل نزول قرآن کے ضمن میں ''الی حین الوصال'' مکمل ہوا۔ سرفراز صاحب نے جس قدر واقعات حضور ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے پیش کیے ہیں وہ سب نزولِ قرآن کے دوران تھے اور تدریجاً ان کا علم حضور ﷺ کو حاصل ہوتا رہا۔ اگر سرفراز صاحب واقعی حضور ﷺ کی بے علمی ثابت کرنے کے لیے بے قرار ہیں تو ثابت کریں کہ آپ کو فلاں امر کا علم وصال تک حاصل نہیں ہوا۔ وہ بدونہ خرط القتاد۔ (مصنف غلام رسول سعیدی غفرلہ، توضیح البیان طبع اول، ص ۹۷)

یہ وہی بات ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سے زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ۔ ''انباء المصطفیٰ'' اور ''الدولۃ المکیۃ'' میں بیان فرمائی ہے جن کو ہم صفحات سابقہ میں پیش کر چکے ہیں۔

بعثت سے پہلے غیب کا علم

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی اطلاع پا کر غیب کی بعض خبریں بتاتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے غیب کی ایک خبر بھی نہیں بتائی تھی' صرف وحی ہی سے نوازے گئے تھے' وہ نبی اس وقت بھی تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی کے مفہوم میں غیب شامل نہیں ہاں بعد کو غیب سے نوازے

گئے ۔ (مصنف: محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۳۱)

اس بات میں جملہ اہل اسلام متفق ہیں کہ بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کا علم تھا اور ذاتِ حق بجائے خود غیب الغیب ہے۔ نیز اس پر بھی اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بعثت سے پہلے تمام انبیاء مومن ہوتے ہیں اور ایمان کا مصداق اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانا جائے اور کم از کم حیات بعد الموت کا اقرار ہو اور یہ دونوں چیزیں امورِ غیب سے ہیں۔ اس پر مخالف مذکور کا یہ معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ذاتِ حق کا علم تو مشرکین مکہ کو بھی تھا جو سرتاپیر شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (مصنف: سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۳۱) کیونکہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک نہیں مانتے تھے اور نہ حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور جب انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہیں تو ماننا پڑے گا کہ وہ بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے بھی کم از کم اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک اور حیات بعد الموت کو مانتے تھے اور یہ دونوں امور غیب سے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو پہلی وحی کے نازل ہونے سے پہلے بھی غیب کا علم تھا۔ حضور ﷺ پیدائشی نبی تھے اور پیدائشی مومن تھے اور مومن وہ ہوتا ہے جو غیب پر ایمان لائے۔ ''الذین یومنون بالغیب'' لہٰذا جب بھی حضور پر نبی کا اطلاق ہوگا نبوت کے مفہوم میں ''اطلاع علی الغیب'' (غیب جاننا) شامل ہوگا۔

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ. آپ (از خود) نہ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو۔ (الشوریٰ:۵۲)

مخالفین کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ ایسا ہدایت نامہ (قرآن کریم) کہ آپ کے ان بے مثال علوم میں اسی کی بدولت ترقی ہوئی۔ چنانچہ اس کے قبل آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا کمال اقصیٰ جواب حاصل ہے کیا چیز ہے (اگرچہ نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے)۔ (مصنف اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۲۶ھ، بیان القرآن ج ۲ ص ۹۴۴)

اور شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے

کہاں معلوم تھیں۔ گونفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے"۔

(مصنف شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیہ بر قرآن کریم ص ۸۳۷)

یہ تو اکابر علماء دیوبند کا نظریہ تھا جو ان کی تفاسیر سے ظاہر ہوا اور اس سے یہ امر بہر حال ثابت ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے بھی مومن ہوتے ہیں اور ایمان غیب کو جانئے کے بغیر متصور نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبوت کے مفہوم میں بہر صورت غیب کو جاننا مشکل ہے۔ آیئے! اب اس موضوع پر ہم آپ کے سامنے جمہور اہل اسلام اور اکابر علماء دین کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

والصواب انهم معصومون قبل النبوة من الجهل بالله وصفاته والتشكك في شئي من ذالك وقد تعاضت الاخبار والاثار عن الانبياء بتنزيههم عن هذه النقيصة منذ ولدوا ونشأتهم على التوحيد و الايمان بل على اشراق انوار المعارف ونقمات الطاف السعادة وعن طالع لسيد هم عند صباهم الى مبعثهم حقق ذلك كما عرف عن حال موسى وعيسى ويحيى و سليمان وغيرهم عليهم السلام۔ (ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز۱۶ص ۵۵)

صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات، جہل اور شک سے معصوم ہوتے ہیں اور احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام یوم ولادت سے ہی اس نقص سے پاک ہوتے ہیں، وہ توحید اور ایمان پر پیدا ہوتے ہیں اور ان کے قلوب پر انوار معارف اور الطاف سعادت کا بچپن سے لے کر بعثت تک فیضان ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ، عیسیٰ، سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال سے یہ امر محقق اور ثابت ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان اهل العلم اتفقوا على ان الانبياء عليهم السلام كانوا ملهمين

اہل علم کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر (ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کی ذات اور

من اللـه تعالى بـالـصـانـع المتوحد بصفات الكمال المنزه عن النقص والزوال. (قاضی محمد ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری پ ۲۵ ص ۳۳۴)

صفات کے بارے میں الہام ہوتا رہتا ہے۔

عمدۃ المتاخرین حضرت علامہ آلوسی تحریر فرماتے ہیں:

ثم ان الظـاهر ان من قـال انـه ﷺ كـان متعبدا بشرع من قبله ليس مراده انه عليه الصلوة والسلام كان متعبدا بجميع شرع من قبله بل بما ترجح عنده ﷺ ثبوته والذى ينبغى ان يـرجـح كـون ذلـك مـن شـرع ابـراهيم عليه السلام لانه عن ذريته علـهيما الصلوة والسلام وقد كلفت العرب بدينه و قال بعضهم ان عبادته ﷺ التـفـكـر والاعتبـار و لـعـلّه ايضا عـمـا تـرجـح عـنـده عـلـيـه الصلوة والسلام كـونـه مـن شـريعته عليه السلام وربـمـا يقال بما علمه ﷺ لا على ذلك الوجه عن شرع عن قبله لانه ﷺ لم يـزل يوحى اليه وانه عليه الصلوة والسلام متعبد بما يوحى اليه الا ان الـوحى السابق على البعثة كان الـقـاء ونـفـثـا فى الروع وما يعمل بما كـان عـن شـرائع ابيه ابراهيم علهما

پھر تحقیق یہ ہے کہ جن علماء نے یہ کہا کہ حضور ﷺ (بعثت سے پہلے) شرائع سابقہ کے مطابق عبادت کرتے تھے ان کی مراد یہ نہیں کہ حضور تمام سابق شریعتوں کے مطابق عمل کرتے تھے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں سے جو شریعت حضور کے نزدیک راجح ہوئی آپ اس کے مطابق عمل کرتے تھے اور زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ آپ شریعت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق عمل کرتے تھے' کیونکہ وہ آپ کے جدا کرم ہیں اور اصل عرب ان کے دین کے مکلّف تھے اور بعض محققین نے کہا کہ (بعثت سے پہلے) حضور ﷺ کی عبادت مراقبہ (غور و فکر) تھی اور اس کو بھی اس پر محمول کرنا چاہیے کہ یہ آپ کے نزدیک راجح شریعت تھی۔ اور بسا اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ پر بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد مسلسل وحی ہوتی رہی اور حضور ﷺ بعثت سے پہلے اس وحی کے مطابق عبادت کرتے تھے جو آپ پر

الصلوة و السلام الابواسطة ذلک الالقاء واذا کان بعض اخوانه عن الانبیاء علیهم السلام قد اوتی الحکم صبیا ابن سنتین اوثلاث فهو علیه الصلوة والسلام اولی بان یوحی الیه ذلک النوع عن الا یحاء صبیا ایضا ومن علم منامه ﷺ وصدق بانه الحبیب الذی کان نبیا و ادم بین الماء والطین لم یستبعد ذلک فتامل.

(ابوالفضل السید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج۲۵ص۵۹،۶۰)

نازل ہوتی تھی۔ البتہ اصطلاحات بعثت بعثت سے پہلی وحی کوالہام اور القاء فی القلب سے اور بعثت کے بعد وحی کو وحی سے تعبیر کیا جائے گا اور جن لوگوں نے بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کوشریعت ابراہیم کے مطابق کہہ دیا ہے وہ بھی اس الہام پر محمول ہے اور جب کہ انبیاء علیہم السلام میں سے آپ کے بعض اخوان (بھائیوں) پر دو یا تین سال کی عمر میں وحی نازل کی گئی تو آپ (علیہ الصلوۃ والسلام) اس بات کے زیادہ لائق بھی ہیں کہ آپ ﷺ پر (بعثت سے پہلے) اس قسم کی وحی نازل کی جائے اور جو شخص آپ ﷺ کے مقام کی عظمت کا قائل ہو اور اس بات کی تصدیق کرتا ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ایسے حبیب ہیں کہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب خمیرِ آدم ہنوز مٹی اور گارے کے درمیان تھا۔ اس کے لیے قطعاً بعید نہیں ہے۔

ہم نے جو عبارات نقل کی ہیں ان میں امام قرطبی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ آلوسی نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ بعثت سے پہلے بھی حضور ﷺ پر وحی کی جاتی تھی اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ اس وحی کے ذریعہ آپ کو شرائع سابقہ یا شریعت راجحہ پر مطلع کیا جاتا تھا اور اسی وحی کے ذریعہ آپ بعثت سے پہلے عبادت کرتے تھے۔ علامہ آلوسی نے اس وحی کو اصطلاحاً ''القاء یا نفث فی الروع'' سے تعبیر کیا ہے۔ علامہ مظہری نے ''الہام'' سے اور امام قرطبی نے ''اشراق'' سے اور ان سب کا مآل اطلاع علی الغیب ہی ہے۔

ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

والالهام لغة الابلاغ وهو علم يقذفه الله من الغيب في قلوب عباده.

(مصنف ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ا ص ۲۶۴)

الہام کا لغوی معنی پہنچانا ہے اور اصطلاح میں یہ وہ علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں غیب سے القاء کرتا ہے۔

انصاف پسند حضرات کے لیے ان سطور میں اس بات کی وافر وضاحت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ہر وقت غیب سے رابطہ رہتا ہے اور نبوت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعد کا نبی کو الہام اور وحی کے ذریعہ غیب سے مسلسل نوازا جاتا ہے۔ اس لیے نبوت کے مفہوم میں اطلاع علی الغیب (غیب کو جاننا) قطعی طور پر داخل ہے۔ پھر کتنی حیرت کی بات ہے کہ نبوت کی یہ تعریف اعلیٰ حضرت نے علامہ قسطلانی کی ''مواہب اللدنیہ'' سے نقل کی ہے اور ہم نے یہی تعریف قاضی عیاض کی ''کتاب الشفاء'' سے نقل کی ہے۔ لہٰذا یہ کوئی خانہ ساز اور من گھڑت تعریف نہیں ہے لیکن مخالف مذکور کو نہ علامہ قسطلانی سے شکوہ ہے نہ قاضی عیاض سے شکایت ہے۔ سارا غصہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اور اس گناہ گار مصنف ''توضیح البیان'' پر اتارا ہے۔ مخالف مذکور ذرا انصاف سے بتلائیں کہ نبوت کی اس تعریف پر جو آپ نے ہمیں اور اعلیٰ حضرت کو مغلظات سنائی ہیں وہ سب ہمارے ساتھ مختص ہیں یا ان میں سے کچھ حصہ ان بزرگوں کو بھی پہنچے گا؟ فالی الله المشتكى

عقیدہ علم غیب

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

(۱) بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا، مساعی تو درکنار تمام اولین و آخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور

ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کے غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگر چہ عرش وفرش وشرق وغرب وجملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش دو حدیں ہیں۔ شرق وغرب دو حدیں ہیں، روزِ اول وروزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی ہے، بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا۔ تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے۔ نہ کہ (معاذ اللہ) تو ہم مساوات۔

(۳) یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر ووافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔

(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہاں سے اتم واعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، خالص الاعتقاد ص ۴۶)

اخبارِ غیب اور علمِ غیب

علم غیب اور چیز ہے جس کی نفی ہے اور امور غیبیہ واخبار الغیب اور انباء الغیب اور چیز ہے جس کا دلائل قطعیہ سے ثبوت ہے جب نفی اور ثبوت کا محل ایک نہیں تو ان کو آپس میں ٹکرانے کا کیا مطلب؟ (محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان، ص ۲۴)

ان صاحب نے ''ازالۃ الریب'' میں بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبروں سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ لیکن یہ سب اخبار غیب، انباء غیب ہے علم غیب نہیں ہے۔ لیکن متعدد صفحات کی بھرمار کے باوجود وہ یہ بتانے سے قاصر رہے کہ اخبار غیب اور انباء غیب (غیب کی خبریں دینا) آخر علم غیب کو کیوں مستلزم نہیں ہے یا ان میں کیا منافات ہے؟ اس کی وجہ علم کلام اور عقائد سے بے خبری یا تغافل اور تجاہل عارفانہ ہے ورنہ کتب عقائد میں صاف مذکور ہے کہ خبر صادق علم کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور جس شخص کو خبر صادق کے ذریعہ کسی چیز کی خبر حاصل ہوگئی اس کو اس چیز کا علم حاصل ہوگیا۔ اسی طرح جس

شخص کوغیب کی خبر حاصل ہوگئی اس کوغیب کا علم حاصل ہوگیا یہ بالکل صاف اور کھلی ہوئی بات ہے۔تاہم ہم اس بات کومدلل کرنے کے لیے حوالہ پیش کردیتے ہیں۔

علامہ نسفی ''عقائد نسفی''میں لکھتے ہیں:

اسباب العلم للخلق ثلثة الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل. (نجم الملت عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ، بہ حوالہ شرح عقائد ص۱۰)

مخلوق کے لیے علم کے تین سبب ہیں: حواس سلیمہ،خبر صادق اور عقل۔

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ خبر صادق سے جو چیز حاصل ہوگی وہ اس چیز کا علم ہوگی اس لئے جن خبروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو علم غیب دیا آپ کو ان چیزوں کا علم غیب حاصل ہوگیا۔اس لیے آپ کی طرف علم غیب کی نسبت صحیح ہوگئی۔اور جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر سے علم غیب کی نفی کی اس کو مفسرین کرام اور اکابر علماء اسلام نے استقلال بالذات اور علی وجہ الاحاطہ پر محمول کیا ہے جس کا بطریق مفہوم مخالف (کہ یہ اس باب میں معتبر ہے) صریح مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب بالعرض (یعنی عطائی) غیر مستقل اور غیر محیط ہے۔خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق معقول اور منقول دونوں طریقوں سے ثابت ہے۔

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے' رازی نہ صاحب کشاف

البتہ حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ عرف اور شرح میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ ''اللہ عزوجل''میں عزوجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور ''محمد عزوجل'' کہنا جائز نہیں ہے اگرچہ حضور ﷺ عزیز وجلیل ہیں۔اسی طرح ''اللہ تبارک وتعالیٰ'' کہا جاتا ہے''محمد تبارک وتعالیٰ''نہیں کہا جاتا' حالانکہ حضور ﷺ میں برکت اور علو موجود ہے۔الغرض اللہ اور اس کے رسول کے اسماء میں یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا کہ ثبوت مبدء سے صدق مشتق ہوجائے کیونکہ عقلاً اگرچہ یہ امر درست ہے لیکن شرعاً جائز نہیں ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے ''خلقت القردة والخنازير'' ثابت ہے'

مگراس کی ذات پر''خالق القردة والخنازیر'' کا اطلاق جائز نہیں ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے زرع ثابت ہے مگراس کو زراع کہنا جائز نہیں۔اسی طرح حضور کے لئے رعی (بکریوں چرانا ثابت ہوا) مگر راعی (چرواہا) کا اطلاق جائز نہیں۔اسی طرح آپ کے لیے خصف نعل (جوتی گانٹھنا ثابت ہے) لیکن آپ کو خصاف (موچی) کہنا جائز نہیں۔اسی طرح آپ کا قصر (کپڑے دھونا) ثابت ہے۔مگر قصار (دھوبی) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں علی ہذا القیاس علم غیب آپ کے لیے ثابت ہے۔لیکن عالم الغیب کا اطلاق آپ پر جائز نہیں کیونکہ یہ عرف اور شرع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور دوسرے کے لیے اس کا استعمال موہم شرک ہے۔بنابریں اعلیٰ حضرت نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے بتائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے۔(اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الامن والعلی ص ۲۰۳)

حضرت مولانا سردار احمد محدث رحمہ اللہ لکھتے ہیں لفظ''عالم الغیب'' کا اطلاق ہم بھی عرفاً غیر خدا عزوجل پر نہیں کرتے۔(حضرت مولانا سردار احمد متوفی ۱۳۸۲ھ، مناظرہ بریلی ص ۱۰۶)

مخالف مذکورہ لکھتے ہیں:

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ماکان و مایکون اور علیم بذات الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔دوسری بات آنحضرت ﷺ کے لئے منکر ملحد اور زندیق ہے اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔(محمد سرفراز خاں صفدر، ازالۃ الریب، ص ۳۸)

عالم''ماکان و مایکون'' کی بحث ان شاء اللہ آگے آجائے گی۔حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا ہم صحیح نہیں سمجھتے' جیسا کہ گزر چکا ہے اور حضور ﷺ پر علیم بذات الصدور کے اطلاق کا کوئی قائل نہیں ہے۔

ابھی ہم نے قارئین کرام سے گزارش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو غیب کی خبریں دی ہیں اور غیب کی خبریں دینا غیب کے علم کو مستلزم ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کو غیب کی خبروں کا علم ہے۔اب ہم آپ کے سامنے قرآن کریم سے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔

(۱) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ. (آل عمران:۴۴)

یہ قصے ان منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں، جس غیب کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

(۲) تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ. (ھود:۴۹)

یہ قصے منجملہ ان اخبار غیب کے ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

(۳) مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ. (آل عمران:۱۷۹)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ (اطلاع علی الغیب) کے لیے پسند کرلیتا ہے ان لوگوں کو جو اس کے رسول ہیں۔

(۴) عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن:۲۶)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور وہ اپنے خاص غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا سوا ان لوگوں کے جو اس کے پسندیدہ ہیں جو اس کے رسول ہیں۔

یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن سے ظاہر ہوگیا کہ رسول ﷺ کو غیب کی خبریں دی گئی ہیں اور آپ پہلے جان چکے ہیں کہ علم کا ذریعہ خبر صادق ہے۔ سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کی خبریں دے دیں تو آپ کو غیب کا علم حاصل ہوگیا۔ واللہ اعلم

علم غیب کا اطلاق

دیدہ و بینا کے لیے اللہ تعالیٰ کے غیر پر علم غیب کا اطلاق قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ. (البقرہ:۳)

(متقین) وہ لوگ ہیں جو غیب کو مانتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، جنت ودوزخ، حشر ونشر، جن وملائکہ، عرش، کرسی، حیات بعد الموت وغیرہ کو مانتے ہیں اور یہ سب امور غیب سے ہیں اور ان سب کو ماننا فرع ہے۔ یہ جاننے کے بعد معلوم ہوا کہ متقین غیب کو جانتے ہیں یعنی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

دوسری طرز پر یوں کہا جا سکتا ہے: ''یومنون بالغیب'' کا معنی ہے ''یصدقون بالغیب'' کیونکہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے اس لیے اب ''یومنون بالغیب'' کا معنی ہوا ''یعلمون بالغیب'' قرآن کریم کی یہ نص صریح اس بات پر صراحۃً ناطق ہے کہ علم غیب کا اطلاق متقین پر بھی ہے، چہ جائیکہ حضور ﷺ پر نہ ہو؟

(۱) اسی وجہ سے علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

وما کلفنا الله الایمان بالغیب الا وقد یفتح لنا باب غیبه.

(علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، زرقانی علی المواہب ج ۷، ص ۲۰۰)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا اس وقت مکلف کیا ہے جب اس نے ہم پر غیب کے دروازے کھول دیے۔

(۲) علامہ زمخشری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما نعلم منه نحن ما اعلمناه او نصب لنا دلیلا علیه ولهذا لا یجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب وذالک نحو الصانع وصفاته والنبوات وما یتعلق بهاو البعث والنشور والحساب والوعد والوعید وغیر ذالک.

(جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ کشاف ج ۱ ص ۱۲۸)

ہمیں غیب میں سے ان چیزوں کا علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا اس پر دلیل قائم کر دی۔ اس لئے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم ہے اور جن غیبوں کا علم ہے وہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات، نبوت اور اس کے متعلقات موت بعد الحیات، حساب وکتاب اور وعدو وعید وغیرہا۔

(۳) علامہ میر سیّد شریف جرجانی حاشیہ ''کشاف'' پر لکھتے ہیں:

انما لم یجز الاطلاق فی غیره تعالی لانه یتبادر منه تعلق علمه ابتداء فیکون تناقضا و اما اذا قید وقیل اعلمه الله تعالی الغیب ام اطلعه علیه فلا محذور فیه. (میر سید شریف جرجانی

کسی شخص کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت اسی لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ یہ شخص از خود علم غیب رکھتا ہے۔ لیکن جب مقید کر کے یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب پر مطلع کیا ہے

متوفی ۸۴۰ھ، حاشیہ کشاف بر کشاف ج ۱ ص ۱۲۸)

تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) اسی بحث میں امام رازی فرماتے ہیں:

قد بينا ان الغيب ينقسم الى ما عليه واما الذى لا دليل عليه فهو سبحانه تعالى العالم به لا غيره واما الذى عليه دليل فلا يمتنع ان نقول نعلم من الغيب مالنا عليه دليل. (امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۹)

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ ہے (عطائی) ایک وہ جس کے جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں (ذاتی)۔ پس جو ذاتی غیب ہے اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور جو عطائی غیب ہے اس کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس غیب کا ہمیں علم ہے۔

(۵) امام ابن جریر طبری حضرت خضر کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں:

عن ابن عباس قيل من انه كان رجلا يعمل على الغيب قد علم ذلك. (ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۱۶ ص ۱۸۳)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ خضر ایک شخص تھے جو غیب کے مطابق عمل کرتے تھے اور ان کو اس غیب کا علم تھا۔

(۶) علامہ بیضاوی شافعی "وعلمناه من لدنا علما". (الکہف: ۶۵) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مما يختص بنا ولا يعلم الا بتوفيقنا وهو علم الغيوب.
(قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۷۵ھ، تفسیر بیضاوی علی ہامش عنایت القاضی للخفاجی ص ۱۱۹)

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا جس کو ہمارے دیے بغیر کوئی نہیں جان سکتا اور وہ غیوب کا علم ہے۔

(۷) اور اسی آیت کی تفسیر میں امام قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

علمناه من لدنا علما اى علم الغيب. (امام ابو عبد اللہ بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۱۶)

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا یعنی علم غیب۔

(۸) اور علامہ آلوسی حنفی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

علمناہ من لدنا علما، ای علما لا یکتنہ کتنہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب. (علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی پ۱۶ص ۳۳۰)

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے پاس سے علم دیا جس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا نہ کوئی اس کے مرتبہ کا اندازہ کر سکتا ہے اور وہ علم غیب ہے۔

(۹) اور علامہ ابوسعود حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعلمناہ من لدنا علما ای خاصا لا یکنہ کنہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب. (قاضی ابوسعود محمد بن محمد الحنفی متوفی ۹۵۱ھ تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج۶ص ۵۲۶)

(خضر علیہ السلام) کو ہم نے اپنے پاس سے خاص علم دیا جس کی حقیقت اور مرتبہ کو کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیوب ہے۔

(۱۰) اور علامہ شوکانی "وعلمناہ من لدنا علما" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھو لما علمناہ سبحانہ من علم الغیب الذی استاثرہ. (محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر ج۳ص ۲۹۹)

ہم نے (حضرت خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس سے وہ علم دیا جو ہمارا خاص علم غیب ہے۔

(۱۱) اور علامہ اسماعیل حقی حنفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

علمناہ من لدنا علما، ھو علم الغیب. (شیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج۲، ص ۲۹۸)

ہم نے (خضر علیہ السلام) کو اپنے پاس سے علم دیا جو کہ علم غیب ہے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ. (الانعام:۵۰)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

(۱۲) اس کی تفسیر میں علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

مالم یوحی الی ولم ینصب علیہ دلیل. (قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ،

(میں غیب کو اس وقت تک نہیں جانتا) جب تک کہ مجھ پر وحی نہ کی جائے یا

تفسیر بیضاوی علی ہامش الخفاجی ج ۴ ص ۶۴) غیب پر کوئی دلیل قائم نہ کی جائے (اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اقامت دلیل یا وحی کے ذریعہ میں غیب کو جانتا ہوں)۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. (آل عمران: ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تم عام لوگوں کو غیب پر مطلع کرے لیکن اللہ تعالیٰ (اطلاع علی الغیب کے لیے) پسند کر لیتا ہے جسے چاہے جو اس کے رسول ہیں۔

(۱۳) علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشا پوری[1] رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

او المراد ما كان الله ليطلعكم كلكم عالمين بالغيب من حيث يعلم الرسول حتى تصيروا مستغنى عن الرسول. (علامہ نظام الدین حسین بن محمد نیشا پوری متوفی ۷۶۸ھ تفسیر غرائب القرآن علی ہامش جامع البیان۔ پ ۴ ص ۱۵)

یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم تمام لوگوں کو علم غیب نہیں دینا چاہتا جس طرح رسول کو علم (غیب) دیا ہے تا کہ تم رسول سے مستغنی نہ ہو جاؤ۔

(۱۴) اور اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں:

وما كان الله ليجعلكم كلكم عالمين بالغيب من حيث يعلم الرسول حتى تصيروا مستغنى عن الرسول. (فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۰۶)

اللہ تعالیٰ تم سب لوگوں کو علم غیب نہیں دینا چاہتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب دیا ہے تا کہ تم رسول سے مستغنی نہ ہو جاؤ۔

---

[1] علامہ نیشا پوری کا سن وفات ۷۲۸ھ "کشف الظنون" میں نقل کیا ہے۔ البتہ مصنف "روضات الجنات" نے لکھا ہے "مؤلف نویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے' ان کا عصر وعہد سید شریف جرجانی' جلال الدین موانی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے معاصرین سے ملتا ہے' ان کی تفسیر کے اختتام کی تاریخ ۸۵۰ھ کے بعد کی ہے۔ (روضات الجنات ص ۲۲۵)

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ (التکویر:۲۴)

اور حضور ﷺ غیب کی باتیں بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔

(۱۵) علامہ علاؤالدین خازن اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انه یاتینه علم الغیب و لا یبخل بـــه. (علامہ علاؤالدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۷)

آپ کے پاس علم غیب آتا تھا اور آپ بخل نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری نے "باب من لم یر الرؤیا لاول عابرا ذا لم یصب" کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے آکر حضور ﷺ کے سامنے ایک خواب بیان کیا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی اجازت سے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

فاخبرنی یا رسول الله بابی انت اصبت ام اخطأت قال النبی ﷺ اصبت بعضا و اخطات بعضا قال فوالله یا رسول الله لتحدثنی بالذی اخطأت قال لاتقسم.

(امام ابوعبداللہ البخاری التوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۳)

یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں مجھے بتائیں کہ میں نے صحیح تعبیر بیان کی ہے یا غلط؟ آپ نے فرمایا بعض صحیح اور بعض غلط' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قسم بخدا! آپ مجھے میری خطا ضرور بتائیں آپ نے فرمایا: قسم نہ کھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے جو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی تعبیر میں غلطی نہیں بتلائی اس کی وجہ لکھتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ومتی علم غیب فجاز ان یختص به یخفیه عن غیره.

(حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۹۷)

(خواب کی تعبیر) علم غیب تھا اور حضور ﷺ کے لیے جائز تھا کہ اس علم غیب کو آپ اپنے ساتھ خاص رکھتے اور دوسروں سے مخفی رکھتے۔

(۱۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

ومتی استفصل فقال اردت بقولی المومن یعلم الغیب ان بعض الاولیاء قدیعلمه الله ببعض المغیبات قبل منه ذالک لانه جائز عقلا وواقع نقل اذ مؤمن جملة الکرامات الخارجة عن الحصر علی عمر الاعصار فبعضهم یعلمه بخطاب وبعضهم یکشف له عن اللوح المحفوظ حتی یراه.

(علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاوی حدیثیہ، ص ۲۶۷)

جب کوئی شخص کہے کہ مومن غیب جانتا ہے تو اس سے اس کی تفصیل معلوم کی جائے اور وہ یہ کہے کہ اس قول سے میری مراد یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ غیب کو جانتے ہیں۔ تو اس کا یہ قول مقبول ہوگا کیونکہ یہ بات عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت اور واقع ہے کیونکہ یہ اولیاء اللہ کی ان کرامات سے ہے جو شمار سے باہر ہیں۔ پس بعض اولیاء اللہ کے خطاب سے غیب کا علم رکھتے ہیں، بعض کشف حجاب سے اور بعض کے لیے لوحِ محفوظ منکشف کر دی جاتی ہے اور وہ لوح محفوظ کو دیکھ لیتے ہیں۔

(۱۸) ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

قال الشیخ الکبیر ابو عبد الله فی معتقد ونعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیة فیعلم الغیب. (علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ا ص ۶۲)

شیخ کبیر ابو عبداللہ نے ''معتقد'' میں بیان کیا کہ ہمارا اعتقاد یہ کہ بندہ اپنے احوال میں ترقی کرتا ہوا نعت روحانیت تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کو غیب کا علم ہو جاتا ہے۔

(۱۹) ویحاب بان قوله ذالک لا ینافی النص ولا یتضمن تکذیبه لصدقه بکونه یعلم الغیب فی قضیة وهذا لیس خاصا بالرسل بل یمکن وجوده لغیرهم من الصدیقین فالخواص یجوزان یعلم الغیب فی

(فلاں شخص کو غیب کا علم ہے) یہ قول نہ قرآن کے منافی ہے نہ اس کی تکذیب کو مستلزم ہے، کیونکہ کسی معاملہ میں اس کا کہنا: ''مجھے غیب کا علم ہے'' صحیح ہے اور یہ رسولوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ صدیقین کے لئے بھی جائز ہے۔ پس خواص مومنین کے

قضیته او قضایا کما وقع لکثیر منهم واشتھر۔ (سیّد محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین شامی ج ۲ ص ۳۱۱)

لیے جائز ہے کہ وہ کسی ایک معاملہ یا متعدد معاملات میں کہیں کہ ہمیں غیب کا علم ہے۔

مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔ (محصلہ ازالۃ الریب ص ۳۸)

اب گزارش یہ ہے کہ (۱) علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ (۲) علامہ میر سیّد شریف جرجانی متوفی ۸۴۰ھ (۳) امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ (۴) ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ (۵) قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ (۶) محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ (۷) امام ابو عبداللہ بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۱ھ (۸) علامہ سیّد محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ (۹) شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ (۱۰) قاضی ابو سعود محمد بن محمد العمادی الحنفی المتوفی ۹۵۱ھ (۱۱) نظام الدین حسین بن محمد نیشا پوری متوفی ۷۲۸ھ (۱۲) علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ (۱۳) علامہ علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ (۱۴) سیّد محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ یہ وہ علماء اور مشائخ ہیں جنہوں نے حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لیے علم غیب ثابت کیا' مخالف مذکور کی تحقیق کے مطابق یہ سب حضرات کافر اور مشرک قرار پائے۔

بتوں کے گھر میں لٹتے تو کوئی بات نہ تھی
ستم تو یہ ہے لٹے ہیں خدا کی بستی میں

حضور ﷺ کے لئے (عطائی) علم غیب ماننے پر مخالف مذکور کے خون آشام فتویٰ کفر کے ایک ہم ہی شکار نہیں ہیں۔ ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیں[1]۔ یہ ہیں آپ کے حکیم الامت لکھتے ہیں:

---

[1] مخالف مذکور لکھتے ہیں غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جس کسی ولی اور بزرگ کسی نبی اور فرشتہ حتی کہ جناب امام الانبیاء خاتم النبین حضرت محمد ﷺ کو بھی علم غیب نہیں تھا الی ان قال۔ کتاب پڑھنے سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور ذاتی اور عطائی وغیرہ کی دور از کار بحثیں بیک نظر سامنے آجاتی ہیں۔ (سرورق ازالۃ الریب) نیز لکھتے ہیں: حضور ﷺ کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔ (ازالۃ الریب، ص ۵) نیز لکھتے ہیں: حضور ﷺ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پھر آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب[1] کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ، وضاحت از مصنف) ومجنون (پاگل وضاحت از مصنف) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم (جانور، وضاحت از مصنف) کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا۔ تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان ص ۱۰۔۱۱ مطبوعہ دیوبند)

علم غیب کا اطلاق (مدرسہ دیوبند سے)

ہواؤں کا رُخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

اس سے پہلے ہم نے علماء اسلام کی وہ عبارات پیش کی تھیں جنہوں نے ان عبارات میں حضور علیہ السلام کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ اب ہم قارئین کے سامنے خود مخالف مذکور کے گھرانے سے اور ان کے معنوی آباء واجداد کے خانوادہ علمی سے یہ ثابت کریں گے کہ حضور علیہ السلام کے علم پر اکابر دیوبند نے اپنی عبارات میں علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے! سرفراز صاحب کے حکیم الامت لکھتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کے لیے علم غیب ثابت کرنے والا کافر اور مشرک ہے۔ (محصلہ ازالۃ الریب ص ۳۸) سعیدی غفرلہ

[1] اس سے پہلے ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حوالہ سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضور علیہ السلام پر عالم الغیب کا اطلاق صحیح نہیں ہے اس لئے "عالم الغیب" کا لفظ اور اطلاق خارج از بحث ہے، گفتگو علم غیب میں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

(۱۸) پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب[1] کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو (عام لوگ وضاحت از مصنف) بلکہ ہر صبی ومجنون (بچہ اور پاگل، وضاحت از مصنف) بلکہ جمیع حیوانات وبہائم (جانور، وضاحت از مصنف) کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، حفظ الایمان، ص ۱۰۔۱۱، مطبوعہ دیوبند)

تھانوی صاحب کی اس عبارت سے جو باتیں صاف اور صریح سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) تھانوی صاحب نے اس عبارت میں حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔
(۲) تھانوی صاحب نے ہر آدمی کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔۱۹
(۳) تھانوی صاحب نے بچوں کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔۲۰
(۴) تھانوی صاحب نے پاگلوں کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔۲۱
(۵) تھانوی صاحب نے حیوانات اور بہائم (جانوروں) کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔۲۲

---

[1] حضور ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق کرنا اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت کے حوالہ کے ساتھ اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ عالم الغیب کا اطلاق یا عدمِ اطلاق اصل محل نزاع سے خارج ہے ہماری اصل گفتگو حضور ﷺ کے علم پر علمِ غیب کے اطلاق میں ہے جس کو سرفراز صاحب نے حضور کے لئے عطا کے طور پر بھی غیر حاصل اور کفر وشرک قرار دیا ہے۔

منہ سعیدی

دیکھئے! مخالف مذکور اولیاء اور انبیاء تو کجا حضور محمد ﷺ کے لیے بھی علم غیب ماننے والے کو کافر اور مشرک کہتے ہیں اور ان کے تھانوی صاحب نے عام آدمیوں سے لے کر جانوروں تک کے لیے علم غیب ثابت کر دیا ہے انہیں کیا کہیے گا؟

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

آیئے! اب حضور ﷺ پر اطلاق غیب کے بارے میں مخالف کے گھر کی کچھ اور سیر کرائیں۔

(۲۳) مرتضیٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

''حفظ الایمان'' میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۵)

(۲۴) نیز لکھتے ہیں:

سرور عالم ﷺ کو جو بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں اس سے تو یہاں بحث ہی نہیں۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۰)

(۲۵) مزید لکھتے ہیں:

جو بعض علوم غیبیہ کو واقع میں سرور عالم ﷺ کے لئے ثابت ہیں۔ اس سے تو یہاں نہ گفتگو ہے نہ اس کی کوئی عاقل مراد لے سکتا ہے۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۰)

(۲۶) مرتضیٰ حسین چاند پوری خلیفہ مجاز اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۲)

نیز خلیفہ اشرف علی صاحب تھانوی جناب چاند پوری لکھتے ہیں:

(۲۷) صاحب ''حفظ الایمان'' کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔

(مرتضیٰ حسین چاندپوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۳)

(اہل سنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

نیز لکھتے ہیں:

(۲۸) تو ثابت ہوگیا کہ مراد مفہوم علم غیب ہے جو ایک کلی ہے اس کا ایک فرد ذات کے لیے بھی ثابت ہوسکتا ہے اور غیر کے لیے بھی (وہ فرد عطائی علم غیب ہے، سعیدی) اور اسی کا دوسرا فرد وہ ہے جو نہ آپ کے لیے ثابت ہو سکے نہ آپ کے غیر کے لیے۔ وہ مخصوص بذات باری عزاسمہ ہے۔

(مرتضیٰ حسین چاندپوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان، ص ۱۵)

(اور یہ خود علم غیب ذاتی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۲۹) اور سنیے! یہ ہیں حسین احمد مدنی صاحب۔ تھانوی صاحب کی عبارت کی تدبیر کرتے ہیں۔

پس خلاصہ مولانا کی بحث کا یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب کہنا آپ کی ذات مقدسہ کے واسطے جائز نہیں اور اس کے لیے دو دلیلیں ذکر فرمائیں۔ اول یہ کہ حسب قول سائل حضور علیہ السلام کا علم غیب ذاتی نہیں ہے بلکہ بتعلیم اللہ تعالیٰ ہے اور چونکہ عالم الغیب اس کو کہتے ہیں جس کا علم ذاتی اور بغیر تعلیم کے ہو اور اسی وجہ سے خداوند کریم اپنے آپ کو عالم الغیب فرماتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام کو یہ لفظ کہنا ممنوع ہوگا۔ جیسے کہ لفظ رازق و خالق خدا و معبود[1] وغیرہ کہنا ممنوع ہوا اگرچہ یہ الفاظ دوسرے معانی کے اعتبار سے صحیح ہوں[2] مگر ایہام کے سبب ناجائز ہوئے۔ دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ عالم الغیب جس کا اطلاق ذات

---

[1] خدا اور معبود کی مثال یہاں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بندہ میں خدا اور معبود کے معنی اصلاً نہیں پائے جاتے جیسے خلق (بنانا) رزق (دینا) کے معنی ایک اعتبار سے پائے جاتے ہیں خدا اور معبود کا معنی کسی اعتبار سے نہیں پایا جاتا۔

[2] خدا اور معبود کا اطلاق بندہ پر کسی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ سعیدی

مقدسہ نبویہ پر ہوا ہے کس معنی کے اعتبار سے کرتے ہو یعنی اگر عالم کے یہ معنی ہیں کہ تمام مغیبات کا جاننے والا ہو تو بعض کا علم تو سب کو ہے کیونکہ کروڑ دہ کروڑ بھی بعض ہے اور ایک بھی بعض ہے غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں دو شقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں یہ نہیں کہہ رہے ہے کہ جو علم غیب رسول علیہ السلام کو حاصل تھا وہ سب میں موجود ہے۔ بلکہ اس معنی کو سب میں موجود مانتے ہیں۔

(حسین احمد مدنی، شہاب ثاقب، ص ۱۰۵۔۱۰۶، مطبوعہ دیو بند)

حضور ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق نہ کرنے میں مدنی صاحب نے جو دلیل ذکر کی ہے۔ بعض تصحیح کے ساتھ جس کا ہم نے حاشیہ پر ذکر کیا ہے) اس سے ہم کو اتفاق ہے اور نہ ہی یہی امر مختلف فیہ ہے، جیسا کہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں لیکن اس کو کیا کیجیے کہ تھانوی صاحب اور خلیفہ مجاز تھانوی صاحب چاند پوری کی طرح مدنی صاحب نے بھی اپنی اپنی عبارتوں میں حضور ﷺ کے لیے عطائی علم غیب ثابت کیا ہے اور ایسا کرنے والے کو مخالف مذکور نے ''ازالتہ الریب'' میں مشرک اور کافر قرار دیا ہے؟ اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کے حکیم الامت، اور خلیفہ مجاز چاند پوری صاحب اور مدنی صاحب کافر اور مشرک ہوئے یا نہیں؟

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تھانوی صاحب کے ایک اور خلیفہ مجاز عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں:

(۳۰) بعض بزرگوں کے حالات حضرت (تھانوی صاحب، وضاحت از مصنف) نے اپنی زبان سے اس طرح ارشاد فرمائے کہ گویا ''درحدیث دیگران'' بعینہ ہم لوگوں کے جذبات وخیالات کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ دل نے کہا: دیکھو روشن ضمیر ہیں نا سارے ہمارے مخفیات ان پر آئینہ ہوتے جا رہے ہیں صاحب کشف وکرامات ان سے بڑھ کر کون ہوگا؟ الی ان قال۔ خیر اس وقت تو گہرا اثر غیب دانی[1] اور کشف صدر کا لے کر

---

[1] غیب دانی یعنی غیب کو جاننا اور علم غیب اسی کو مخلوق کے لیے ثابت کرنا مخالف کے نزدیک کفر اور شرک ہے۔ (سعیدی)

اٹھا۔ (عبدالماجد دریابادی، حکیم الامت ص ۴۴)

اور منظور نعمانی لکھتے ہیں:

(۳۱) غیب کی باتوں کا علم تو سب کو ہے' کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ (منظور نعمانی سنبھلوی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۴۴)

لیجئے! تھانوی صاحب کا ایک اور بیان ملاحظہ فرمائیے۔ روایت چاند پوری صاحب کی ہے بیان ان کا ہے اور مخاطب اعلیٰ حضرت ہیں۔

خان صاحب بغور ملاحظہ فرمائیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدت فیوضھم نے ایسا نہیں کیا۔ حضور کی فہم و دانش کی خوبی ہے اس اعتراض کا جواب ''بسط البنان'' میں بخوبی مذکور ہے۔

حضرت مولانا موصوف فرماتے ہیں:

(۳۲) علم بے واسطہ اور علم محیط جمیع اشیاء کا کہ جس سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے یہ باری تعالیٰ شانہ کے ساتھ خاص اور جو علوم لازم اور ضروری مقام نبوت کے لئے ہیں وہ سرور دو عالم ﷺ کو حاصل ہیں اس میں آپ کا کوئی شریک نہیں' کیونکہ جس درجہ کی آپ کی نبوت ہے اس درجہ کا آپ کو علم، تو جو علوم آپ کو مرحمت ہوئے ہیں ان میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا ''لانہ سید الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوۃ والتسلیم'' اور تیسرا درجہ علم الغیب کا وہ ہے جو زید وعمرو' بکر' صبی' مجانین' جملہ حیوانات کو حاصل ہے اس میں کوئی کمال نہیں ان مراتب ثلاثہ کا ذکر ''حفظ الایمان'' میں بھی موجود ہے۔ الی ان قال خاں صاحب عقل کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ نفس الامر میں ان مراتب ثلاثہ کا ہونا اور بات ہے اور وجہ تسمیہ میں ذکر نہ کرنا اور بات ہے بلکہ ذکر بھی ایک طرح کا نہیں کسی کا ذکر صراحۃً ہوتا ہے اور کسی کا ضمناً وکنایۃً۔

(مرتضیٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۲۱)

لیجئے! مخالفین کے حکیم الامت کے خلیفہ مجاز نے تھانوی صاحب کے حوالہ سے علم غیب کے تین درجات بیان کیے ہیں:

(۱) وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

(۲) وہ علم غیب جو عام انسانوں سے لے کر حیوانات تک سب کو حاصل ہے۔
(۳) وہ علم غیب جو حضور کے شایان شان اور آپ کا خلاصہ ہے۔
آخری دو درجہ وہ ہیں جن کو ثابت کرنے والے مخالف کو آپ مشرک اور کافر کہتے ہیں۔
اور سنیئے! منظور نعمانی لکھتے ہیں:
(۳۳) اس سے صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ زید، عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ (در رسائل ثلاثہ) ص ۱۸۹)
(۳۴) مطلق بعض مغیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

اس کا ثبوت بھی خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو۔
(۳۵) فاضل موصوف ''الدولۃ المکیۃ ص ۱۳'' پر ارقام فرماتے ہیں:
بے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت و دوزخ پر، اللہ تعالیٰ اور اس کی ساتوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا حصول ہر مومن کے لیے واجب ہے۔ (عربی عبارات چھوڑ کر صرف ترجمہ ذکر کیا ہے۔ وضاحت از مصنف)
نیز یہی خاں صاحب ''خالص الاعتقاد'' ص ۲۴ پر فرماتے ہیں:
(اللہ تعالیٰ .... مسلمانوں کو فرماتا ہے ''یومنون بالغیب'' غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن ہے؟ لاجرم ''تفسیر کبیر'' میں ہے ''لا یمتنع ان نقول من الغیب مالنا علیه دلیل'' یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لیے دلیل ہے۔
(۳۶) خان صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم ضرور ہے۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۹۲_۱۹۳)
قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا ''یہ حضرات'' حضور ﷺ کی ذات پر علم غیب کے اطلاق کو کفر اور شرک کہتے ہیں اور علم غیب کی نفی پر آیتوں پہ آیتیں پڑھتے چلے جاتے ہیں اور

نفی علم غیب پر احادیث و آثار کا انبار لگا دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ تھانوی صاحب نے ''حفظ الایمان'' میں ہر زید وعمرو پر علم غیب کا اطلاق کر دیا ہے تو تھانوی صاحب کے خلفاء اور اکابر علماء دیوبند عام مومنین کے لیے علم غیب مان رہے ہیں اور عام مومنین کے لیے علم غیب ثابت کرنے کے لیے انہیں دلائل کا سہارا لے رہے ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ''الدولۃ المکیۃ'' میں اور ''خالص الاعتقاد'' میں بیان کیے ہیں۔

نہ جہاں میں کہیں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

ذرا ایک قدم اور آگے چل کر سنیئے! نعمانی صاحب علم غیب کے اطلاق میں اور ترقی کرتے ہیں۔

سرخی قائم کرتے ہیں:

(۳۷) ''دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم ہے''۔

ہم ابھی ابھی ''الدولۃ المکیۃ'' سے خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ ''حق تعالیٰ اور اس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور غیب میں سے ہیں''۔ (اور یہ بالکل صحیح ہے)

علیٰ ہذا رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ بذاتِ خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت بے شک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و مبصر چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے۔ جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی صداقت کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت یا اس کے رسول کی رسالت کا علم حاصل ہوا تو اس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خاں صاحب کو تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حتیٰ کہ درختوں کے پتے اور ریگستان کے ذرے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا ﷺ کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۹۴)

صاحب! ہم کو تو سب کچھ تسلیم ہے آپ کے پیر و مرشد تھانوی صاحب نے چونکہ لکھ دیا کہ عام آدمیوں، بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی علم غیب ہوتا ہے اس لیے آپ اعلیٰ حضرت

کے کندھے پر بندوق رکھ کر کائنات کے ذرے ذرے اور چپہ چپہ کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہیں اور دنیا کی ہر چیز پر بعض غیوب کا اطلاق کر رہے ہیں۔ لیکن اس کو کیا کیجئے گا کہ آپ ہی کے شاگرد جناب سرفراز صاحب نے دوٹوک الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب ثابت کرنا کفر اور شرک ہے''۔

(ازالۃ الریب محصلہ ص ۳۸)

نیز انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عطائی طور پر بھی علم غیب حاصل نہ تھا۔ (ازالۃ الریب ص ۵)

ذرا سوچئے! آپ کے پروردہ شاگرد نے آپ کو اور دوسرے اکابر دیوبند کو کہاں پہنچا دیا ہے؟

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

آیئے! اب ہم آپ کے سامنے خود مخالف مذکور کی عبارت سے حضور ﷺ کی ذات پر علم غیب کا اطلاق ثابت کیے دیتے ہیں۔

مخالف مذکور تھانوی صاحب کی ''حفظ الایمان'' والی عبارت کی اصلاح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۳۸) مولانا مرحوم کی مراد یہ ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کی کیا تخصیص ہے ایسا یعنی اس قدر اور اتنا علم غیب کہ جس کے اعتبار سے تم آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب[1] کہتے ہو اور اطلاق لفظ عالم الغیب کے لیے جتنے اور جس قدر کی ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو یہ زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ حیوانات اور بہائم کو بھی حاصل ہے۔ تو چاہیے کہ سب کو معاذ اللہ تعالیٰ عالم الغیب کہا جائے۔ کیونکہ ان قائلین کے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کے لیے محض اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہو اور ان چیزوں کو بھی بعض

[1] ہم اس سے پہلے بھی کئی بار تصریح کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کو ''عالم الغیب'' کہنا اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں۔ تھانوی صاحب نے کسی فرضی سوال کا جواب دیا ہے۔

مغیبات کا علم ضرور ہے اور نہ سہی تو کم از کم ذات باری تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی منجملہ مغیبات سے ہے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، عبارات اکابر)

یہ وہی سرفراز صاحب ہیں جو حضور ﷺ کے لئے بعثت سے پہلے کی غیب کی کسی خبر پر اطلاع نہیں مانتے اور جو بعثت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرنے کو کفر اور شرک کہتے نہیں تھکتے۔ آج اللہ نے انہیں ایسا خراب کیا ہے کہ تمام انسانوں اور حیوانوں سب کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہیں اور تکفیر کے جس خنجر کو انہوں نے ''ازالۃ الریب'' سے آپ وار کیا تھا ''عبارات اکابر'' لکھ کر اسی خنجر سے خودکشی کر لی ہے۔ کذالک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر.

اخیر میں مخالف مذکور کی یہ عبارت بھی ملحوظ رکھی جائے:

راقم نے جو چیز ثابت کی ہے وہ غیب کی خبریں ہیں ....اور جس چیز کی نفی کی ہے وہ علم غیب ہے وہ نہ تو آنحضرت ﷺ کو ذاتی طور پر حاصل تھا اور نہ ہی عطائی طور پر اگر آپ کو انباء الغیب، اخبار الغیب اور علم غیب میں فرق معلوم نہیں یا آپ کے لائق استادوں نے آپ کو نہیں بتایا تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ آپ دیوبندی مسلک کے کسی طالب علم ہی سے یہ فرق معلوم کر لیتے اور اب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ہر آنکس کہ نداند وبداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالآباد بماند

اس عبارت میں مخالف مذکور نے حضور ﷺ کے لیے مطلقاً علم غیب کی نفی کی ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی اور اس سے پہلے ''عبارات اکابر'' والی عبارت میں عام انسانوں سے لے کر جانوروں تک علم غیب کو ثابت کیا ہے اور مانا ہے۔

تمہاری تہذیب آپ ہی اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا ناپائیدار ہو گا

یہ بحث بہت طویل ہو گی لیکن مخالف مذکور نے جس طنطنہ، تعلّی اور تفاخر سے رسول اللہ ﷺ کے علم کی نفی پر قلم اٹھایا تھا اس قلم کو توڑنا ضروری تھا اور یہ بتلانا تھا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا انکار کر رہے ہو اور تمہارے اکابر اور اساتذہ مثلاً اشرف علی تھانوی، مرتضیٰ حسین

چاند پوری، حسین احمد مدنی اور محمد منظور نعمانی یہ سب حضرات تو رسول اللہ ﷺ سے لے کر دنیا کی ہر چیز کے لیے علم غیب ثابت کر رہے ہیں۔ تم نے ہمارا گھر جلانے کے لیے جو آگ لگائی تھی ذرا دیکھو تو سہی کہیں وہ تمہارا ہی گھر تو نہیں پھونک رہی۔

مکافات عمل سے گروہ ہوں غافل تو ہوں بے شک
ہمارا کام ہے نیک اور براں کو سمجھانا!

ذاتی اور عطائی کی بحث

مخالف مذکور لکھتے ہیں علم غیب نہ تو آنحضرت ﷺ کو ذاتی طور پر حاصل تھا اور نہ عطائی طور پر۔ (محمد سرفراز خاں صاحب صفدر، اتمام البرہان ص ۲۲)

حضرت محمد ﷺ کو بھی علم غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا تھا اور ذاتی وعطائی کا غیر معصوم آراء کے تحت خود ساختہ جھگڑا بھی ختم ہوا۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، ازالۃ الریب ص ۱۴۲)

مخالف مذکور نے جو ذاتی اور عطائی ہر اعتبار سے حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی کر دی اور بزعم خویش یہ دوراز کار بحثیں اور جھگڑا ہی ختم کر دیا ہے۔ اس سے پہلے باب میں ہم علم غیب ثابت کر چکے ہیں۔ ہم ابھی آپ کو دکھلائے دیتے ہیں کہ مخالف مذکور کے لائق اساتذہ اور خود انہوں نے ''براہین قاطعہ'' کی عبارت سنوارنے کے لئے اسی ذاتی اور عطائی کی تقسیم کا سہارا لیا ہے بلکہ یہ بھی مانا ہے کہ بسا اوقات نبی علیہ السلام کو کسی شے کا علم ہوتا ہے اور توجہ نہیں ہوتی جو بات ہم اہل سنت کہتے ہیں وہ انہوں نے بھی کہی ہے اور جب یہ عبارات سامنے آجائیں گی تو انشاء اللہ العزیز حق واضح ہو جائے گا۔

منظور نعمانی صاحب ''براہین قاطعہ'' کی عبارت سنوارتے ہوئے لکھتے ہیں:

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متصل ہی اس کے بعد کی عبارت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ صاحب ''براہین'' صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں

اور اسی کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے۔

یہاں تک تو سیاق وسباق کے قرائن سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے اور اگرچہ یہ قرائن بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنف ''براہین'' کی صاف وصریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطائی میں۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی جرم ایسا نہیں جس میں خاں صاحب برابر کے شریک نہ ہوں اور اگر بالفرض ''براہین'' میں یہ تصریح نہ بھی ہوتی اور سیاق وسباق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں تب بھی وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خاں صاحب کے لیے کسی طرح جائز نہ تھا۔ وہ ''خالص الاعتقاد'' ص ۲۸ پر بطور قاعدہ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ آیات واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں پس ''براہین قاطعہ'' میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے اب درجہ اولیٰ ذاتی یا محیط کل پر محمول ہونی چاہیے۔ (محمد منظور نعمانی، فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۷۳)

شکر ہے آپ نے اعلیٰ حضرت کی اس تقسیم اور قاعدہ کو تسلیم کر لیا۔ لیکن مشکل تو آپ کے شاگرد مذکور کے لئے ہے جنہوں نے اس تقسیم اور قاعدہ کو ماننے سے مطلق انکار کر دیا ہے جب انہیں اس تقسیم کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا ہوگا؟

مخالف مذکور مؤلف ''براہین قاطعہ'' کی عبارت بطور استدلال کے نقل کرتے ہیں:

اولیاء کو حق تعالیٰ نے کشف کر دیا کہ ان کو یہ علم حضور ﷺ سے حاصل ہو گیا۔ اگر اپنے فخر عالم علیہ السلام کو بھی لاکھ گنا اس سے زیادہ عطا فرما دے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کسی نص سے ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جاوے اور مجلس مولود میں خطاب حاضر کیا جاوے اس امر کا محض امکان سے تو کام نہیں چلتا بالفعل ہونا چاہیے۔ اور ثبوت ہو جانا نص سے واجب ہے مگر سوء فہم مولف کا قابل تماشا ہے کہ کچھ نہیں سمجھتا اور یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کا کوئی ثابت کرے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، عبارات اکابر ص ۱۸۰۔ ۱۸۱)

لیجئے جناب! اب ہم نے آپ کی اعتماد کردہ اور نقل کردہ عبارت سے ذاتی اور عطائی کی تقسیم ثابت کر دی ہے۔

عدمِ توجہ عدمِ علم کو مستلزم نہیں

اور علم کے باوجود توجہ نہ ہونے کے بارے میں خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:

ہاں کسی جزوی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لئے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہ فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا۔

(خلیل احمد انبیٹھوی المہند علی المفند جمع رسائل، ص ۲۳۹)

یہی عبارت بعینہ مخالف مذکور نے بھی ''عبارات اکابر'' ص ۱۸۸ پر نقل کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مخالف مذکور نے بڑے طنطنہ سے یہ کہا تھا کہ ذاتی اور عطائی کی تقسیم باطل ہے اور ہم نے ان کو اور ان کے اکابر کے قلم سے اسی تقسیم کو ثابت کر دیا ہے۔ وللہ الحمد

نگاہ شوخ کی کوتاہیوں کو کیا کہا جائے
کہ اپنی جنبش پیہم کے افسانے نہیں دیکھے

یہاں تک ہم رسول اللہ ﷺ کا علم تدریجی، نبوت سے پہلے غیب کا علم، حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق ذاتی اور عطائی کا ثبوت بیان کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے علم کے بارے میں اہل سنت کا مسلک، اس پر دلائل اور علماء اسلام کی عبارات پیش کریں گے۔ گفتگو لمبی ضرور ہو جائے گی مگر کیا کریں کہ

تمہارے ہی فریب حسن کا میں زخم خوردہ ہوں
تمہیں ہر حال میں سننی پڑے گی داستاں میری

علمِ کلی کے بارے میں اہلِ سنت کا مسلک

اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کائنات کے ہر ذرہ کا علم تفصیلی عطا فرمایا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ قطعی نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ہو۔ بعض علماء اسلام نے حضور کے لیے کائنات کا علم تفصیلی نہیں مانا۔ بعض نے روح کے علم میں اختلاف کیا۔ بعض نے امور خمسہ کے علم میں اختلاف کیا۔ ان حضرات کا یہ اختلاف نیک نیتی سے تھا۔ ہمارے مخاطب وہ لوگ ہیں جو دن رات تنقیص رسالت میں کوشاں رہتے ہیں اور بغض رسالت کی وجہ سے ان علوم کا

انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

فضل محمد رسول اللہ ﷺ کے منکروں کو جہنم میں جانے دیجئے تتمہ کلام استماع فرمایئے۔ ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بے شمار علوم غیب جو مولیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو عطا فرمائے۔ آیا وہ روز ازل سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات واحادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے۔ بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں۔ کسی نے کہا: متشابہات کا کسی نے خمس کا، کثیر نے کہا ساعت کا اور عام علمائے باطن اور ان کی اتباع سے بکثرت علمائے ظاہر آیات واحادیث کو ان کے عموم پر رکھا۔ ''ماکان ومایکون'' بمعنی مذکور میں از آنجا کہ غایت میں دخول وخروج دونوں متحمل ہیں ساعت داخل ہو یا نہیں۔ بہرحال یہ مجموعہ بھی علوم الٰہیہ سے ایک بعض حقیقت بلکہ ''انباء المصطفیٰ'' حاضر ہے میں نے ''قصیدہ بردہ شریف'' اور اس کی شرح ملا علی قاری سے ثابت کیا ہے کہ علم الٰہی تو علم الٰہی جو غیر متناہی در غیر متناہی یہ مجموعہ ''ماکان ومایکون'' کا علم علوم محمد رسول اللہ ﷺ کے سمندر سے ایک لہر ہے۔ پھر علم الٰہی غیر متناہی کے آگے اس کی کیا گنتی۔ اللہ کی قدر نہ جاننے والے اس کو معاذ اللہ علم الٰہی سے مساوات ٹھہراتے ہیں ''ما قدر اللہ حق قدرہ'' اور واقعی جب ان کے امام الطائفہ کے نزدیک ایک پیڑ کے پتے گننے پر خدائی آگئی تو ''ماکان ومایکون'' تو بڑی چیز ہے۔ خیر انہیں جانے دیجئے یہ خاص مسئلہ جس طرح ہمارے علمائے اہلسنت میں دائر ہے۔ مسائل خلافیہ اشاعرہ وماتریدیہ کے مثل ہے کہ اصل محل معلوم نہیں۔ ہاں ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفائے کرام بکثرت اعلام کا مسلک ہے۔ اس بارہ میں بعض آیات واحادیث واقوال ائمہ حضرت کو فقیر کے رسالے ''انباء المصطفیٰ'' میں ملیں گے اور ''اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان ومایکون'' وغیرہ رسائل فقیر میں بحمد اللہ تعالیٰ کثیر ووافر ہیں اور اقوال اولیائے اکرام وعلمائے عظام کی کثرت اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار ہے۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، خالص الاعتقاد ص ۱۴۸۔۱۴۹)

علم کلی پر دلائل

''الدولۃ المکیۃ''، ''انباء المصطفیٰ'' اور ''توضیح البیان'' کے حوالہ سے ہم علم کلی پر ایک یہ

دلیل پیش کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں تدریجاً تکمیل قرآن
کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۱۱۳)

اور ہم نے آپ پر کتاب اور حکمت
نازل کی اور آپ کو وہ سب کچھ بتلا دیا جسے
پہلے آپ نہیں جانتے تھے۔ اور آپ پر یہ
اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ ''ما'' استعمال فرمایا ہے اور علماء اصول کا اس بات پر
اتفاق ہے کہ لفظ ''ما'' اپنے عموم اور استغراق میں قطعی ہے۔ اور قطعی کی تخصیص خبر واحد اور
قیاس سے بھی نہیں ہو سکتی۔ (صدر الشریعہ فرماتے ہیں: ''وعندنا قطعی مساء للخاص و
القطعی فلا یجوز تخصیصہ منھما''۔ (توضیح ص ۱۰۹) اس لئے اگر بعض مفسرین نے
یہاں ''ما لم تکن تعلم'' (جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے) کو احکام شریعت کے ساتھ مقید کیا
ہے تو وہ ناقابل التفات ہے اس آیت کا صریح مفاد اور قطعی مدلول یہ ہے کہ اس آیت کے
نزول سے پہلے آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے خواہ وہ احکام شریعہ ہوں یا امور دنیویہ اس
آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور آپ کو بتلا دیئے۔

رہا یہ سوال کہ پھر اس آیت کے بعد باقی قرآن کیوں نازل ہوتا رہا؟ اس کا جواب اولاً
یہ ہے کہ سورۂ نساء مدنی سورتوں میں سے ہے اور کون سی سورۃ آخری ہے اس پر اتفاق نہیں۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ سورۂ نساء کی چند آیات کی آخری آیات میں سے (الاتقان ج ۱ ص ۷) نیز
اس پر بھی اتفاق ہے کہ سورہ نساء کے بعد چند سورتیں نازل ہوئی ہیں (اتقان ج ۱ ص ۲۶)۔ لہٰذا
جب کہ آخری سورۃ اور آخری آیت کا تعین قطعی نہیں ہے تو غیر قطعی چیز قطعی دلیل کے معارض
نہیں ہو سکتی۔ ثانیاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے ''علمک ما لم تکن تعلم'' آپ اس سے
پہلے جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتلا دیا کہ بعد بھی قرآن مجید نازل ہوتا رہا تو
یہ ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ بعض احکام اور واقعات کے معلوم ہونے کے بعد
بھی آپ پر قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ دیکھیں قرآن کریم میں نماز کی فرضیت سے متعلق تقریباً
سو آیات نازل ہوئیں۔ ظاہر ہے اس کا علم تو ایک مرتبہ نازل ہونے سے ہو گیا تھا باقی آیتوں

کانزول تعلیم کے سبب نہیں اور حکمتوں کے پیش نظر ہوا۔ سورۃ فاتحہ کا دو مرتبہ نزول ہوا، قرآن کریم میں متعدد آیات ایسی ہیں جو کئی بار نازل ہوئیں۔ پس تعلیم کے لیے تو ایک مرتبہ نازل ہونا کافی تھا ایک مرتبہ کے بعد جو سورۃ اور آیات نازل ہوتی رہیں وہ دیگر حکمتوں کی بناء پر تھیں جنہیں اللہ اور اس کا رسول جانے۔ بہر حال ان کا نزول تعلیم کے لیے نہیں تھا۔ وضو اور نماز پہلی نماز کے ساتھ فرض ہوئے۔ لیکن آیت وضو سورہ مائدہ میں مدینہ میں نازل ہوئی اسی طرح پانچ نمازیں شب معراج مکہ میں فرض ہوئیں اور نماز پڑھنے کی تفصیل حضور کو پہلی وحی کے ساتھ معلوم تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کے نزول سے پہلے بھی حضور ﷺ کو احکام اور واقعات کا علم ہوتا تھا۔ آیات صرف تعلیم کے لیے نازل نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے اگر ''علمک مالم تکن تعلم'' کے بعد بھی قرآن کریم نازل ہوتا رہا تو اس سے قطعی طور پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تعلیم احکام واخبار کے لیے ہی نازل ہوتا ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ غیر قطعی چیز قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔ باقی رہا یہ معارضہ کرنا کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ (نبی ﷺ) تمہیں ان زبانوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔ (البقرہ:۱۵۱)

اور یہ کہا جائے کہ یہاں بھی ''ما'' کا عموم قطعی ہے تو چاہیے کہ امت کا بھی علم کلی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''یعلمکم'' میں ضمیر ''کم'' بھی جمع ہے اور ''مالم تکونوا تعلمون'' بھی جمع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو تقسیم احاد کی طرف احاد کی ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امت کے جمع افراد کو حضور ﷺ نے وہ سب کچھ بتلا دیا جو سب وہ نہیں جانتے تھے۔ اس سے مساوات کا شبہ نہ ہو کیونکہ حضور ﷺ تنہا ان تمام باتوں کو جانتے ہیں جن باتوں کو تمام امت مل کر جانتی ہے۔ پھر جس کو جو کچھ بتا دیا وہ اس سے آگے نہیں بڑھا بلکہ یہ بھی ضروری نہیں اس کو وہ بتایا ہوا ہی یاد ہو (جیسا کہ عنقریب احادیث سے ثابت ہوگا کہ حضور نے تو ابتداء خلق سے لے کر سب کچھ بتا دیا تھا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا) لیکن حضور ﷺ کا تمام علم محفوظ ہے اور ہر آن ترقی پذیر ہے اور ان کا مولیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کا علم بڑھتا رہے۔ ارشاد فرمایا:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. (طٰہٰ: ۱۱۴)

آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اور زیادتی فرما۔

حضور ﷺ حیات ظاہری میں تو صحابہ کرام کو احکام اور اخبار کی تعلیم دیتے ہی تھے۔ وصال کے بعد بھی آپ نے امتیوں کو محروم نہیں رکھا اور قیامت تک آپ کا فیضان جاری ہے۔ اور آپ امت مسلمہ کو تعلیم دے رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ - - - -
وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ.
(الجمعہ: ۲۔۳)

(حضور) صحابہ کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان بعد والوں کو بھی جو ابھی تک صحابہ سے واصل نہیں ہوئے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

سمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى يقول انما ايد ائمة المذاهب مذاهبهم بالمشى على قواعد الحقيقة مع الشريعة اعلاماً لاتباعهم بانهم كانوا علماء بالطريقين كانه ويقول لا يصح خروج قول من اقوال الائمة المجتهدين عن الشريعة ابدا عند اهل الكشف قاطبة وكيف يصح خروجهم عن الشريعة مع اطلاعهم على مواد اقوالهم من الكتاب والسنة واقوال الصحابة ومع الكشف الصحيح ومع اجتماع روح احدهم بروح رسول الله ﷺ

حضرت سیّدی علی خواص رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ائمہ مذاہب نے اپنے اپنے مذاہب کو شریعت کے ساتھ قواعد حقیقت کے مطابق رکھا ہے' تاکہ ان کے پیروکار جان لیں کہ ان کے ائمہ شریعت اور طریقت دونوں کے جامع ہیں اور سیّدی علی خواص علی فرماتے ہیں کہ تمام اہل کشف کے نزدیک ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا قول شریعت سے باہر نہیں ہوتا حالانکہ ان کے اقوال کی مدار کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر ہوئی ہے۔ پھر ان کے اقوال کشف صحیح کے مطابق ہوتے ہیں' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی روح رسول اللہ ﷺ کی روح کے ساتھ ملاقات کرتی ہے اور جن

وسوالهم عن كل شيء توقفوا فيه من الادلة هل هذا من قولك يا رسول الله ام لا يقظة ومشافهة بالشروط المعروفة بين اهل الكشف وكذالك كانوا يسالونه ﷺ عن كل شئ فهموه من الكتاب والسنة قبل ان يدونوه في كتبهم ويدينوا الله تعالى به ويقولون يا رسول الله قد فهمنا كذا من اية كذا وفهمنا كذامن قولك في الحديث الفلاني كذا فهل ترضيه ام لا ويعلمون لمقتضى قوله واشارته ومن توقف فيما ذكرناه من كشف الائمة المجتهدين ومن اجتماعهم برسول الله ﷺ من حيث الارواح قلنا له هذا من جملة كرامات الاولياء بيقين وان تكن الائمة المجتهدون اولياء فما على وجه الارض ولي ابدًا وقد اشتهر عن كثيرٍ من الاولياء الذين هم دون الائمة المجتهدين في المقام بيقين انهم كانوا يجتمعون رسول الله ﷺ كثيرا ويصدقهم اهل عصرهم على ذلك لسيدى الشيخ عبدالرحيم

دلائل میں انہیں تردّد ہوتا ہے وہ براہ راست حضور ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔ اہل کشف کی شرائط کے مطابق وہ نینداور بیداری میں حضور ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ یہ آپ کا قول ہے یا نہیں اور کتاب وسنت سے متعلق ہر چیز پہلے آپ سے پوچھتے ہیں۔ پھر اس کی کتاب میں تدوین کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے اس آیت یا حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے' آپ اس سے راضی ہیں یا نہیں؟ پھر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق فیصلہ کر کے لکھتے ہیں اور یہ جو ہم نے ائمہ مجتہدین کی حضور سے ملاقات اور استفادہ کا بیان کیا ہے' یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے اور اگر ائمہ مجتہدین اولیاء نہ ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ولی نہیں ہوگا' حالانکہ کثیر اولیاء اللہ کی شہرت ہے اور وہ مرتبہ میں مجتہد سے کم ہوتے ہیں اور اولیاء کی حضور ﷺ سے بہ کثرت ملاقات ہوتی ہے جیسے شیخ عبدالرحیم قناوی اور سیّدی شیخ ابی مدین مغربی اور سیّدی ابوسعود ابن ابی العشائر اور سیّدی ابراہیم دسوقی اور سیّدی شیخ ابوالحسن شاذلی اور سیّدی شیخ ابوالعباس مرسی اور سیّدی شیخ ابراہیم مبتولی اور سیّدی الشیخ جلال

القناوى وسيدى الشيخ ابى مدين
المغربى وسيدى ابى السعود ابن ابى
العشائر وسيدى الشيخ ابراهيم
الدسوتى وسيدى الشيخ ابى الحسن
الشاذلى وسيدى الشيخ ابراهيم
المقبولى وسيدى الشيخ جلال
الدين السيوطى وسيدى الشيخ
احمد الزواوى البحرى وجماعة
ذكرناهم فى كتاب طبقات الاولياء
ورايت ورقة بخط الشيخ جلال
الدين السيوطى عند احد اصحابه
وهو الشيخ عبد القادر الشاذلى
مراسلة لشخص ساله فى شفاعة
عند السلطان قايتبالى رحمه
الله تعالى اعلم يا اخى اننى
قداجتمعت برسول الله ﷺ الى
وقتى هذا خمسا وسبعين مرة يقظة
ومشافهة فلولا خوفى من احتجابه
ﷺ عنى بسبب دخولى للولاة
لطلعت القلعة وشفعت فيك
عند السلطان وانى رجل من خدام
حديثه ﷺ واحتاج اليه فى تصحيح
الاحاديث التى ضعفها المحدثون
من طريقهم ولا شك ان نفع

الدین سیوطی اور سیّد الشیخ احمد الزواوی البحری
اور ایک کثیر جماعت جس کا ذکر ہم نے
کتاب ''طبقات اولیاء'' میں کیا ہے اور میں
نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ کا لکھا
ہوا خط شیخ عبدالقادر شازلی کے پاس
دیکھا۔ کسی شخص نے شیخ سیوطی سے سلطان
قایتبالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش
کرنے کے لیے کہا تھا اس کو علامہ سیوطی
نے جواب میں لکھا اے بھائی! میں اب
تک رسول اللہ ﷺ سے پچھتر (۷۵) مرتبہ
بیداری میں ملاقات کر چکا ہوں اور اگر مجھے
یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے دربار میں حاضری
سے میں اس نعمت سے محروم ہو جاوں گا تو
میں تمہاری سفارش کر دیتا۔ لیکن میں رسول
اللہ ﷺ کی احادیث کا خادم ہوں اور جن
احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دے دیا
اس کی تصحیح معلوم کرنے کے لئے مجھے رسول
اللہ ﷺ سے ملاقات کی ضرورت رہتی ہے
اور اے بھائی! اجتماعی نفع تمہارے انفرادی
نفع سے زیادہ ہے اور اس کی تائید شیخ جلال
الدین یہاں کرتے ہیں کہ سیّدی محمد بن
زین جو رسول اللہ ﷺ کے نعت خواں
تھے۔ اور حضور ﷺ سے بالمشافہ بیداری
میں ملاقات کرتے تھے۔ جب وہ حج کے

ذالک ارجح من نفعک انت یا
اخی اه ویوید الشیخ جلال الدین فی
ذالک ما اشتهر عن سیدی محمد
بن زین المادح لرسول ﷺ انه کان
یری رسول الله ﷺ یقظة و مشافهة
ولماحج کلمه من داخل القبر ولم
یزل هذا وقامه حتی طلب منه
شخص من النحراویة ان یشفع له
عند حاکم البلد فلما دخل علیه
اجلسه علی بساط فانقطعت عنه
الرؤیة فلم یزل یتطلب من رسول
الله ﷺ الرؤیة حتی قرأله شعرا'
فتراء ی له من بعید فقال تطلب رؤیتی
مع جلوسک علی بساط الظلمة لا
سبیل لک الی ذلک فلم یبلغنا انه
راه بعد ذالک حتی مات اه وقد
بلغنا عن الشیخ ابی الحسن
الشاذلی وتلمیذه الشیخ ابی
العباس المرسی وغیرهما انهم
کانوا یقولون لو احتجبت عنارؤیة
رسول الله ﷺ طرفة عین ماعددنا
انفسنا من جملة الملسمین فاذا
کان هذا قول احاد الاولیاء فالائمة
المجتهدون اولی بهذا المقام.

لیے گئے تو حضور ﷺ نے داخل قبر سے ان
سے گفتگو فرمائی اور ان کا مقام یونہی بلند
رہا۔ حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے حاکم شہر
کے ہاں سفارش طلب کی جب حاکم کے
پاس گئے تو اس نے انہیں اپنی مسند پر
بٹھایا۔ اس کے بعد سے حضور ﷺ کی
زیارت منقطع ہوگئی۔ وہ ہمیشہ حضور ﷺ
کی زیارت کی جستجو میں لگے رہے تھے کہ
ایک دن دور سے حضور ﷺ کی زیارت
ہوئی، آپ نے فرمایا: میری زیارت طلب
کرتے ہو اور ظالموں کے ساتھ مجلس کرتے
ہو؟ اس کے بعد ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ وہ
زیارت سے مشرف ہوا ہو حتیٰ کہ فوت ہوگیا
اور شیخ ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ
ابوالعباس مرسی بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم
پلک جھپکنے کی مقدار بھی حضور ﷺ سے
اوجھل رہیں تو اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں
کرتے۔ پس جب عام اولیاء اللہ کا یہ حال
ہے تو ائمہ مجتہدین تو اس سے زیادہ مقام
کے مالک ہیں اور سیّدی خواص فرماتے تھے
کہ مقلد کو اپنے امام کے قول پر عمل کرنے
میں توقف نہیں کرنا چاہیے۔ اور ان کے قول
پر دلیل طلب نہ کرنا چاہیے کہ یہ بے ادبی
ہے اور ان اقوال پر عمل کرنے میں توقف

وكان سيدى الخواص رحمه الله تعالى يقول لا ينبغى لمقلد ان يتوقف فى العمل بقول من اقوال ائمة المذاهب ويطالبهم بالدليل على ذلك لانه سوء ادب فى حقهم وكيف ينبغى التوقف عن العمل باقوال قد بنيت على اصل صحيح الاحاديث اوعلى الكشف الصحيح الذى لا يخالف الشريعة ابدا فان علم الكشف اخبار بالامور على ماهى عليه فى نفسها وهذا اذا حقيقته وجدته لا يخالف الشريعة فى شئ بل هو الشريعة بعينها فان رسول الله ﷺ لا يخبر الا بالواقع لعصمة من الباطل والظن اه وسياتى بيان ذلك قريبا ان شاء الله تعالىٰ وسمعت سيدى عليا المرصفى رحمه الله تعالى يقول مرارا كان ائمة المذاهب رضى الله تعالى عنهم وارثين لرسول الله ﷺ فى علم الاحوال وعلم الاقوال معا خلاف ما يتوهمه بعض المتصوفة حيث قال ان المجتهدين لم يرثوامن رسول الله ﷺ الا علم المقال فقط حتى

کس طرح جائز ہوگا جو احادیث صحیحہ اور کشف صحیح پر مبنی نہیں جو کبھی شریعت کے مخالف نہیں ہوتا؟ کیونکہ کشف صحیح ہمیشہ واقعی اور نفس الامری ہوتا ہے۔اگر تمہیں کشف نصیب ہوتو تم دیکھوگے کہ کشف صحیح شریعت کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ ہمیشہ واقع کے مطابق خبر دیتے ہیں۔ کیونکہ آپ ظن اور باطل سے محفوظ ہیں۔ اور ان شاء اللہ عنقریب اس کا بیان آئے گا اور سیّد علی مرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ بارہا بیان کرتے تھے: ائمہ مذاہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم علم احوال اور علم اقوال میں رسول اللہ ﷺ کے وارث ہوتے ہیں۔ بخلاف بناوٹی صوفیوں کے جو کہتے ہیں کہ مجتہدین صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے وارث ہیں۔حتی کہ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مجتہدین کے پاس کامل آدمی کا صرف چوتھائی علم طریقت ہے کیونکہ ہمارے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اسماء الوہیت اول، آخر، ظاہر، باطن کے مقام پر نہ پہنچ جائے اور مجتہدین صرف اسماء ظاہر کے حامل ہوتے ہیں۔اور ازلیہ ابدیہ اور حقیقت کا انہیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں: یہ

ان بعضهم قال جميع ما علمه المجتهدون كلهم ربع علم رجل كامل عندنا في الطريق اذا الرجل لا يكمل عندنا حتى يتحقق في مقام ولا يته بعلوم الحضرات الاربع في قوله تعالى هو الاول والاخر والظاهر والباطن. وهولاء المجتهدون لم يتحققو ليسوى علم على حضراة اسمه الظاهر فقط لا علم لهم بعلوم حضرة الازل والابد ولايعلم الحقيقة انته. قلت وهذا كلام جاهل باحوال الائمة الذين هم اوتاد الارض وقواعد الدين والله اعلم. وسمعت سيّدى عليا الخواص ايضا يقول كل من نور الله تعالى قلبه وجد مذاهب المجتهدين واتباعهم كلها تتصل برسول الله ﷺ من طريق السند الظاهر بالعنعنة ومن طريق امداد قلبه ﷺ لجميع قلوب علماء امته فما اتقد مصباح عالم الا من مشكوة نور قلب رسول الله ﷺ فافهم وسمعته يقول مرة ما من قول من اقوال المجتهدين ومقلديهم الا وينتهى سنده برسول

کلام ان لوگوں کا ہے جو ائمہ مجتہدین جو دراصل زمین میں اللہ کے قطب اور دین کا مدار ہیں ان کے حال سے ناواقف ہیں واللہ اعلم ۔ سیّدی علی خواص فرماتے ہیں: جس شخص کے دل میں بھی اللہ کا نور ہو گا وہ مجتہدین اور پیروکاروں کو رسول اللہ ﷺ سے متصل پائے گا' بطریق سند حدیث کے بھی اور رسول اللہ ﷺ کے قلب کی امداد سے بھی جو تمام علماء امت کو حاصل ہے اور کسی عالم کا دل روشن نہیں ہوتا' مگر رسول اللہ ﷺ کے سینہ کے نور سے اور سیّدی علی خواص نے ایک مرتبہ فرمایا: مجتہدین اور ان مقلدین کے اقوال میں سے کوئی قول نہیں ہوتا مگر اس کی سند رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو سند ظاہر اور سند باطن کی کیفیت سے پاک ہے۔ پس جو ان کے علوم کو نقل کرتا ہے۔ اس کے اقوال میں خطا ممکن نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے طریقہ میں خطاء ہو۔ اور محدثین کرام جتنی احادیث سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کرتے ہیں ان کی سند اللہ عزوجل تک پہنچتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کشف کہتے ہیں کہ صحیح وہ ہے جس نے

الله ﷺ ثم بجبریل ثم بحضرة الله عزوجل التی تجل عن التکییف من طریق السند الظاهر والسند الباطن والذی هو علم الحقیقة المؤیدة بالعصمة فمن نقل علمها علی الحقیقة لم یصح منه خطأ فی قول من اقواله وانما یقع الخطاء فی طریق الاخذ عنها فقط فکما یقال ان جمیع مارواه المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتهی سنده الی حضرة الحق جل وعلی فکذالک یقال فیما نقله اهل الکشف الصحیح من علم الحقیقة وذالک لان جمیع مصابیح علماء الظاهر والباطن قد اتقدت من نور الشریعة فما من قول من اقوال المجتهدین و مقلدیهم الاوهو موید باقوال اهل الحقیقة لا شک عندنا فی ذالک۔

حقیقت کو جان لیا اس لیے کہ تمام علماء ظاہر اور باطن کے چراغ نور شریعت سے روشن ہیں اور تمام مجتہدین اور ان کے مقلدین کے اقوال اصل حقیقت کے اقوال سے مؤید ہوتے ہیں۔ اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں۔

(علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
میزان الشریعۃ الکبریٰ ج اص ۴۳،۴۵)

عارف ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی کے بیان سے اس بات پر وافر روشنی پڑتی ہے کہ حضور ﷺ عہد رسالت سے لے کر قیامت تک تمام صالح اور اہل افراد امت کو تعلیم اور تزکیہ سے نوازتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ مستفید میں حضور ﷺ سے استفادہ کرنے کی وہ تمام شرائط پائی جائیں جو مجتہدین کرام اُن کے نائبین اور اولیاء اللہ میں ہوتی ہیں جن کی

طرف علامہ شعرانی نے اپنی اس عبارت میں اشارہ فرمایا ہے۔

علم ہو یا کوئی اور نعمت سب اللہ تعالیٰ انہیں کی تقسیم سے دلاتا ہے' جس کو جو ملتا ہے انہیں سے ملتا ہے' جو پاتا ہے انہیں کے فیضان سے پاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ کسی کو براہ راست ان کے دستِ اقدس سے نعمت ملتی ہے اور کوئی بے شمار واسطوں کے ذریعہ ان سے نعمت پاتا ہے۔

ہیں پاس جو عطایا سب ان کا ہی کرم ہے
جو وہ خود بلا کے دیتے تو کچھ اور بات ہوتی

اس مضمون کو اب عمدۃ المتاخرین علامہ محمود آلوسی سے سنیئے:

وجوزان یکون ذلک بالاجتماع معه علیه الصلوة والسلام روحانیة ولا بدع فی ذلک فقد وقعت رؤیته ﷺ بعد وفاته لغیر واحد من الکاملین من هذه الامة والاخذمنه یقظة، قال الشیخ سراج الدین الملقن فی طبقات الاولیا، قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی قدس سره، رأیت رسول اللهﷺ قبل الظهر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم؟ قلت یا أبتاه انا رجل اعجم کیف أتکلم علی فصحاء بغداد؟ فقال افتح فاک ففتحته فتفل فیه سبعا وقال تکلم علی الناس وادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة

رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور استفادہ جائز ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ اس امت کے بے شمار کاملین نے حضور ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آپ سے علم حاصل کیا ہے۔ شیخ سراج الدین الملقن ''طبقات اولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا: میں ظہر سے پہلے حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: اے ابا جان! میں ایک عجمی شخص ہو کر فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح لب کشائی کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو میں نے اپنا منہ کھولا۔ آپ نے میرے منہ میں سات بار اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اب وعظ کرو اور لوگوں کو حکمت اور نصیحت سے

فصلیت الظهر وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرأیت علیا کرم الله تعالی وجهه قائمابازائی فی المجلس فقال لی یابنی لم لا تتکلم؟ قلت یا ابتاه قد ارتج علی فقال افتح فاک ففتحته فتفل فیه ستا فقلت: لم لا تکملها سبعا؟ قال: ادبا مع رسول الله ﷺ ثم توارى عنی فقلت غواص الفکر یغوص فی بحر القلب علی درد المعارف فیتسخرجها الی ساحل الصدر فینادی علیها سمسار ترجمان اللسان فتشتری بنفائس اثمان حسن الطاعة فی بیوت اذن الله ان ترفع، وقال ایضا فی ترجمة الشیخ خلیفة بن موسی النهر ملکی کان کثیر الرؤیة لرسول الله علیه الصلوة والسلام یقظة ومناما فکان یقال: ان اکثر افعاله یتلقاه منه ﷺ یقظة و مناما وراه فی لیلة واحدة سبع عشرة مرة قال لا فی احداهن: یاخلیفة لا تضجر منی فکثیر من اولیاء مات بحسرة رؤیتی، وقال الشیخ تاج الدین بن عطاء الله فی لطائف المنن: قال رجل للشیخ

اللہ کے راستہ کی طرف بلاؤ۔ پس میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور بیٹھ گیا میرے پاس خلقت کا ایک اژدھام جمع ہوگیا اور مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مجلس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف فرما ہیں۔ فرمانے لگے: اے بیٹے! وعظ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے ابا جان! مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ بار میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا میں نے عرض کیا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: رسول ﷺ کے ادب کے پیش نظر۔ اس کے بعد آپ میری نظر سے غائب ہوگئے۔ میں نے محسوس کیا کہ ایک فکر کا غوطہ زن میرے دل کے سمندر کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہا ہے اور تہ سے حقائق و معارف کے موتی نکال کر میرے سینہ کے ساحل پر رکھ رہا ہے اور زبان اور سینہ کے ساحل پر رکھ رہا ہے اور زبان اور سینہ کے درمیان کھڑا ایک سفیر ترجمان زبان سے کہہ رہا ہے: اچھی عبادت کی نفیس قیمت ادا کر کے ان موتیوں کو خرید لو اور خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی نے شیخ کی سوانح میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رسول

ابی العباس المرسی یا سیدی صافحنی بکفک هذه فانک لقیت رجالا و بلادا فقال و الله ما صافحت بکفی هذه الا رسول الله ﷺ وقال الشیخ لو حجب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی من المسلمین ومثل هذه النقول کثیر من کتب القوم جدا.

(ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ۲۲،ص ۳۵_۳۶)

اللہ ﷺ کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کیا کرتے اور شیخ نیند اور بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے بہ کثرت وظائف حاصل کرتے تھے۔ ایک بار صرف ایک رات میں شیخ کو سترہ مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ اس رات کی زیارتوں میں سے ایک زیارت میں سرکار نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے زیادہ بے قرار نہ ہوا کرو۔ نہ جانے کتنے اولیاء اللہ میری زیارت کی حسرت میں ہی فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ ''لطائف المنن''میں لکھتے ہیں ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے کہا: اے میرے سردار! اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے کیونکہ آپ بہت سے شہروں میں گئے ہیں اور آپ نے بہت سے نیک لوگوں سے ملاقات کی ہے' ابوالعباس مرسی نے کہا: بخدا! میں اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی سے مصافحہ نہیں کرتا۔ اور شیخ مرسی نے کہا کہ اگر میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے اوجھل پاؤں تو اس ساعت اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ (علامہ آلوسی فرماتے ہیں:) کتابوں میں اس قسم کی عبارتوں کی

تعداد بہت زیادہ ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

وقد ذكر عن السلف والخلف وهلم جدا ممن كانوا راؤه ﷺ فی النوم و كانوا ممن يصدقون بهذا الحديث فرأوه بعد ذلک فی اليقظة وسألوه عن اشياء كانوا منها متشوشين فاخبرهم بتفريجها ونص لهم على الوجوه التي منها يكون فرجها فجاء الامر كذلک بلا زيادة ولا نقص انتهى المراد منه.

(ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ۲۳،ص۳۶)

سلف اور خلف سے یہ بات بہت مسلسل منقول چلی آرہی ہے کہ جو لوگ سرکار دوعالم ﷺ کو نیند میں دیکھتے ہیں اور انہیں اسی حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔ جو مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا وہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو بیداری میں بھی دیکھتے ہیں اور حضور ﷺ سے ان چیزوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں جن میں ان کو تردّد اور پریشانی رہتی ہے۔ اور حضور ﷺ ان کے لیے مسئلہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ان کا تردّد ختم اور پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ اور بغیر کسی زیادتی اور کمی کے فی الواقع ایسا ہی ہے۔

اور حافظ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں:

وسئل نفع الله بعلومه ورضى الله عنه هل يمكن ايمان الاجتماع بالنبى ﷺ فی اليقظة والتلقی منه فاجاب: نعم يمكن ذلک. فقد صرح بان ذالک من كرامات الاولياء الغزالی والبارزی والتاج السبكی والعفيف اليافعی من الشافعية والقرطبی وابن ابی حمزة

حافظ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ اب بھی حضور ﷺ سے بیداری میں ملاقات اور آپ سے علم کا حصول ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں فرمایا: یہ بات ممکن ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات میں اس بات کی تصریح ہے جیسے امام غزالی، بارزی، تاج الدین سبکی اور عفیف یافعی شافعیہ سے اور قرطبی اور ابن

وابی جمرة عن المالکیة وقد حکی عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس فقیه فروی ذالک الفقیه حدیثا فقال له الولی هذا الحدیث باطل قال ومن این لک هذا قال هذا النبی ﷺ واقف علی راسک یقول انی لم اقل هذا الحدیث وکشف للفقیه فراه. (حافظ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاوی حدیثیہ، ص ۲۵۴)

ابی حمزہ اور ابی جمرۃ مالکیہ سے اور اولیاء اللہ سے حکایت ہے کہ ایک ولی ایک فقیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی۔ ولی نے کہا: یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہ نے پوچھا: آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا: تمہارے سر کے پاس نبی ﷺ کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: یہ بات میں نے نہیں کہی پھر فقیہ کے لیے بھی اس کو کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی حضور ﷺ کی زیارت کی۔

اور علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

(فان قلت) هل ثم احد من البشر ینال فی الدنیا علما من غیر واسطة محمد ﷺ (فالجواب) کما قاله الشیخ فی الباب الاحد وتسعین واربعمائة لیس احد ینال علما فی الدنیا الا وهو من باطنیة محمد ﷺ سواء الانبیاء والاولیاء المتقدمون علی بعثه والمتاخرون عنه واطال فی ذلک کما تقدم بسط فی المبحث قبله. (علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر، ج ۲ ص ۳۴۹، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۸ھ)

اگر تم پوچھو کہ دنیا میں کوئی ایسا بشر ہے جس کو حضور ﷺ کے واسطے کے بغیر کوئی نعمت ملی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن عربی نے بیان کیا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے مگر وہ حضور ﷺ کی باطنیت سے مستفید ہے۔ خواہ انبیاء ہوں، خواہ علماء اور علماء خواہ پچھلی شریعتوں کے ہوں یا اس شریعت کے۔

نیز فرماتے ہیں:

امام القطب الواحد الممد

بہر حال قطب واحد اور تمام انبیاء

لجميع الانبياء المن اے والاقطاب من حين الشاء الانسان الى يوم القيمة فهو روح ﷺ. (علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج۲ ص۲۵۲، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۸ھ)

ورسل اور تمام قطب کی مددگار ابتداء انسانیت سے لے کر قیامت تک روح محمد ﷺ ہے۔

کون دیتا ہے دینے کو مونہہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

اوراس بحث میں انورشاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ثم التحقيق ان رؤيته ﷺ لا يتعين فى رؤية عين الذات المباركة فان الاحوال فى رؤية الشخص مختلفة فربما نرى شخصا من الاحياء ولا يكون له علم برؤيتنا ولو كان فى المنام عين ما فى الخارج لكان عنده شعوربها فالمرئى اذابها والله تعالىٰ اعلم. قد يكون صورة مخلوقة الله تعالى على مثال تلك الصورة اى انه تعالىٰ يخلق حقيقة على مثال صورة وروحانيته أرانا اياها واوقع فى نفسنا مخاطبتها اياها وقد تكون روحه المباركة ينفسها مع البدن المثانى لم قد تكون يقظة ايضا كما انها قد تكون مناما ويمكن عندى رؤيته ﷺ يقظة لمن رزقه الله سبحانه كما نقل عن السيوطى رحمه

پھر تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت آپ کی معین ذات مبارکہ میں منحصر نہیں ہے کیونکہ آپ کی زیارت کے وقت آپ کی شخصیت کریمہ کے احوال مختلف ہوتے ہیں کیونکہ بسا اوقات زندہ لوگوں میں سے کسی شخص کو دیکھتے اور اسے ہمارے دیکھنے کا علم نہیں ہوتا اور اگر نیند میں بھی وہی نظر آئے جس کو ہم نے بیداری میں دیکھا تھا تو اسی کو شعور ہونا چاہیے۔ پس جس صورت کی زیارت ہوتی ہے (واللہ اعلم) وہ حضور ﷺ کی اصل صورت کی مثال کے مطابق مخلوق ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی اصل صورت کے مطابق مثال پیدا فرماتا ہے جس میں حضور کی حقیقت اور روحانیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ وہ صورت ہمیں دکھاتا اور ہمارے دلوں میں واقع کرتا ہے اور اس سے ہم کو ہم کلام کرتا ہے اور کبھی حضور ﷺ کی

السیوطی رحمه الله تعالی (و کان زاهدا) متشددا فی الکلام علی بعض معاصریه ممن له شأن) انه رآه ﷺ اثنین و عشرین مرة وساله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه ﷺ وکتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی سلطان الوقت وکان یوقره فابی السیوطی رحمه الله تعالی ان یشفع له وقال انی لا افعل و ذالک لان فیه ضرر نفسی وضرر الامة لانی زرته ﷺ غیر مرة ولا اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذهب الی باب الملوک فلو فعلت امکن ان احرم من زیارته المبارکة فانا لرضی بضررک الیسیر من ضرر الامة الکثیر والشعرانی رحمه الله تعالی ایضا کتب انه راه ﷺ وقراء علیه البخاری فی ثمانیة رفقة معه ثم سماهم وکانوا احد منهم حنفیا وکتب الدعاء الذی قراه عند ختمه فالرؤیة یقظة متحققة و انکارها جهل.

(انورشاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۳ھ، فیض الباری ج۱،ص۲۰۴)

روح بنفسہا اپنے بدن مثالی کے ساتھ آتی ہے اور پھر کبھی نیند میں اور میرے نزدیک حضور ﷺ کی زیارت بیداری میں ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرما دے جیسا کہ منقول ہے علامہ سیوطی (جو عابد اور زاہد، علم میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھ کر تھے) انہوں نے حضور ﷺ کو بائیس مرتبہ دیکھا اور آپ سے مختلف احادیث کی تحقیق کی۔ پھر حضور ﷺ کی تصحیح کے مطابق ان احادیث کی تصحیح کی اور ان کی طرف شاذلی نے اپنی بعض ضروریات کے بارے میں خط لکھا کہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ ان کی سلطانِ وقت کی طرف سفارش کر دیں کیونکہ سلطان ان کی تعظیم کرتا تھا۔ پس سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش کرنے سے انکار کر دیا اور عذر پیش کیا کہ اس کام کے کرنے سے مجھے بھی نقصان ہوگا اور امت مسلمہ کو بھی کیونکہ حضور ﷺ کی بے شمار مرتبہ زیارت کرتا ہوں۔ اور اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق سلطان سے تمہاری سفارش کر دی اور حکام کے دروازے پر چلا گیا تو عین ممکن ہے کہ میں حضور ﷺ کی زیارت مبارکہ سے محروم ہو جاؤں اور میں اُمت کے اس بڑے نقصان

کے مقابلہ میں تمہارے دنیاوی نقصان کو
برداشت کرلوں گا اور شعرانی رحمہ اللہ نے
بھی لکھا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو
بیداری میں دیکھا اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ
آپ سے بیداری میں ''بخاری'' پڑھی' شعرانی
نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ ان میں
سے ایک ساتھی حنفی تھا اور شعرانی نے وہ دعا بھی
لکھی ہے جو حضور ﷺ نے ختم بخاری کے
وقت پڑھی۔ پس بیداری میں آپ کی زیارت
ایک حقیقت ثابتہ ہے اور اس کا انکار کرنا
جہالت ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ آلوسی، علامہ ابن حجر مکی، قدوۃ الصوفیاء محی الدین ابن عربی اور مخالفین کے پیشوا انور کشمیری کی ان مفصل عبارات سے یہ امر مبرہن ہوگیا کہ حضور ﷺ نہ صرف صحابہ کو تعلیم دیتے تھے' بلکہ قیامت تک جتنے لوگ آپ پر ایمان لانے والے ہیں ان سب کو علم وحکمت سے نوازتے ہیں۔ عوام کو کتاب وسنت کے واسطے سے اور خواص بالمشافہ اور براہِ راست ''اللھم اجعلنی من الخواص لا زورہ واتلقی منہ ﷺ بلامشافھۃ منا ما ویقظۃ'' اور انور شاہ کشمیری نے صراحت کی ہے کہ جو شخص اس بات کا انکار کرے گا وہ شخص جاہل ہوگا۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ
واخرین منھم لما یلحقوا بھم.

(اور حضور) کتاب اور حکمت کی تعلیم
دیتے ہیں (اور مکہ والوں کے علاوہ) ان
لوگوں کو بھی کتاب وحکمت کی تعلیم دیں گے
جو ابھی ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

اور ہم نے علماء کی عبارات سے ثابت کردیا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ حضور ﷺ اخیار امت کے افراد کو آج تک نیند اور بیداری میں علم وحکمت سے نواز رہے ہیں۔ آیئے! اب اس

سلسلے میں کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں کہ انہوں نے ''واخرین منهم لما یلحقوا بهم'' کی تفسیر میں کیا لکھا ہے؟

ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

وقال اخرون انما عنی بذالک جمیع من دخل فی الاسلام کائنا من کان الی یوم القیمة. (ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۲۸ ص ۶۳)

اور بعض مفسرین نے کہا کہ ''واخرین منهم'' سے قیامت تک اسلام لانے والے لوگ مراد ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔

اس کے بعد اس کے ثبوت میں حدیث ذکر کرتے ہیں:

قال ابن زید فی قول الله عزوجل واخرین منهم لما یلحقوا بهم قال هؤلاء کل من کان بعد النبی ﷺ الی یوم القیمة کل من دخل فی الاسلام من العرب والعجم.

(ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان، پ ۲۸، ص ۶۳)

ابن زید نے اللہ تعالیٰ کے قول ''واخرین منهم لما یلحقوا بهم'' کی تفسیر میں فرمایا: یہ وہ قیامت کے لوگ ہیں جو حضور ﷺ کے بعد ایمان لائے، خواہ عربی ہوں یا عجمی۔

اور امام قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای یعلمهم ویعلم اخرین من المؤمنین لان التعلیم اذا تناسق الی اخر الزمان کان کله مسندا الی اوله فکانه هو الذی تولی کل وما وجدمنه (لما یلحقوا بهم) ای لم یکونوا فی زمانهم ولیجئون بعدهم قال ابن عمر و سعید ابن جبیر هم العجم ان قال وقال مجاهد هم الناس

(یعنی حضور) مومنوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور ان مومنوں کو بھی جو بعد میں آئیں گے کیونکہ جب آپ کی تعلیم آخری زمانہ تک قائم رہے گی تو وہ آپ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ ''لما یلحقوا بهم'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں نہ تھے اور آپ کے بعد آئیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور سعد بن جبیر نے کہا کہ وہ

كلهم يعني من بعد العرب الذين بعث فيهم محمد ﷺ وقاله ابن زيد و مقاتل ابن حيان قالاهم من دخل في الاسلام بعد النبي ﷺ الى يوم القيمة. (امام ابوعبداللہ بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج۱۸ ص۹۳)

عجمی لوگ ہیں اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد عرب کے بعد وہ تمام لوگ ہیں جو حضور پر ایمان لائے اور ابن زید اور مقاتل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو حضور ﷺ کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے۔

اور علامہ آلوسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اى لم يلحقوا بهم بعد وسيلحقون وهم الذين جاؤا بعد الصحابة الى يوم الدين. (علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ۲۸ ص۹۳_۹۴)

یعنی جو لوگ ابھی تک صحابہ کرام کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے اور عنقریب لاحق ہوں گے۔ یہ لوگ صحابہ کے بعد سے لے کر قیامت تک کے مسلمان ہیں۔

اى لم يلحقوا بعد وهم الذين بعد الصحابة رضى الله عنهم وهم الذين ياتون من بعدهم الى يوم الدين. (ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۰۱ھ تفسیر مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج۴ ص۲۶۴)

یہ وہ لوگ ہیں جو ابھی تک صحابہ سے لاحق نہیں ہوئے اور صحابہ کے بعد آئیں گے یا وہ لوگ ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

كل من صدق النبي ﷺ من غير العرب. (حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۳۶۴)

یہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے عربوں کے سوا حضور ﷺ کی تصدیق کی۔

تھانوی صاحب اس آیت کے تحت مسائل السلوک کے تحت لکھتے ہیں:

''اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا فیض امت پر قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ اور اولیاء آپ کے ورثہ ہیں اسی طرح ان کا فیض بھی بعد وفات جاری رہتا ہے''۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج۲ ص۱۰۶۴)

اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور ﷺ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے معلم ہیں' جیسا کہ ان کتب تفسیر کی صراحت سے ظاہر ہوا۔ عوام کے لیے کتاب وسنت کے واسطے سے معلم ہیں اور خواص ائمہ مجتہدین' اولیاء کاملین کے لیے بلاواسطہ معلم ہیں۔ ان کو نیند اور بیداری میں بالمشافہ تعلیم دین سے نوازتے ہیں' جیسا کہ محی الدین ابن عربی، علامہ ابن حجر مکی، علامہ سیوطی، علامہ عبدالوہاب شعرانی، علامہ سید محمود آلوسی اور انور شاہ کشمیری کے حوالوں سے ظاہر ہو چکا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اب اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اگر ''علمک مالم تکن تعلم'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا تو لازم آئے گا ''ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون'' کا مطلب یہ ہوگا امت جو کچھ نہیں جانتی اس کو حضور نے وہ سب کچھ بتلا دیا۔ پھر حضور کے علم کلی میں کیا خصوصیت رہی اور نبی اور امت کے علم میں مساوات ہو گئی؟ اس کا جواب ہم نے تفصیل سے دے دیا ہے کہ حضور ﷺ قیامت تک افراد امت میں سے جو جس علم کا اہل ہے اس کو تعلیم دے رہے ہیں۔ اس طرح قیامت تک کی کل امت مل کر ان تمام حقائق کو جانے گی جن کو حضور ﷺ اکیلے جانتے ہیں[1]۔ اس لیے مساوات لازم آئی اور نہ آپ کی خصوصیت میں کوئی فرق آیا۔ اور یہ جواب اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ جب جمع کا تقابل جمع سے ہو تو تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے اور ''یعلمکم مالم تکونوا تعلمون'' میں ضمیر ''کم'' بھی جمع ہے اور ''مالکم تکونوا تعلمون'' میں بھی جمع ہے نیز جس طرح ''علمک مالم تکن تعلم'' (جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتا دیا) میں عقل مخصص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ آپ کو حاصل نہیں ہو سکتے (حالانکہ آپ انہیں بھی نہیں جانتے تھے، کیونکہ متناہی کے ساتھ غیر متناہی کا قیام نہیں ہو سکتا اور حضور ﷺ متناہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں۔ اس لیے جہاں عقل تخصیص کرتی ہے کہ اس آیت کے عموم سے اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علوم مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح وہ علوم بھی مستثنیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں جن کو ''مالا دلیل

---

[1] لیکن تمام امت کے کل علوم مل کر بھی حضور ﷺ کے علم کے برابر نہیں ہو سکتے اس کی تفصیل بادلائل آگے آ رہی ہے۔

علیہ '' سے تعبیر کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح '' یعلکم مالم تکونوا تعلمون '' میں بھی عقلاً تخصیص ہوگی۔ حضور ﷺ نے سب امت کو سب علوم بتائے۔ لیکن ان سب سے مراد وہ علوم ہیں جو ان افرادِ امت کے اپنے اپنے حال کے مناسب اور ان کی اپنی شان کے مطابق ہیں (اور قاعدہ جمع کا تقابل جمع سے بھی یہی تقاضا کرتا ہے)۔ لہٰذا یہاں بھی علوم کے عموم سے وہ علوم مستثنیٰ ہیں جو نبوت اور رسالت اور خاص طور پر آپ کے خصائص میں سے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امت کے تمام افراد کے علوم مل کر بھی حضور ﷺ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ایک قطرہ سمندر کے سامنے ہو۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء:۱۱۳)

جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے وہ ہم نے آپ کو بتا دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالی کا عظیم فضل ہے۔

اس آیت کے تحت ہم نے حضور ﷺ کا علم کلی ثابت کیا ہے اور اس سلسلے میں منکرین علم مصطفیٰ ﷺ کے جو شبہات ہیں ان کا مسکت جواب بادلائل و باحوالہ بیان کر دیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے یہ امر لانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے علماء اسلام میں سے کن کن حضرات نے حضور ﷺ کے علم کلی پر استدلال کیا ہے اور غلام رسول سعیدی کا دامن اس استدلال میں کن کن نفوس قدسیہ کے ساتھ وابستہ ہے؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

وقد کثر الاختلاف فی الروح بین الحکماء والعلماء المتقدمین قدیما وحدیثا الی ان قال فالاکثرون علی انھم علی ان اللہ تعالی ابھم علم الروح علی الخلق واستاثرہ لنفسہ حتی قالوا ان النبی ﷺ لم یکن عالما بہ قلت جل منصب النبی

روح کی حقیقت میں حکماء اور علماء شروع اور آخیر میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالی نے روح کی حقیقت مخلوق پر منکشف نہیں کی اور اس کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے' یہاں تک کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کو بھی روح کی حقیقت کا علم نہیں

وهو حبیب اللہ وسید خلقه ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ بقوله (وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما) وقد قال اکثر العلماء لیس فی الایة دلیل علی ان الروح لا یعلم ولا علی النبی ﷺ لم یکن یعلمها.

(علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۰۱)

تھا[1] میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کا مقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو' حالانکہ آپ تمام مخلوق کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعام فرمایا کہ ''آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے''؟ اکثر علماء نے کہا کہ اس آیت مبارکہ میں روح کے منکشف ہونے کی دلیل نہیں اور نہ اس بات پر کہ نبی ﷺ اس کو جانتے نہیں تھے۔

علامہ عینی نے حضور ﷺ کے علم روح پر ''علمک ما لم تکن تعلمون'' سے استدلال کیا ہے اور یہ استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ''علمک ما لم تکن تعلم'' کو علم کلی پر محمول کیا جائے کیونکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ علم روح جزی علم ہے اور جزی کا علم جزی سے نہیں کلی سے مستفاد ہوتا ہے۔ اگر ''علمک مالم تکن'' سے مراد بعض علوم جزئیہ ہوں تو ان سے علامہ عینی کا علم کلی پر استدلال صحیح نہیں ہوگا۔ یہ استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب ''علمک مالم تکن'' سے مراد علم کل فھو المراد۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

(وعلمک) بانواع الوحی (مالم تکن تعلم) ای الذی لم تکن تعلمه من خفیات الامور و ضمائر

اللہ تعالیٰ نے وحی کی مختلف اقسام سے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے خواہ وہ پوشیدہ

---

[1] حضور ﷺ کو روح کی حقیقت کا علم تھا اس پر مستقل عنوان کے تحت بحث کریں گے۔

الصدور ومن جملتها وجوه ابطال کید الکائدین اومن امور الدین واحکام الشرع. کما روی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما اومن الخیر والشر. کما قال الضحاک اومن اخبار الاولین والاخرین کما قیل اومن جمیع ما ذکر کما یقال ومن الناس عن فسر الموصول باسرار الکتاب والحکمة ای انه سبحانه انزل علیک ذالک واطلعک علی اسراره واوقفک علی حقائقه. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ ۵، ص ۱۴۴)

امور ہوں یا لوگوں کے دلوں کے حالات اور انہیں علوم میں مکر کرنے والوں کے مکر کا ابطال بھی شامل ہے اور ان میں احکام شریعت اور امورِ دین بھی داخل ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا ہر خیر اور شر کا علم جیسا کہ ضحاک کا قول ہے یا تمام اولین اور آخرین کی خبریں جیسا کہ بعض کا قول ہے یا مذکورہ تمام امور مراد ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور اس کے تمام اسرار پر آپ کو مطلع کر دیا اور ان کے تمام حقائق پر آپ کو واقف کر دیا۔

اور علامہ علاؤ الدین خازن اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

علمک مالم تکن تعلم یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمک من الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناه وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدهم (وکان فضل الله علیک عظیما) یعنی ولم یزل فضل الله علیک یا محمد عظیما فاشکره علی ما اولالک من

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلا دیں جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' یعنی شریعت کے احکام اور امورِ دین' اور ایک تفسیر یہ ہے کہ غیب سے آپ جو کچھ نہیں جانتے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ کو تمام پوشیدہ چیزوں اور لوگوں کے دلوں کے حالات پر مطلع کر دیا اور منافقین کے احوال اور ان کے مکر پر مطلع کر دیا۔ اور "اے محمد! اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ آپ پر قائم رہا ہے"۔

احسانہ ومن علیک بنبوتہ و علمک ما انزل من کتابہ و حکمتہ. (علامہ علاؤالدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، لباب التاویل الموسوم بالخازن ج ۱ ص ۴۲۹)

آپ اس کی نعمتوں پر شکرادا کیجئے جس نے اپنے احسان سے آپ کو نبوت عطا کی اور آپ پر جو کتاب اور حکمت نازل کی اس کا علم عطافرمایا۔

اور علامہ مظہری لکھتے ہیں:

وعلمک العلوم بالاسرار و المغیبات. (علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۳۴)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسرار اور مغیبات کا علم عطافرمایا۔

اور علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

من خفیات الامور وضمائر القلوب اومن امور الدین والشرائع. (علامہ جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۵۶۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام چیزیں بتلادیں جن کو پہلے آپ نہیں جانتے تھے۔ یعنی مخفی امور، لوگوں کے دلوں کے حالات امور دین اور احکام شریعت۔

اور علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

(وانزل اللہ علیک الکتب و الحکمۃ) یقول ومن فضل اللہ علیک یا محمد مع سائر ما تفضل بہ علیک من نعمہ انہ انزل علیک الکتب وھو القران الذی علیہ بیان کل شیء وھدی وموعظۃ والحکمۃ یعنی وانزل علیک مع الکتاب الحکمۃ وھی ماکان فی الکتاب مجملا ذکرہ من حلالہ وحرامہ وامرہ ونہیہ واحکامہ ووعدہ و

(اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اے محمد! باوجود ان باقی تمام نعمتوں کے جن سے ہم نے آپ کو فضیلت دی ہے اس کی خاص نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے آپ پر کتاب نازل کی جو کہ قرآن ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے۔ اور حکمت نازل کی یعنی کتاب کے ساتھ آپ پر حکمت نازل کی جس میں قرآن کریم میں جو حلال وحرام امر ونہی

وعیدہ (وعلمک مالم تکن تعلم) من خبر الاولین والاخرین، وما کان وما ھو کائنا قبل ذالک من فضل اللہ اللہ علیک یا محمد مذخلقک فاشکرہ علی ما اولاک.

(ابوجعفر محمد بن ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان پ ۵ص ۱۷۷)

احکام، وعد اور وعید کا مجملاً ذکر ہے اس کا بیان ہے ''اور جن چیزوں کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے وہ سب آپ کو بتلا دیا'' خواہ وہ اولین اور آخرین کا بیان ہو یا ''ما کان وما یکون'' ہو جب سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آپ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔ آپ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے۔

''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' (النساء: ۱۱۳) کے تحت ہم نے جو حضور ﷺ کا علم کلی بیان کیا تھا اس پر عقلی شبہات کو قواعد عربیہ اور کتب تفسیر کی تائید سے دور کر دیا اور بالخصوص اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مستند ائمہ تفاسیر کی عبارت سے حضور ﷺ کے اس علم کلی کو مبرہن کر دیا (تاہم یاد رہے کہ علم کلی کا عقیدہ قطعی نہیں ہے، ظنی ہے اور جو شخص محض تحقیق کی وجہ سے ان دلائل سے اختلاف کرے اور اس کی نیت تنقیص رسالت نہ ہو تو اس سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے)۔

تاہم اس اختلافی مسئلہ میں ہمارا مختار وہی ہے جو ان علماء اسلام کا ہے اور جس کا دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے معمور ہو۔ اس کی آنکھیں اس بیان کو پڑھ کر روشن ہوں گی اور دل مسرور ہو گا کیونکہ محبت کا یہی تقاضا ہے اور جن کے دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے خالی ہیں اور وہ آپ کی عقیدت سے محروم ہیں ان کے ذہن پریشان ہوں گے' چہرہ زرد ہو جائے گا' دل کی کلیاں مرجھا جائیں گی اور ان کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ جائے گی اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر ہے کیونکہ رسول ﷺ کے علمی کمالات ان لوگوں کو کبھی راس نہیں آئے۔

مخالف مذکور نے لکھا ہے:

خاں صاحب کا یہ دعویٰ کہ روز ازل سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے۔

(محمد سرفراز خان صفدر، اتمام البرہان، ص ۲۶)

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ عینی، علامہ آلوسی، علامہ خازن، علامہ زمخشری اور علامہ

ابن جریر طبری سب نے ہی اپنے اپنے انداز میں علم کلی کی تقریر کی ہے اور آپ کے فتویٰ سے یہ تمام علماء اساطین دین (ان کے علاوہ اور بہت سے علماء کا ہم آئندہ مباحث میں ذکر کریں گے) بیک جنبش قلم کافر قرار پائے۔ پہلے آپ نے حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کے اطلاق کو کفر اور شرک قرار دیا تھا اور اپنے اس فتویٰ سے علامہ زمخشری، علامہ میر سیّد شریف، علامہ فخر رازی، ابن جریر طبری، علامہ بیضاوی، امام قرطبی' علامہ آلوسی، علامہ شوکانی، علامہ اسماعیل حقی، شیخ ابوسعود، علامہ نیشاپوری، علامہ خازن، علامہ عسقلانی، علامہ ابن حجر مکی' ملا علی قاری اور ابن عابدین شامی کو کافر اور مشرک قرار دے ڈالا کیونکہ ان علماء اسلام نے حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

ذرا سوچیں تو سہی کہ آپ کی ایک عبارت نے کتنے رجال اسلام کو کافر ومشرک بنا ڈالا ہے؟ ؎

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسمان نے جنہیں خاک چھان کر

پھر اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ خود سمیت اپنے گھر کے بزرگوں کو بھی کافر اور مشرک بنا ڈالا کیونکہ مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ پر علم غیب کا اطلاق کفر ہے اور تھانوی صاحب نے ''حفظ الایمان'' میں، حسین احمد مدنی نے ''شہاب ثاقب'' میں، مرتضی حسین چاند پوری نے ''توضیح البیان فی حفظ الایمان'' میں جگہ جگہ اور محمد منظور نعمانی نے ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں متعدد جگہ اور خود مخالف مذکور نے ''عبارات اکابر'' میں حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

بتلایئے کہ آپ کے فتویٰ کے بشمول آپ کے دیوبند کے یہ تمام صنادید کافر اور مشرک ہوئے یا نہیں؟ ؎

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

حضور ﷺ کے علم کلی پر ہم نے قرآن کریم سے دو دلیلیں پیش کی ہیں۔ اس کے بعد احادیث شریفہ اور علماء اسلام کی عبارات کی روشنی میں یہ مسئلہ آپ پر واضح کرنا چاہتے ہیں

تاکہ معلوم ہو کون کون سی برگزیدہ ہستیاں مخالف مذکور کے فتویٰ کفر کی زد میں ہیں؟

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظہ ونسیہ من نسیہ.

(امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری، ج ا ص ۴۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہے کہ رسول ﷺ ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے ابتداء آفرینش سے خبریں بیان کرنا شروع کیں۔ حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں اپنے مراتب تک جانے اور جہنمیوں کے جہنم میں اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں۔ جس شخص نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلایا اس نے بھلا دیا۔

اور علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا وفی ایراد ذالک کلھا فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ وکیف و قد اعطی جوامع الکلم مع ذالک. (حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور ﷺ نے مجلس واحد میں تمام مخلوقات کے احوال ان کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک بیان کر دیئے اور ان سب کو ایک مجلس میں بیان کر دینا حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک امر عظیم ہے اور یہ کیونکر غیر متصور ہوگا جب کہ آپ کو جوامع الکلم بھی دیئے گئے ہیں؟

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وفی تیسیر ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم ویقرب ذالک مع کون

ان تمام خبروں کو ایک مجلس میں بیان کر دینا حضور ﷺ کے ان عظیم معجزات میں سے ہے جن میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں

معجزاته لا مرية فيها انه ﷺ اعطی جوامع الکلم. (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۱ص ۱۰)

ہے۔اس کے علاوہ آپ کو جوامع الکلم بھی عطا فرمائے گئے تھے۔

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ای اخبرنا عن المبدء شيئا بعد شیء الی ان انتهی الاخبار عن حال الاستقرار فی الجنة والنار ودل ذالک علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من المبدء والمعاد والمعاش فتيسير ايراد ذلک فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظيم.

یعنی حضور ﷺ نے ابتداء خلق سے لے کران کے جنت اور دوزخ میں ٹھہرنے تک کے تمام احوال بیان فرمادیے اور ایک مجلس میں تمام مخلوق کے ان تمام احوال کو بیان فرمادیا جوان کی ابتداء، دنیاوی زندگی اور اخروی احوال پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس تفصیلی بیان کو حضور ﷺ پر آسان کر دینا ایک امر عظیم ہے۔

(سید علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۱ص ۴۴)

اس مضمون کی ایک اور حدیث امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن حذيفة لقد خطبنا النبی ﷺ خطبة ما ترک فيه شيئا الی قيام الساعة الا ذكره علمه من علمه وجهله من جهله الحديث. (امام محمد بن اسماعیل متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ص ۹۷۷)

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک خطبہ دیا اور قیامت تک جتنے امور ہونے والے تھے آپ ﷺ نے وہ سب بیان کر دیئے جس شخص نے انہیں جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔

علامہ قسطلانی اوران کے متن کی شرح کے ساتھ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

فوضح من هذا الخبر وغير مما سياتی عن الاخبار وسنح من خواطر الابرار الاخيار انه ﷺ

اس حدیث اور آنے والی احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ لوگوں کی دنیاوی زندگی میں ان کے دلوں کے احوال

عرفهم بما یقع فی حیاته و بعد موته وما قد انحتم و قرعه فلا سبیل الی فوقه وقال ابو زر فی حدیث رواه احمد والطبرانی وغیرها. لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرک طائر جناحیه فی السماء الاذکرنا منه علما. ولا شک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعه علی ازید من ذالک والقی علیه علم الاولین والاخرین.

(شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ۷ ص ۲۰۶)

پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کی موت کے بعد ان کے عواقب امور پر اور ''مسند احمد'' اور ''طبرانی'' اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں اس حال میں چھوڑ کر گئے کہ آپ نے آسمان پر اڑنے والے سب پرندوں کے بارے میں علم سے نوازا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہت زیادہ علم فرمایا ہے اور آپ کے قلب پر اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت ربی عزوجل فی احسن صورة قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدي فعلمت ما فی السموت والارض الحدیث. (شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۷۰)

عبدالرحمٰن بن عائش بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل کو حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملأ اعلیٰ کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ! تو ہی خوب جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا کما یستفاد من قصة المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھا.

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تمام آسمانوں بلکہ اس کے اوپر تمام حوادث اور حقائق دیکھ لیے جیسا کہ واقع معراج سے ظاہر ہے اسی طرح ساتوں زمینوں بلکہ ان کے نیچے بھی جتنے حقائق ہیں وہ سب دیکھ لیے۔

(ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۰)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کنایة عن حصول جمیع العلوم. (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۳ھ اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۸۹)

حضور ﷺ کا فرمانا کہ میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو تمام علوم حاصل ہو گئے۔

نیز شیخ محقق اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس دانستم ہرچہ در آسمان ہاو ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول علوم جزوی وکلی احاطہ آں.

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۳۳)

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے ان کا احاطہ کرلیا۔

صاحب ''مشکوۃ'' نے اس حدیث کو ''ترمذی'' سے بھی تصحیح بخاری کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

فتجلی لی کل شئی و عرفت.

(شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوۃ ص ۷۲)

مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے اس کو جان لیا۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس ظاہر شدو روشن شد مراہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج۱،ص۳۳۲)

پس مجھ پر ہر چیز ظاہر اور روشن ہوگئی میں نے علوم میں سے ہر چیز کو جان لیا۔

''مشکوٰۃ شریف' کتاب الملاحم'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ انی لاعرف اسماء ھم و اسماء ابائھم الحدیث. (شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان لوگوں کے اور ان کے آباء کے نام پہچانتا ہوں۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالۃ علی ان علمہ ﷺ محیط بالکلیات و الجزئیات.

(ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج۱۰،ص۱۵۱)

حضور ﷺ کے اس فرمان میں آپ کے معجزہ کے علاوہ اس بات پر دلالت ہے کہ آپ کا علم (تمام) کلیات اور جزئیات کے علم کو محیط ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اولا لی الارض فرأیت مشارقھا و مغاربھا.

(ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشا پوری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج۲،ص۳۹۰)

حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لیے۔

سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر حضور ﷺ کی اجازت سے آپ کی نعت میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

فاشهد ان اللہ لا رب غیرہ
وانک مامون علی کل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔

سواد بن قارب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ شعر سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے اور آپ کے چہرہ سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آپ نے مجھے دعائیہ کلمات فرمائے: ''افلحت یا سواد''۔ اے سواد! تم کامیاب ہو گئے۔

(علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، سیرت حلبیہ ج ۱ص ۳۲۴)

امام بوصیری ''قصیدہ بردہ'' میں لکھتے ہیں:

ومن علومک علم اللوح والقلم.

لوح اور قلم کا علم آپ کے علم کا بعض ہے۔

اس کی شرح میں علامہ خرپوتی لکھتے ہیں:

ان اللہ اطلعہ علیہ السلام علی ماکتب القلم فی اللوح المحفوظ وزادہ ایضا لان اللوح والقلم متناھیان فما فیھما متناہ ویحوز احاطت المتناھی بالمتناھی.

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان تمام چیزوں پر مطلع کر دیا جن کو قلم نے لوح محفوظ میں لکھا ہے اور اس سے بھی زیادہ علم عطا کیا۔ اس لیے کہ لوح اور قلم دونوں متناہی ہیں۔ پس جو کچھ ان میں ہے وہ بھی متناہی اور متناہی کا متناہی احاطہ کر سکتا ہے۔

(علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عقیدہ الشہدۃ ص ۲۱۹)

اور شیخ زادہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولعلھا اللہ اطلعہ علی جمیع مافی اللوح وزادہ ایضا لان اللوح والقلم متناھون فما فیھما متناہ ویجوز احاطۃ المتناھی بالمتناھی ھذا اعلی قدر فھمک. اما من اکتحلت بصیرتہ بالنور الالھی

تحقیق یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان تمام چیزوں پر مطلع کر دیا جو لوح محفوظ میں ہیں بلکہ اس سے زیادہ پر بھی۔ کیونکہ قلم اور لوح متناہی ہیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ بھی متناہی ہے اور متناہی کا متناہی احاطہ کر سکتا ہے۔ یہ ظاہری تقریر ہے۔

فیشاھد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جز من علومه کما ھی جز من علم الله سبحانه لانه علیه السلام عند انسلاخ عن البشریة کما لا یسمع و لایبصر ولا یبطش ولا ینطق الابه جلت قدرته وعمت نعمته کذالک لا یعلم الا بعلمه الذی لا یحیطون بشئی منه الا بما شاء کما اشار الیه بقوله وعلمک مالم تکن تعلم. (شیخ زادہ،شرح قصیدہ بردہ علی ہامش العقیدہ ص۲۱۲۔۲۲۰)

لیکن جس شخص نے نورالٰہی کی بصیرت کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہو وہ اپنے وجدان اور ذوق سے اس بات کا مشاہدہ کرے گا کہ لوح وقلم کے علوم حضور ﷺ کے علوم کا جز ہیں اور آپ کے علوم اللہ تعالیٰ کے علم کا جز کیونکہ حضور ﷺ جب بشریت سے باہر آئے تو آپ کا سننا' دیکھنا' تصرف کرنا بولنا سب اللہ جل مجدہ کی صفات سے ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے بصارت سے دیکھتے علی ہذا القیاس) اس طرح حضور کا جاننا بھی اللہ کی صفت علم سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی طرف اپنے قول ''وعلمک مالم تکن تعلم''میں اشارہ فرمایا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور ﷺ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

علوم اولین وآخرین اورا دادہ وحقائق اشیاء کما ھی نمودہ اند. (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج۱ص۸۷)

تمام اولین اور آخرین کے علم حضور ﷺ کو عطا فرمائے اور تمام اشیاء کی حقیقت پر مطلع کیا۔

ہم نے احادیث صحیح اور مستند علماء کی عبارات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے لے کر دخول جنت تک کا علم عطا فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ تمام واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان فرمائے ہیں اور علماء اسلام نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اولین اور آخرین کا علم عطا فرمایا ہے اور کلی غیب پر مطلع کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے اس علم کے ثابت کرنے کو مخالف مذکور کفر قرار دیتے ہیں۔ لکھتے

ہیں:

خان صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ روز ازل (اوّل وضاحت از مصنف) سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے۔

(محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۲۶)

مخالف مذکور نے حضور کے لئے علم ''ماکان ومایکون'' (جو ہو چکا اور جو ہو گا کا علم) ثابت کرنے کو بھی کفر لکھا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ علم ''ماکان ومایکون'' کا اصل مصدر کیا ہے اور مستند علماء اسلام میں سے کن کن حضرات نے حضور ﷺ کے لیے ''ماکان ومایکون'' کا علم ثابت کیا ہے؟

اس سے بیشتر کہ ہم علم ''ماکان ومایکون'' کا بیان کریں ایک بار پھر یہ تصریح کر دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے علم کلی، کلی غیب یا ''ماکان ومایکون'' ماننا فرض ہے نہ واجب، نہ اس کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علماء نے نیک نیتی سے اختلاف بھی کیا ہے۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ حضور ﷺ کے لیے یہ علم ثابت ہے اور یہی آپ کی شان کے لائق ہے۔

علم ''ماکان ومایکون''

علم ''ماکان ومایکون'' پر درج ذیل دلائل ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی زید قال صلی بنا رسول الله ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وما هو کائن فاعلمنا احفظنا۔ (ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹)

ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ دیا۔ حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا پھر منبر سے اُترے ظہر پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ دیا۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا پھر منبر سے اترے اور نماز پڑھی اس کے بعد پھر منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ

نے ہمیں ''ماکان و ما یکون'' کی خبریں دیں۔ پس ہم میں سے جو زیادہ حافظہ والا تھا اس کو زیادہ علم تھا۔

علامہ قسطلانی بیان فرماتے ہیں:

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع فی الدنیا (بحیث احطت بجمیع ما فیها. شرح زرقانی) فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه.

(شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، مواہب مع زرقانی ج ۱ ص ۲۰۴)

طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام دنیا کو منکشف کر دیا۔ پس میں (یعنی میں نے تمام دنیا کا احاطہ کر لیا۔ شرح زرقانی) دنیا اور جو دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے (یعنی ''ما کان و ما یکون'' سعیدی) اس طرح دیکھ رہا تھا جیسا کہ اپنی اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

علامہ زرقانی اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں:

ثم یعلم باعتبار صدقه و وجوب اعتقاد ما یقول ان کل ما علمه الناس بعده من جملة مالا، حین رفعت له الدنیا ﷺ.

(محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ شرح مواہب زرقانی ج ۶ ص ۲۰۵)

چونکہ حضور ﷺ کا صدق معلوم ہے اور آپ کے قول کے مطابق اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کے وصال کے بعد جو بھی واقعات لوگوں سامنے آئے وہ یہ یقین رکھیں کہ یہ وہ واقعات ہیں جو حضور ﷺ نے اسی وقت دیکھ لیے تھے۔ جب آپ کو دنیا دکھائی گئی تھی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○

(الرحمٰن: ۳۔۴)

اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا۔

''انسان'' اور ''بیان'' کی تفسیر میں مفسرین کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ''انسان'' سے مراد حضور ﷺ ہیں اور ''بیان'' سے مراد ''ما کان و مایکون'' کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ''ما کان و مایکون'' کا علم عطا فرما دیا۔ یہ ابن کیسان کا قول ہے اور اس کو اکثر مفسرین نے بغیر کسی جرح کے نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قول ان مفسرین کا معتمد اور مختار ہے۔ العیاذ باللہ کوئی کفریہ عقیدہ نہیں ہے:

ملاحظہ فرمائیے! امام قرطبی فرماتے ہیں:

الانسان ھاھنا یرادبه محمد ﷺ والبیان بیان الحلال من الحرام، والهدی من الضلال وقیل ما کان وما یکون لانه بین لمن الاولین والاخرین ویوم الدین. (ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷، ص ۱۵۲)

''انسان'' سے یہاں محمد ﷺ مراد ہیں اور ''بیان'' سے مراد حلال کا حرام سے ہے اور ہدایت کا گمراہی سے بیان ہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ''ما کان و ما یکون'' کا بیان ہے کیونکہ حضور ﷺ نے تمام اولین و آخرین اور قیامت تک کی خبریں بیان کی ہیں۔

اور علامہ خازن فرماتے ہیں:

اراد بالانسان محمدا ﷺ علمه البیان یعنی بیان مایکون وما کان لانه ﷺ ینبئی عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین.

(ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۷، ص ۱۵۲)

''انسان'' سے مراد یہاں محمد ﷺ ہیں اور ''علمه البیان'' سے مراد ''ما کان و ما یکون'' کا بیان ہے کیونکہ حضور ﷺ نے تمام اولین، آخرین اور قیامت تک کی خبریں دی ہیں۔

اور قاضی مظہری لکھتے ہیں:

وجاز ان یقال خلق الانسان یعنی محمد ﷺ علمه البیان یعنی القرآن فیه بیان ما کان وما یکون من

اور یہ قول جائز ہے کہ ''انسان'' سے مراد محمد ﷺ ہیں اور ''بیان'' سے مراد قرآن ہے جس میں ازل سے لے کر

الازل الی الابد. ابدتک ''ما کان و مایکون'' کا بیان ہے۔

(قاضی محمد ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ تفسیر مظہری پ ۲۷ ص ۱۴۵)

امام غزالی انبیاء علیہم السلام کے خصائص بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

والرابع ان له صفة يدرک ما سيكون فى الغيب اما فى اليقظة او فى المنام اذ بها يطالع اللوح المحفوظ فيرى مافيه من الغيب فهذه كمالات وصفات يعلمه ثبوتها للانبياء. (امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۷)

نبی کی چوتھی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نیند یا بیداری میں غیب کے ''مایکون'' کا ادراک کر لیتا ہے کیونکہ اسی صفت کے ساتھ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوح میں امور غیبیہ کو دیکھ لیتا ہے۔ پس یہ وہ کمالات اور صفات ہیں جن کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے لیے معلوم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انبیاء علیہم السلام کی چھیالیس صفات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے یہ ہیں:

الثانية والاربعون اطلاع على ما سيكون الثالثة والاربعون الاطلاع على ما كان عما لم ينقله احد قبله.

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۱)

نبی کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ اس کو ''مایکون'' کا علم ہو اور تنتالیسویں صفت یہ ہے کہ اس کو اس ''ماکان'' کا علم ہو جو اس سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

علامہ خرپوتی لکھتے ہیں:

يجوز ان يقال انه عليه السلام كان اعلم منهم ببعض الامور كامور الاخرة واشراط الساعة واحوال السعداء والاشقياء وعلم ماكان ومايكون ثم اعلم ان بيان علمه ثابت

یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ حضور ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نسبت بعض امور میں زیادہ علم رکھتے ہیں مثلاً امور آخرت، علامات قیامت، نیک اور بد لوگوں کے احوال کا علم اور ''ماکان ومایکون'' کا

بقوله تعالی وعلمک مالم تکن تعلم.

(علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عصیدۃ الشہیدۃ ص ۸۱)

علم۔ پھر یادرکھو کہ حضور ﷺ کے یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ کے قول "علمک مالم تکن تعلم" سے ثابت ہیں۔

نیز علامہ خرپوتی تحریر فرماتے ہیں:

لانہ علیہ السلام مفیض وانھم مستفاضون لانہ تعالیٰ خلق ابتداء روحہ علیہ السلام موضع علوم الانبیاء وعلم ماکان ومایکون فیہ ثم خلقھم فاخذوا علومھم منہ علیہ السلام.

(علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عصیدۃ الشہیدۃ ص ۸۳)

کیونکہ حضور ﷺ فیض دینے والے ہیں اور تمام انبیاء آپ سے فیض لینے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو پیدا کیا اور آپ کو انبیاء کے علوم اور "ماکان ومایکون" کا علم عطا کیا۔ پس انبیاء علیہم السلام نے آپ سے علوم حاصل کیے۔

فائدہ: مذکورہ بالا شرح "قصیدہ بردہ" کے اس شعر کی ہے:

وکلھم من رسول اللہ ملتمس
غرفا من البحر او رشفا من الدیم

(علامہ عمر بن احمد خرپوتی، عصیدۃ الشہیدۃ ص ۸۳)

تمام انبیاء حضور ﷺ سے مانگتے ہیں (علم کے) سمندر سے ایک چلو یا (علم کی) بارش سے ایک قطرہ۔

علامہ خرپوتی اس شعر کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان ھذا البیت ثالث الابیات التی تمایل فیما النبی ﷺ فیلزم لقاری ان یکررہ.

یادرکھو کہ یہ شعر "قصیدہ بردہ" کے ان اشعار میں سے تیسرا شعر ہے جسے پڑھ کر حضور ﷺ جھوم رہے تھے۔ پس پڑھنے والے پر لازم ہے کہ اس کو بار بار پڑھے۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

(لکن اللہ یشھد بما انزل الیک) لتجلیہ فیہ سبحانہ (انہ لہ بعلم) ای متلبسا بعلمہ المحیط

(لیکن اللہ تعالیٰ اس قرآن پر شاہد ہے جس کو آپ پر نازل کیا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے علم کی تجلی فرمائی (اللہ تعالیٰ

الذی لا یعزب عنه مثال ذرة فی السموات ولا فی الارض. ومن ھنا علم ﷺ ما کان وما ھو کائن.

(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۳ھ روح المعانی پ۶ ص۲۲)

نے یہ قرآن اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا تو اپنی اس صفت علم کے ساتھ آپ پر تجلی کی جس علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے ''ماکان ومایکون'' کو جان لیا۔

اور ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وعلمک مالم تکن تعلم من خبر الاولین والاخرین وماکان وماھو کائن. (علامہ سید ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان پ۵ ص۱۷۷)

آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے ہیں ہم نے وہ سب آپ کو بتا دیا اولین اور آخرین کی خبریں اور ''ماکان ومایکون''۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وعرض امته علیه باسرھم حتی راھم وعرض علیه ما ھو کائن فی امته حتی تقوم الساعة.

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر آپ کی تمام امت پیش کی تھی کہ آپ ﷺ نے سب کو دیکھا اور آپ ﷺ کی امت میں قیامت تک جو ہونے والے واقعات تھے سب دکھا دیے (یعنی ماکان ومایکون)۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فلا یصح منه الجھل بشئی من تفاصیل الشرع الذی امر بالدعوة الیه اذلا تصح دغوته الی مالا یعلمه واما ما تعلق بعقده من ملکوت السموات والارض وخلق الله

شریعت کی تفاصیل میں سے کسی چیز سے حضور ﷺ کو ناواقفیت ہو یہ صحیح نہیں کیونکہ جب تک آپ کو کسی چیز کا علم نہ ہوگا اس کی طرف آپ کی دعوت صحیح نہیں ہوگی۔ وہ چیزیں جن کی معرفت آپ کے دل کو

وتعيين اسماء الحسنى واياته الكبرى وامور الاخرة واشراط الساعة واحوال السعداء والا شقياء وعلم ما كان ومايكون مما لم يعلمها الا بوحى فعلى ما تقدم من انه معصوم فيه لا ياخذه فيما اعلم منه شك ولا ريب بل هو فيه على غاية اليقين.

(قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۰۰)

حاصل ہے مثلاً زمین و آسمان کی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی کی تعیین' آیات کبریٰ' امور آخرت' قیامت کی علامات' نیک اور بد لوگوں کے احوال ''ما کان و مایکون'' کا علم' یہ اس قبیل سے ہے جس کو آپ نے صرف وحی کے ذریعہ جانا ہے۔ پس جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ان علوم میں آپ معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو بتلایا ہے اس میں آپ کو کسی قسم کا شک نہیں ہے بلکہ آپ کو ان علوم میں انتہائی یقین حاصل ہے۔

اس کے بعد قاضی عیاض نے لکھا ہے:

لكنه لا يشترط له العلم بجميع تفاصيل ذلك.

لیکن آپ کے علم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آپ کو ان امور کی جمیع تفاصیل کا علم ہو۔

یہ عبارت منکرین عظمت علم مصطفیٰ کو مفید نہیں ہے۔ اولاً: اس لیے کہ قاضی عیاض یہ کہہ رہے ہیں کہ جمیع تفاصیل کا حاصل ہونا آپ کے علم کے لیے شرط نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ رہے کہ جمیع تفاصیل آپ کو حاصل نہیں ہیں اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ نبی کے لیے صاحب کتاب ہونا شرط نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ ثانیاً: جمیع تفاصیل کے ہم قائل نہیں ہیں اس کی وضاحت ''علم الٰہی اور علم رسول میں فرق'' کے عنوان سے آجائے گی اور ان شاء اللہ حق وہاں بالکل ظاہر ہو جائے گا اور اس وقت قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ قاضی عیاض کی یہ عبارت ہمارے مسلک کے قطعاً خلاف نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

(فلا یصح منه) ای النبی علیه الصلوۃ والسلام (الجھل بشیء من تفاصیل الشرع الذی امر بالدعوۃ اذ لاتصح دعوتہ الی ما لا یعلمه) ای الی مالا علم به لدیه ﷺ (واما ما تعلق بعقده) ای یجزم قبله فی معرفة ربه (من ملکوت السموت والارض) ای ظواھرھما وبواطنھما (وخلق الله تعالی) ای و سائر مخلوقاته العلویة والسفلية (وتعيين اسمائه الحسنى) ای المشتملة علی نعوت الجمال وصفات الجلال کما یقتضیه ذات الکمال (و ایاته الکبری) ای العظمی من عجائب مخلوقاته وغرائب مصنوعاته (و امور الاخرة) من نشر وحشر و شدائد احوالھا و مکایدا ھو الھار (واشراط الساعة) ای علاماتھا من قطیعة الارحام وقلة الکرام و کثرة اللیام و کثرة الظلم من الانام (واحوال السعداء) فی جنة النعیم (والاشقیاء) فی محنة الجحیم (وعلم ماکان) فی بدء الامر (وما یکون مما لم یعلمه) ویروی فیما لا یعلمه (الا بوحی فعلی ماتقدم)

جن شرعی احکام کی طرف دعوت دینے کا حضور ﷺ کو حکم دیا گیا ہے۔ ان کی تفاصیل سے آپ کا ناواقف ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ جس چیز کا آپ کو علم نہ ہو اس چیز کی طرف آپ کی دعوت دینا صحیح نہیں ہے۔ اور جن چیزوں کی معرفت کا آپ کو اپنے رب کی طرف سے یقین ہے یعنی زمین و آسمان کی ظاہری اور باطنی نشانیاں' اللہ تعالیٰ کی تمام اعلیٰ اور ادنیٰ مخلوق' اللہ تعالیٰ کے تمام ان اسماء کی تعیین جو اس کی صفت جمال' جلال اور کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ عجائب مخلوقات میں اس کی نشانیاں' امور آخرت میں حشر ونشر اور اس دن کی شدید ہولناکیاں، قیامت کی علامات، قطع رحمی، عزت کا کم اور ملامت کا زیادہ ہونا' لوگوں پر زیادتی کا زیادہ ہونا، نیک لوگوں کے جنت میں احوال اور بدکار لوگوں کی جہنم میں تکلیفیں' ابتداء آفرینش کے خلق کے احوال کا علم اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم جو سوائے وحی کے معلوم نہیں ہو سکتے' ان تمام علوم کے بارے میں جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے آپ معصوم ہیں یعنی جن چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے یا جو چیزیں آپ نے لوگوں کو بتلائی ہیں' ان کے بارے میں آپ کے ذہن میں کسی قسم کا

جواب اما ای محمول علےٰ ماسبق (من انه معصوم فيه لا ياخذه فيما اعلم به) بصيغة المجهول (منه شک) ای تردد (ولاريب) ای شبهت لقوله تعالیٰ فلا تكونن من الممترين (بل هو فيه علىٰ غاية اليقين) فی طريق الدين المبين.

تردد اور شک واقع نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شک کرنے سے منع فرمایا ہے: کہ ”آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں“ اس لیے ان علوم میں آپ کو شک نہیں، بلکہ انتہائی یقین حاصل ہے جو کہ دین مبین کا طریقہ ہے۔

(ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ص ۶۰۔۶۱)

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی اس عبارت کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

(فلا يصح) ولا يجوز عقلا وشرعاً (منه) ﷺ ومن كل نبی (الجهل بشئی من تفاصيل الشرع) ای شرعه ﷺ (الذی امر) بالنبأ للمفعول ای امره الله تعالىٰ (بالدعوة) ای دعوة امته (اليه) ای الی اتباعه والعمل به لان جهله به ينافی امره بدعوته (ولاتصح دعوته الیٰ ما لا يعلمه) لانه طلب المجهول وهو ممتنع عقلاً وشرعا وعبث غير مفيد فكان ﷺ اعلم الناس باحكام ربه وله الولاية العامة علی جميع خلقه والامامة العظمی فكان يحكم بالقضاء والسياسة

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس شریعت کی دعوت دینے کے لیے مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ عقلاً اور شرعاً یہ ناممکن ہے کہ حضور ﷺ کو اس کی تفصیل کا علم نہ ہو۔ کیونکہ شریعت سے لاعلمی اس کی طرف دعوت دینے کے منافی ہے۔ نیز شریعت سے لاعلم ہو کر اس کی طرف دعوت دینا طلب مجہول مطلق کو مستلزم ہے جو کہ عقلاً اور شرعاً محال ہونے کے علاوہ عبث اور غیر مفید ہے۔ پس حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ اپنے رب کے احکام جاننے والے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر عام حاکمیت حاصل ہے۔ آپ بظاہر قضاء، سیاست اور افتاء کے احکام جاری کرتے اور باطن میں

والافتاء ویحکم بالظاهر و الباطن کالخضر علیه الصلوة و السلام کما قال السیوطی والفرق بین احکامه بما ذکر فضله السبکی والعراقی فی قواعده وللعلامة ابی شامة فیه تالیف مستقل لا یستطیع هذا المقام تفصیله وان تکلم بعضهم فیه هنا کلا ما غیر مهذب فاذا اردت تحققه فانظر کلام القوم فیه (واماما تعلق بعقده) ای یجزم قلبه فیما بصره الله تعالی به علیه الصلوة والسلام (من ملکوت السموت والارض) الملکوت مبالغة فی الملک کالرهبوت والجبروت قد یخص بغیر المشاهد کعالم الامر کمامر والمراد علمه ﷺ بحقیقة الاجرام العلویة وانها حادثة مستغن عنها وما فیها من الملئکته الموکلین بها والکواکب التی خلقت فیها زینة لها وهدایة لخلقه وعلامات لحکم الهیئة وکذالک الارض التی جعلها الله مقرا لعباده وعلمه بما فیها علما اطلع به علی حقیقتها وما اودعه فیما ولیست کما

خضر علیہ السلام کی (تکوین میں تصرف کرتے) جیسا کہ علامہ سیوطی نے تصریح کی ہے اورظاہر اور باطن کے احکام میں فرق کوعلامہ سبکی اور عراقی نے بیان کیا ہے۔ اورعلامہ ابی شامہ نے اس فن میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔اس فرق کے بیان کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے جو شخص تفصیل جاننا چاہے وہ متعلقہ کتب کا مطالعہ کرے۔اور جن چیزوں کی بصیرت پر آپ کو اپنے رب کی طرف سے یقین ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی نشانیاں .... یعنی حضور ﷺ کو آسمان، ستارے اور ان میں دیگر علامات اور ان پر مقرر فرشتوں سب کی حقیقت اور ان کی تمام تفاصیل کا علم ہے۔ اسی طرح زمین جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مستقر بنایا ہے۔ حضور ﷺ کو زمین اور زمین میں جو کچھ ہے اس سب کا علم ہے .... اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق جو زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور جو کچھ اس مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے کمالات دیکھے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے اور ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین حاصل ہوتا ہے ان سب کا علم اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کی تعیین کو جانتے

تزعم الفلاسفة واهل الطبيعة من امور مخرومة القواعد كثيرة الفاسد (وخلق الله) اى مخلوقاته التى بثها فيهما وابدعها واودعها حكما تحار فيها العقلاء وفى كل شيء له آية تدل على انه الواحد (وتعيين اسمائه الحسنى) الدالة على ذاته وبديع صفاته وفى قوله تعيين اشارة انها توقيفية فلا يطلق عليه الا ماورد به اذن شرعى والكلام عليها مفرد بالتاليف واجل ما صنف فيها كتاب الامام القرطبى وقيل يصح ان يطلق عليه كل اسم ثبت اتصافه به ممالا يوهم نفعا وقيل يجوزما كان على سبيل التوصيف والكلام عليه مفصل فى كتب الاصول. (وايته الكبرى) ان عجائب مخلوقاته الدالة على عظمته والكبرى بمعنے الظمى مما اخبر عنه ﷺ مما شاهده فى نفسه الاسراء كما تقدم (وامور الاخرة) كالحشر والنشر واحوال الوقف والصراط والميزان والنفخ فى الصور (واشراط الساعة) اى علاماتها الدالة عليها جمع شرط بفتحتين وفى

ہیں اور لفظ "تعیین" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسماء صفات کا اطلاق سماع شرع پر موقوف ہے۔ اس بحث میں بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اس موضوع پر عظیم کتاب امام قرطبی نے لکھی ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جس لفظ میں کوئی نقص نہ ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ جس لفظ میں تعریف کا پہلو ہو اس کا اطلاق جائز ہے۔ اور بحث کا مفصل بیان کتب کلام میں ہے۔ اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ان آیات کبریٰ کا علم ہے جن کا آپ نے شب معراج مشاہدہ کیا اور ان کی خبر دی اور امور آخرت کا جیسے حشر ونشر اور میدانِ قیامت، پل صراط اور میزان اور صور پھونکنے کا اور قیامت کی علامات کا......خواہ وہ چھوٹی علامات ہوں یا بڑی علامات مثلاً مہدی کا ظہور، دجال کا خروج وغیرہ۔ اور نیک اور بد لوگوں کے احوال خواہ دنیا میں ہوں، برزخ میں ہوں یا آخرت میں اور جوان کو نعمت یا عذاب وغیرہ ملتا ہے ان کا علم، اسی طرح ابتداء خلق کے احوال اور گزشتہ امتوں کے احوال کا علم اور اسی طرح آپ کے بعد (قیامت تک) ہونے والے

الاساس يقال لا وائل كل شئ اشرافه
ومنه اشرط اليه رسولا اذا قدمه
واشراط الساعة مشهورة والساعة
مقدار من الزمان ثم خص بالقيامة
وقيل الا شراط تختص بعلاماتها
الصغار كما نقله الخطابى عن ابى
عبيدة والمشهور شمولها للصغار
والكبار كخروج المهدى والدجال
(واحوال السعداء والاشقياء) فى
البرزخ والدنيا والاخرة ومالهم من
نقيم وعقاب (وعلم ماكان) من
احوال الامم السالفة وما كان فى
ابتداء خلق العالم (ومايكون) بعده
من الفتن وغيرها كما فى حديث
حذيفة المشهور ومما لا يعلمه الا
بوحى) اعلمه الله به فى المغيبات
(فعلى ماتقدم) اى واقع على
اسلوب ماتقدم فى جواب اما (من
انه) بيان لما تقدم (معصوم فيه) عن
الخطاء والشك فى شئ منه (لا
ياخذه) اى لا يعرض له ولا يطها
عليه (فما اعلم) بالبناء للجهول اى
اعلمه الله بوقية وجود فيه فيه البناء
للفاعل اى اعلم به امته (منه) اى

فتنوں کا علم جیسا کہ حضرت حذیفہ کی حدیث
مشہور سے معلوم ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو
غیب ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان
چیزوں کا علم دیا ہے۔ پس ان تمام علوم میں
آپ وقوع شک سے معصوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو ان چیزوں کا جو علم دیا ہے یا اللہ
تعالیٰ کے بتلانے سے آپ نے ان چیزوں
کی جو خبر دی ہے اس میں آپ کو کوئی شک
واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی اس علم میں آپ کو
کوئی تردد ہے بلکہ ان تمام علوم میں آپ کو
یقین حاصل ہے اور آپ کا دل ان علوم کے
ساتھ مطمئن ہے۔

مما ذکر (شک ولا ریب) وزدد
فی علمه به بل هو فیه) ای فیما اعلم
به علی غایة الیقین والجزر به بلا
تردد فعلیه ﷺ مطمئن بعلمه لا یعلق
ویضطرب لان اصل مضی الریب
الاضطراب کما حققه اهل اللغة.

(احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۷ھ نسیم
الریاض ج ۳ ص ۶۰۔۶۱)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی علم "ما کان وما یکون" کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہرچہ در دنیا ست از زمان آدم تا اوان نفخہ اولی بروے منکشف ساختند تا ہمہ احوال را از اوّل تا آخر معلوم کرد ویاران خود را نیز از بعضے احوال خبر داد.

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے احوال آپ پر منکشف کر دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ اول سے لے کر اخیر تک آپ کو معلوم ہو گئے اور بعض احوال کی آپ نے اپنے صحابہ کو بھی خبر دی۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
مدارج النبوۃ ج ا ص ۱۴۴)

قارئین کرام! ہم نے کثیر تعداد میں دلائل اور حوالے اس لیے پیش کیے ہیں تاکہ آپ پر یہ امر واضح ہو جائے کہ حضور ﷺ کو عالم "ماکان ومایکون" ماننے والے صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے پیروکار نہیں بلکہ اسلام کے مستند اور اساطین علماء نے حضور ﷺ کے لیے "ماکان ومایکون" مانا ہے اور ہم نے وہ احادیث بھی پیش کر دی ہیں جن کے تحت علماءِ اسلام نے حضور کے لئے یہ علم مانا ہے۔ اب حضور کو عالم "ما کان وما یکون" ماننے اور آپ کے لیے علم "ماکان ومایکون" ثابت کرنے پر مخالف مذکور کا یہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم غیب، عالم "ما کان وما یکون" اور علیم بذات

الصدور کا مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔ دوسری بات کا آنحضرت ﷺ کے لیے) منکر ملحد اور زندیق اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، ازالۃ الریب ص ۳۸)

اس عبارت میں مخالف مذکور نے صاف تصریح کردی ہے: حضور کے لئے "ما کان ومایکون" ماننا اور ثابت کرنا کفر ہے۔

ہم نے سطور بالا میں جن اساطین اسلام کو پیش کیا ہے جنہوں نے حضور ﷺ کے لیے علم "ما کان وما یکون" مانا ہے وہ یہ حضرات ہیں:

(۱) امام مسلم (۲) امام طبرانی (۳) علامہ قسطلانی (۴) علامہ زرقانی (۵) امام قرطبی (۶) علامہ خازن (۷) قاضی مظہری (۸) امام غزالی (۹) حافظ ابن حجر عسقلانی (۱۰) علامہ خرپوتی (۱۱) علامہ آلوسی (۱۲) ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۱۳) علامہ سیوطی (۱۴) علامہ قاضی عیاض مالکی (۱۵) علامہ علی قاری (۱۶) علامہ شہاب الدین خفاجی (۱۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

کیا یہ سب علماء اسلام کافر ہیں؟

آج تمام امت مسلمہ کا دامن انہیں علماء کے ساتھ وابستہ ہے اگر بقول مخالف مذکور یہ سب کافر ہیں تو اس امت میں مسلمان کون رہ گیا؟

علم روح اور علوم خمسہ

روح اور امور خمسہ (قیامت، بارش، پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا؟ کون کس جگہ مرے گا؟) کا علم حضور ﷺ کو دیا گیا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے بعض علماء اسلام نے نیک نیتی سے اس علم کو حضور ﷺ کے لئے ثابت نہیں مانا اور اکثر علماء اسلام نے اس علم کو حضور ﷺ کے لیے ثابت مانا ہے۔ علم کلی، کل غیب اور علم "ما کان وما یکون" کی طرح اس علم کو بھی حضور ﷺ کے لیے ماننا نہ عقیدہ قطعیہ ہے نہ فرض نہ واجب۔ جمہور علماء اہل اسلام حضور ﷺ کے لیے اس علم کو دلائل سے ثابت ہونے کی بنا پر مانتے ہیں ان سے ہمارا اختلاف نہیں ہے۔ ہمارا اختلاف تو ان لوگوں سے ہے جو تنقیص کمالات رسالت کے نشہ میں حضور ﷺ کے لیے اس علم کے ماننے کو غیر اسلامی عقیدہ اور کفر قرار دیتے ہیں۔ اختصار

کے پیش نظر ہم آپ کے سامنے مستند علماء اسلام کی چند عبارات پیش کرتے ہیں جنھوں نے روح اور علوم خمسہ کا علم حضور ﷺ کے لیے ثابت مانا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے! امام رازی ''تفسیر کبیر'' میں لکھتے ہیں:

(وثالثهما) ان مسئلة الروح يعرفها اصاغر الفلاسفة وارازل المتكلمين فلو قال الرسول ﷺ انى لا اعرفها لاورث ذالك ما يوجب التحقير والتفسير فان الجهل بمثل هذه المسئلة يفيه تحقير اى انسان كان فكيف الرسول الذى هو اعلم العلماء وافضل الفضلاء وزابعهاانه تعالىٰ قال فى حقه الرحمن علم القران وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما وقال قل رب زدنى علما وقال فى صفة القرآن ولا رطب ولا يابس الا فى كتب مبين وكان عليه السلام يقول ارنا الاشياء كما هى فمن كان ماله و وصفته كيف يليق به ان يقول انا لا اعرف هذه المسئلة. مع انها من المسائل المهشورة المذكورة بين جمهور الخلق بل المختار عندنا انهم سئلوه عن الروح وانه ﷺ

تیسری بات یہ ہے کہ عام فلاسفہ اور متکلمین بھی مسئلہ روح کو جانتے ہیں۔ پس اگر حضور ﷺ یہ فرمائیں کہ میں روح کو نہیں جانتا تو یہ آپ کی شان کے خلاف ہے اور لوگوں کو آپ سے دور کرنے کا باعث ہے بلکہ روح کے مسئلہ سے لاعلمی تو ایک عام انسان کے لیے بھی حقارت کا سبب ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو تمام علماء سے بڑھ کر عالم اور تمام فضلاء سے بڑھ کر فاضل ہیں انہیں مسئلہ روح کا علم نہ ہو؟ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''رحمٰن نے قرآن کا علم دیا اور آپ جو کچھ نہیں جانتے وہ آپ کو بتلا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے'' اور فرمایا کہ ''آپ (اللہ تعالیٰ سے) دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما'' اور قرآن کی صفت میں فرمایا: ''ہر خشک و تر چیز کا ذکر قرآن کریم میں ہے'' اور خود حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں تمام اشیاء کی حقیقت بتلا۔ پس جس شخص کریم کا یہ حال

اجاب عنه علیاحسن الوجوه.

(امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۴_۴۳۵)

اور یہ شان ہو ان کے بارے میں یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ انہیں روح کا علم نہ ہو جب کہ یہ مسائل مشہورہ میں سے ہے؟ بلکہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہود نے حضور ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کیا اور حضور ﷺ نے انہیں بہترین طریقہ سے جواب دیا۔

اور امام غزالی فرماتے ہیں:

واما الروح التی هی الاصل وهی التی اذا فسدت فسدلها سائر البدن وذلک سر من اسرار الله و الامور الربانیة لا تحتمل العقول وصفها بل تحیر فیها عقول اکثر الخلق واما الاوهام والخیا لات فقاصرة عنها بالضرورة قصور البصر عن ادراک الاصوات وتزلزل فی ذکر مبادی وصفها معاقد العقول المقیدة بالجوهر والعرض المحبوسة فی مضیقها فلا یدرک بالعقل شئی من وصفه بل بنور اخر اعلیٰ واشرف من الفعل یشرق ذالک النور فی عالم النبوة والولایة نسبة الی العقل نسبة العقل الی الوهم والخیال.

(امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۲)

رہی وہ روح جو اصل ہے جس کے فساد سے بدن فاسد ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے اور امور ربانیہ میں سے ہے، عقل اس کے بیان کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ اکثر مخلوق کی عقلیں اس میں حیران ہو جاتی ہیں۔ رہے اوہام اور خیالات تو ان کی رسائی اس سے بہت دور ہے جیسے آنکھ سے آواز کے ادراک کی رسائی بہت دور ہے اور جو عقول جوہر اور عرض کی قید سے مقید ہیں وہ تو روح کے مبادی کی گرہ بھی نہیں کھول سکتیں، اس لیے عقل سے روح کا علم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا علم ایک اور نور سے حاصل ہوگا جو نور عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور یہ نور صرف عالم نبوت اور رسالت میں ہوتا ہے اور اس کی نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم اور خیال کے ساتھ۔

اس عبارت میں امام غزالی نے صاف تصریح کر دی ہے کہ روح کا علم صرف نبی یا ولی ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

النبی عبارة عن شخص کوشف بحقائق الامور. (امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، ج ۳ ص ۲۴)

نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس پر تمام حقائق منکشف ہوں۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

فلیس لا حد من علماء الدین ان یکشف عن سر الروح وان اطلع علیه. (امام احمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، ج ۴ ص ۴۷۹)

علماء دین میں سے اگر کسی پر روح کی حقیقت منکشف ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسروں کو بتلائے۔

نیز امام غزالی فرماتے ہیں:

ولا تظن ان ذالک لم یکن مکشوفا لرسول الله ﷺ فان من لم یعرف الروح مکانه لم یعرف نفسه ومن لم یعرف نفسه فکیف یعرف الله سبحانه ولا یبعد ان یکون مکشو فا بعض الاولیاء والعلماء.
(امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم بہ حوالہ الکلمۃ العلیا ص ۱۱۵)

یہ گمان نہ کرو کہ روح کی حقیقت حضور ﷺ کو معلوم نہ تھی، کیونکہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ اور جو اپنے آپ کو نہ پہچانتا ہو وہ اللہ سبحانہ کو کیسے جان سکتا ہے؟ اور یہ بات بعید نہیں کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی روح کا علم ہو۔

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

عن عبدالله بن بریدة قال لقد قبض النبی ﷺ وما یعلم الروح ولعل عبدالله هذا یزعم انها یمتنع

عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فوت ہو گئے اور آپ روح کو نہیں جانتے تھے۔ علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ

العلم بها الا وفلم یقبض رسول الله ﷺ حتی علم کل شئی یمکن العلم به کما یدل ما اخرجه الاحمد و الترمذی وقال حدیث صحیح و سئل البخاری عنه فقال حدیث حسن صحیح عن معاذ رضی الله عنه انه علیه الصلوٰة والسلام قال انی قمت من اللیل فصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوتی الی ان قال وتجلی لی کل شئی و عرفت. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ۱۵ص۱۵۴)

غالباً ان صاحب کے نزدیک روح کا علم محال تھا ورنہ جس چیز کا بھی علم ممکن تھا۔ وصال سے پہلے حضور ﷺ کو اس کا علم حاصل ہو گیا جیسا کہ اس بات پر امام احمد اور ترمذی رحمہ اللہ علیہ کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام بخاری نے بھی صحیح کہا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو شب کی نماز میں اونگھ آ گئی...... پھر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ پر ہر چیز منکشف ہو گئی اور میں نے اسے جان لیا۔

علامہ آلوسی نے اس عبارت میں نہ صرف حضور ﷺ کے لیے علم کلی مانا ہے بلکہ روح کے علم کو بھی مانا ہے اور روح کے علم پر استدلال حضور ﷺ کے علم کلی سے ہی کیا ہے۔

اسی طرح علامہ عینی نے بھی حضور ﷺ کے علم کلی سے علم روح پر استدلال کیا ہے۔

قلت جل منصب النبی ﷺ وهو حبیب الله وسید خلقه ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من الله علیه بقوله وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیک عظیما.

(علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج۲ص۲۰۱)

میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب اور تمام کائنات کے سردار ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا کہ ”آپ کو وہ سب کچھ بتلا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے“۔

اور علامہ آلوسی علم قیامت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ویجوز ان یکون الله تعالیٰ قد

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اطلع حبيبه عليه الصلوة والسلام علی وقت قيامها علی وجه کامل لکن لا علی وجه يحاکی علمه تعالیٰ به الا انه سبحانه اوجب عليه ﷺ کتمه لحکمة ويکون ذالک من خواصه عليه الصلوة والسلام وليس عندی مايفيد الجزم بذالک. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی پ ۲۱ ص ۱۱۳)

اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے حضور ﷺ پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم حضور ﷺ کے خواص میں سے ہو۔ لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم: ليس فی الاية دلالة علی ان الله لم يطلع نبيه علی حقيقة الروح بل يحتمل ان يکون ولم يامره انه يطلعهم وقد قالوا فی علم الساعة نحو هذا. (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، ج ۱۰ ص ۱۸)

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن کی کسی آیت میں اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حقیقت روح پر مطلع نہیں کیا، بلکہ جائز ہے کہ آپ کو مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور قیامت کے علم میں بھی انہوں نے اسی طرح کہا ہے۔

معتزلہ نے اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کیا اور ”عالم الغيب فلايظهر علی غيره احد“ سے استدلال کیا کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ صرف رسولوں کو دیتا ہے یعنی اولیاء اللہ کو نہیں دیتا۔ علامہ تفتازانی نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غیب سے مراد عام نہیں ہے بلکہ خاص غیب ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو یہ غیب بتلا دے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

والجواب ان الغيب ههنا ليس

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم

للعموم بل مطلق او معین هو وقت وقوع القیمة بقرینة السیاق ولا یبعد ان یطلع علیه بعض الرسل من الملئکة او البشر. (علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۵)

کے لیے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا بشر۔

''عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ'' (جن: ۲۶) کی تفسیر میں زیادہ تفصیل کے ساتھ یہی تقریر امام رازی (امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸، ص ۲۳۴) اور علامہ خازن (علامہ علاؤ الدین خازن متوفی ۷۴۱ھ، تفسیر خازن، ج ۴، ص ۳۱۹) نے بھی کی ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

وقال القرطبی من ادعی علم شیئی منها غیر مستند الیه علیه الصلوۃ والسلام کان کاذباً فی دعواه.

امام قرطبی نے کہا: جو شخص حضور علیہ السلام کے توسل کے بغیر امور خمسہ کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۱، ص ۶۵)

یہی عبارت علامہ بدرالدین (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، ج ۱، ص ۱۳۲) اور علامہ ابن حجر عسقلانی (حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱، ص ۲۹۰) نے بھی اپنی اپنی شرحوں میں نقل کی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علیه الخمس ایضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امربکتم ذالک. (علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۰)

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو اُمور خمسہ کا علم بھی دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور یہی بات علامہ سیوطی نے ''شرح الصدور ص ۱۳۳'' میں بیان فرمائی ہے۔

اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم ليس فى الاية دلالة على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يامره ان يطلعهم وقد قالوا فى علم الساعة نحو هذا.

(شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ا ص ۲۶۵)

بعض علماء نے بیان فرمایا کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حقیقت روح پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کو مطلع فرمایا اور دوسروں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور علماء نے قیامت کے علم کے بارہ میں بھی یہی فرمایا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

وحق آنست که در آیت دلیلے نیست بر آنکه حق تعالیٰ مطلع نگر دانیده است حبیب خودرا ﷺ بر ماهیت روح بلکه احتمال دارد که مطلع گردانیده باشدو امر نکرد اورا که مطلع گرد انداین قوم راو بعضی از علماء درعلم ساعت نیزاین معنی گفته اندالی ان قال ومے گوید بنده مسکین خصه الله بنور العلم والیقین وچگونه جرأت کند مومن عارف که

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نورِ علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور ﷺ سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے؟ وہ جو سیّد المرسلین اور امام العارفین ﷺ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حقیقت ہے؟

نفی علم بحقیقت روح سیّد المرسلین و امام العارفین ﷺ کندو داده است اور احق سبحانه علم ذات و صفات خود و فتح کرده برونے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چه باشد که درجب حقیقت جامعه مدی قطره ایست از دریائے از بیضائے فافہم وباللہ التوفیق۔

آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے؟

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مدارج النبوت ج ۲ص ۴۰۔۴۱)

اللہ اکبر! حضور سیّد عالم ﷺ کے لیے روح اور امور خمسہ کا علم ماننے والوں میں سے جن چند اساطین اسلام کا آپ کے سامنے ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) امام رازی (۲) امام غزالی (۳) سیّد محمود آلوسی (۴) حافظ ابن حجر عسقلانی (۵) علامہ سعد الدین تفتازانی (۶) علامہ علاء الدین خازن (۷) حافظ بدرالدین عینی (۸) امام قرطبی (۹) ملا علی قاری (۱۰) علامہ جلال الدین سیوطی (۱۱) علامہ قسطلانی (۱۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

اب مخالف مذکور بتلائیں یہ محققین اجلہ علماء اسلام ہیں یا خانقاہی مزاج صوفی۔ ہم نے عارف صاوی کے حوالے پیش نہیں کیے کہ آپ کو ساوی نیلی پیلی کہہ کر ان کا مذاق اڑانے کی عادت ہے نہ علامہ اسمٰعیل حقی صاحب ''روح البیان'' اور صاحب ''عرائس'' کو مشرب صفا سے چڑ ہے اور نہ ''ابریز'' سے سیدی غوث عبدالعزیز دباغ کے حوالے پیش کیے ہیں کہ آپ کہہ دیں گے کہ وہ تو ایک امی بزرگ تھے اور آپ اولیاء اللہ کی عبارات کو سند نہ مان کر اور ان سے اظہار عداوت کر کے ''من عادلی ولیا فقد آذنته بالحرب'' کے بموجب اللہ اور

اس کے رسول سے اعلان جنگ کر چکے ہیں۔

بہر حال علم روح اور امور خمسہ کے اثبات کے سلسلہ میں ہم نے جن اسانید اسلام کے حوالے پیش کیے ہیں آپ انہیں کیا کہتے ہیں؟ کافر ومشرک کہتے ہیں، گمراہ اور بے دین کہتے ہیں زندیق کہتے ہیں کیا کہتے ہیں؟ ''ازالۃ الریب'' میں آپ اس علم کے اثبات کو کفر کہہ چکے ہیں۔ بتلایئے! اگر یہ سب علماء اسلام کافر ہیں اور ان کے دامن سے وابستہ سارے مسلمان کافر ہیں تو پھر دنیا میں کون مسلمان رہ جائے گا؟

علمِ الٰہی اور علم رسول میں فرق

اعلیٰ حضرت نے متعدد جگہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے اور ہر وجہ کے ساتھ پھر غیر متناہی وجوہ کے ساتھ پھر ان میں سے ہر وجہ کے ساتھ پھر غیر متناہی وجوہ کے ساتھ تعلق ہے اور حضور ﷺ کا علم مخلوق کے ساتھ متناہی وجوہ کے ساتھ ہے۔ پھر مساوات کا وہم کیسا؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقد اقمنا الدلائل القاهرة على ان احاطة علم المخلوق بجميع المعلومات الا لهية محال قطعا عقلا وسمعا فالوهابية الذين اذ اسمعوا اتباع الائمة يثبتون باتباعهم واتباع القران والحديث لرسول الله ﷺ علم جميع ماكان وما يكون من اوّل يوم الى اخرا لايام حكموا عليهم بالشرك والكفر وانهم يدعون مساواة علمه ﷺ لعلم ربه عزوجل خابطون غالطون. وهم بانفسهم فى مهوى الشرك والكفرسا قطون

ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے ہیں کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہونا یقیناً عقل سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل اور وہابیہ وہ کہ جب ائمہ کے پیرووں کو سنتے ہیں کہ وہ ائمہ کی پیروی اور قرآن وحدیث کے اتباع سے نبی ﷺ کے لیے روزِ اوّل سے روز آخر تک کی تمام گذشتہ و آئندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک وکفر کا حکم لگاتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے علمِ الٰہی سے علم نبی ﷺ کو برابر کر دیا۔ یہ حکم لگانے والے خود ہی خبط وغلطی میں پڑے ہوئے ہیں اور آپ ہی شرک وکفر

لانهم اذا زعموا فی اثبات هذا العلم المحدود والمحصور المعدود المساواة مع علم الله فقد شهدوا ان علم الله تعالی لیس الا بهذا القدر القلیل الصغیر الترد الیسیر اذ لو زاد علیه عندهم فالزائد لا یساوی الناقص فلم یحکموا بالمساواة لکنهم یحکمون فبعلم الله یتهمکون هی بالنقص علیه یتحکمون. قاتلهم الله انی یؤفکون نسال الله النجاة من الفتون.

(اعلی حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ الدولة المکیہ ص ۴۹۔۵۳)

کے گڑھے میں گرے ہیں۔ اس لیے کہ جب انہوں نے اس گھڑے ہوئے، حد باندھے ہوئے، گنتی کے علم کے ثابت کرنے میں علم الٰہی سے مساوات ٹھہرا دی تو وہ گواہی دے چکے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بس اسی قدر ہے کم چھوٹا قلیل تھوڑا کیونکہ علم الٰہی ان کے نزدیک اس مقدار سے زیادہ ہوتا تو زیادہ کم کے کیسے برابر ہو جاتا؟ تو وہ مساوات کا حکم نہ کرتے۔ لیکن وہ اس کا حکم لگا رہے ہیں تو اللہ ہی کے علم سے ٹھٹھا کر رہے ہیں اور زبردستی اسے ناقص بتا رہے ہیں۔ خدا انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ فتنہ سے بچائے۔

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ خالق اور مخلوق کے علوم میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مفصلاً حق کو واضح تر کروں اصل یہ ہے کہ کسی علم کی اللہ عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اوّل: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔

دوئم: علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوئم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سبب ممکن نہ ہو۔

پنجم: علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل، فرق و تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔ جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الصمصام، ص ۶)

علم ''ما کان و یکون'' علم کلی، غیب کلی تو بہت دور کی بات ہے اعلیٰ حضرت تو فرماتے ہے کہ ایک ذرہ کے علم میں بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ حضور ﷺ کے علم کی کوئی مماثلت نہیں ہے۔ فرماتے ہیں: ایک ذرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی وجوہ سے ہے واجب و قدیم ہے ممتنع الزوال ہے۔ غیر سے مستغنی ہے' ثابت اور مستمر ہے اور اقصیٰ غایت کمال پر ہے۔

حضور ﷺ کا علم ایک ذرہ کے ساتھ بھی متناہی وجوہ سے ہے ممکن اور حادث ہے۔ اس علم کا زوال حضور ﷺ سے جائز ہے۔ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دینے کی طرف محتاج ہے۔ اس ذرہ کے علم میں تغیر وتبدل جائز ہے۔ اقصیٰ غایت کمال پر نہیں بلکہ ایک ذرہ کے بھی تمام ذاتیات اعراض، احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ مستقبلہ موجودہ ممکنہ تمام وجوہ سے آپ کو معلوم نہیں۔

غور فرمایئے! اعلیٰ حضرت تو فرماتے ہیں کہ جیسا کہ علم اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا ہے حضور ﷺ کو ایک ذرہ کا بھی ویسا چھ وجوہ سے علم نہیں۔ بتلایئے! حضور ﷺ کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی کس قدر عظمت وجلالت مان رہے ہیں اس پر بھی مخالفین کی زبانیں یہ کہتے نہیں تھکتیں کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے علم کو ملا دیتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ

الشئی المطلق اور مطلق الشئی

مخالف مذکور نے ''اتمام البرہان'' میں مطلق الشیئ اور شئی المطلق کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ کیونکہ ہم نے لکھا تھا کہ سرفراز صاحب نے حضور ﷺ سے مطلق الغیب کی نفی کی ہے اور مطلق الشئی کی نفی ایک فرد کی نفی سے بھی ہو جاتی ہے تو کیا آپ کے نزدیک حضور ﷺ کے لیے غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں ہے؟ آیئے دیکھئے! وہ اس اعتراض سے کس طرح جان

چھڑاتے ہیں؟

مؤلف مذکور لکھتے ہیں کہ اس عبارت میں سرفراز صاحب نے کہا کہ حضور ﷺ کے لیے مطلق غیب نہ ثابت ہے نہ منصب نبوت کے لائق ہے کاش! آپ نے "شرح تہذیب" ہی کسی بریلی کے طالب علم سے پڑھی ہوتی تو آپ کو سمجھا دیتا کہ "مطلق الشئی یتحقق بتحقق فرد ما"۔ سرفراز صاحب مطلق غیب تو غیب کے ایک فرد کے ثبوت سے بھی ہو جائے گا یا دیوبند کے عشاق رسول کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لئے غیب کا ایک فرد بھی ثابت نہیں۔ (ص ۳۹)

الجواب: بحمد اللہ تعالیٰ سرفراز تو چالیس سال سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھا پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کو بفضلہ تعالیٰ اب کوئی کتاب کسی محقق دیوبندی عالم سے بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی بریلوی سے اور پھر مبتدی طالب علم سے پڑھے مگر معاف رکھنا۔ آپ خود علم سے بے بہرہ ہیں اور ہمہ دانی کے جہل مرکب کا شکار ہیں زیادہ مناسب ہے کہ آپ کسی دیوبندی عالم سے بھی کچھ عرصہ استفادہ کریں تا کہ آپ کو علم سے بھی کوئی حصہ حاصل ہو جائے۔ آپ کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ ایک ہے "الغیب المطلق" اور ایک ہے "مطلق الغیب"۔ بالفاظ دیگر ایک ہے "الشئی المطلق" اور ایک ہے "مطلق الشئی" ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ "مطلق الشئی" کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن "الشئی المطلق" عام ہے۔ وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لیے عام ہے اس کا تحقق کسی ایک فرد کے تحقق سے پورا نہیں ہوتا اس کا تحقق جبھی ہوگا جب اس کے تمام افراد متحقق ہو جائیں۔ آپ اپنے مطالعہ کو ذرا وسعت دیں اور "شرح تہذیب" سے آگے نکل کر اور علمی کتابیں بھی دیکھیں۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ۲۸)

سرفراز صاحب! آپ نے واقعی چالیس سال مختلف علوم وفنون پڑھائے ہوں گے۔ لیکن سخت حیرت ہے کہ مسلسل چالیس سال پڑھانے کے باوجود آپ علم کی ابتدائی اصطلاحات سے ہنوز ناواقف ہیں اور ہمہ دانی کا دعویٰ رکھتے ہیں اور خود کو استفادہ سے مستغنی سمجھتے ہیں (نجانے جہل مرکب اور کس چیز کا نام ہے؟) خدا جانے آپ چالیس سال تک کیا پڑھاتے رہے ہیں؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ نے علوم وفنون کو سمجھ کر نہیں پڑھا ورنہ درس

نظامی کا ایک عامی فارغ التحصیل بھی ''الشیٔ المطلق'' کی تعریف میں ایسی فاش غلطی نہیں کر سکتا جیسی آپ نے اس عبارت میں کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

ایک ہے ''الشیٔ المطلق'' اور ایک ہے ''مطلق الشیٔ'' ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ''مطلق الشیٔ'' کا تحقق تو ایک فرد کے تحقق سے بھی ہو جاتا ہے۔

لیکن ''الشیٔ المطلق'' عام ہے وہ اپنے جملہ افراد کے ایک ایک فرد کے لیے عام ہے اس کا تحقق جبھی ہو گا جب اس کے تمام افراد متحقق ہو جائیں (اتمام البرہان ص ۲۸)۔ سو یہ آپ نے بالکل غلط لکھا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے! سید میر زاہد ہروی ''مطلق الشیٔ اور الشیٔ المطلق'' کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الشئی المطلق وھو بھذا الاعتبار تحقق بتحقق فرد ما لا ینتفی الا بانتفاء جمیع الا فراد تحقیقا للعموم.

الشیٔ المطلق اس اعتبار سے ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کی نفی تمام افراد کی نفی سے ہوتی ہے۔

(سید میر زاہد ہروی' میر زاہد عامہ ص ۸۲۔۱۱۰۔۱۰۱)

نیز میر زاہد ہروی ''مطلق الشیٔ'' اور ''الشیٔ المطلق'' کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحقیقه ان المطلق یوخذ علی وجھین ان یوخذ من حیث ھو ولا یلاحظ مع الاطلاق وح یصح اسناد احکام الافراد الیه لا تحاده معھا ذاتا ووجودا وھو بھذا الاعتبار یتحقق بتحقق فردما وینتفی بانتفائه وھو القضیة المھملة اذ موجبتھا تصدق بصدق الجزئیة وسالبتھا تصدق بصدق الجزئیة والثانی ان

تحقیق یہ ہے کہ مطلق کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ شیٔ کو ''من حیث'' ہو لحاظ کیا جائے اور اطلاق کو اس کی جز نہ بنایا جائے (یعنی مطلق الشیٔ) اور اس وقت اس کی طرف افراد کے احکام کی نسبت صحیح ہوتی ہے کیونکہ اس وقت وہ افراد کے ساتھ ذاتاً اور وجوداً متحد ہوتا ہے اور (مطلق الشیٔ) ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے اور (مطلق

یوخذ من حیث انه مطلق ویلاحظ معه الاطلاق وح لا یصح اسناد احکام الافراد الیه لان الحیثیة الاطلاقیة تابی عنه وهو بهذا الاعتبار یتحقق بتحقق فردما ولا ینتفی بانتفائه بل بانتفاء جمیع الا فراد وهو موضوع القضیة الطبیعة.

(سید میر زاہد ہروی، میر زاہد علی ملا جلال ،ص ۱۰۰۔۱۰۱)

الشئ) قضیہ مہملہ کا موضوع ہے کیونکہ جزئیہ کے ثبوت سے بموجبہ جزئیہ صادق ہو جاتا ہے اور جزئیہ کے سلب سے سالبہ جزئیہ صادق ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم ہے کہ شئ کو من حیث اطلاق لحاظ کیا جائے اور اطلاق کو اس میں ملحوظ رکھا جائے (یعنی الشئ المطلق)اوراس وقت افراد کے احکام کی نسبت اس کی طرف صحیح نہیں ہو گی کیونکہ اطلاق کی قید اس کے منافی ہے (اور الشئ المطلق) ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی نہیں ہوتا بلکہ جمیع افراد کے انتفاء سے منتفی ہوتا ہے اور یہ قضیہ طبیعہ کا موضوع ہے۔

اور وحید الزمان ''الشئ المطلق'' کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وهو بهذا الاعتبار یتحقق بتحقق فرد ما ولا ینتفی بانتفائه بل بانتفاء جمیع الا فراد کما صرح به المحشی فی حاشیته علی شرح التهذیب الجلالی وحینئذ ما توهم ان تحقق الشئ المطلق یکون بتحقق جمیع الافراد باطل لا ینبغی ان یلتفت الیه.

(وحید الزماں، شرح امور عامہ، ص ۴۵)

اور (الشئ المطلق) اس اعتبار سے ایک فرد کے تحقق سے متحقق ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی نہیں ہوتا جیسا کہ خود محشی (میر زاہد مہروی) نے اس کی تشریح ''شرح تہذیب الجلالی'' کے حاشیہ پر کی ہے اور اس وقت ظاہر ہو گیا کہ یہ وہم کرنا کہ ''الشئ المطلق''، جمیع افراد کے تحقق سے متحقق ہوتا ہے، باطل ہے اس کی طرف بالکل التفات نہیں کرنا چاہیے۔

اور علامہ فضل حق خیر آبادی ''مطلق الشئ'' اور ''الشئ المطلق'' کا فرق بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

ان الاوّل یتحقق بتحقق فرد ما وینتفی بانتفاء فرد ما الثانی یتحقق بتحقق فرد ما و ینتفی بانتفاء جمیع الافراد لا بانتفاء فرد.

(علامہ فضل حق خیر آبادی، حاشیہ فضل حق خیر آبادی علی القاضی، ص ۱۴۸)

''مطلق الشئ'' ایک فرد کے وجود سے موجود ہو جاتا ہے اور ایک فرد کی نفی سے منتفی ہو جاتا ہے۔ اور ''الشئ المطلق'' ایک فرد کے موجود ہونے سے موجود اور ایک فرد کی نفی سے منتفی نہیں ہوتا بلکہ جمیع افراد کے انتفاء سے منتفی ہوتا ہے۔

امید ہے کہ مخالف مذکور کو ان حوالوں سے پتہ چل گیا ہوگا کہ ''مطلق الشئ'' اور ''الشئ المطلق'' میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ہم سے لہی بغض ہے تو ان کے مسلک کے علماء میں بھی ایسے لوگ ابھی موجود ہیں جو منطقی اصطلاحات اور علوم وفنون پر اچھی خاصی نظر رکھتے ہیں ان سے ہی یہ مسئلہ معلوم کر لیں۔ غرور کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور علم کی طلب کوئی بری بات نہیں آپ اگر بوڑھے ہو گئے ہیں تو کیا ہوا علم تو مہد سے لے کر لحد تک حاصل کیا جاتا ہے۔

مخالف مذکور نے لکھا ہے کہ اپنے لائق اور کسی کہنہ مشق استاذ سے دریافت فرمالیں کہ کلی غیب جملہ کے ساتھ جو لفظ مطلق بولا جاتا ہے اس سے ''الغیب المطلق'' مراد ہوتی ہے یا ''مطلق الغیب''۔ (محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان، ص ۲۹)

مخالف مذکور یہ بتلانے کے درپے ہیں کہ ''تنقید متین'' میں جو انہوں نے لکھا تھا کہ حضور کے لیے مطلق غیب ثابت نہیں ہے اس سے ان کی مراد ''الغیب المطلق'' ہے۔ اور ان کے باطل زعم کے مطابق الغیب المطلق وہ ہے جس کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہوا اور چونکہ حضور ﷺ کے لیے غیب کے جمیع افراد ثابت نہیں۔ لیکن قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہے کہ مخالف مذکور کی یہ تقریر ''بناء الفاسد علی الفاسد'' ہے کیونکہ انہوں نے ''الغیب المطلق'' کا معنی یہ سمجھا تھا کہ اس کا تحقق جمیع افراد کے تحقق سے ہوتا ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے بلکہ ''الغیب المطلق'' کا تحقق ایک فرد کے تحقق سے ہوگا اور اس کی نفی جمیع افراد سے ہوگی جیسا کہ متعدد حوالوں سے گزر چکا ہے اور سرفراز صاحب جو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ''الغیب المطلق'' منتفی ہے اور ''الغیب المطلق'' کی نفی جبھی ہوگی جب اس کے تمام افراد منتفی ہو

جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (العیاذ باللہ) حضور ﷺ کے لیے غیب کے جمیع افراد منتفی ہیں اور آپ کے لیے غیب کا کوئی فرد ثابت نہیں اور یہ صریح کفر ہے ''کذالک العذاب والعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون'' علوم وفنون کو اچھی طرح پڑھے بغیر ان کی اصطلاحات میں گفتگو کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اس باب میں حضور ﷺ کے کسی علم کی عظمتوں کے جتنے پہلے گوشے خفاء میں تھے۔ بحمدہ تعالیٰ ہم نے اجاگر کر دیئے ہیں۔ انصاف پسند اور اہل دل کے لئے اس میں بہت وافر مواد موجود ہے۔ اور کج فہم کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے۔

قدرت

خلق اور کسب

بندہ جس فعل کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے عام ازیں کہ وہ فعل امور عادیہ سے ہو (جن کو ''ماتحت الاسباب ای العادیہ'' سے تعبیر کرتے ہیں) یا وہ فعل امور غیر عادیہ سے ہو (جس کو ''مافوق الاسباب العادیہ'' سے تعبیر کرتے ہیں) بندہ کے اس ارادہ کو کسب اور اس ارادہ کے بعد جو اللہ تعالیٰ اس ارادہ کے مطابق فعل پیدا کرتا ہے اس کو خلق کہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

لما ثبت بالبرهان ان الخالق هو الله تعالى وبالضرورة ان لقدرة العبد و ارادته مدخلا في بعض الافعال كحركة البطش دون البعض كحركة الارتعاش احتجنا فى التنصي عن هذا المضيق الى القول بان الله خالق والعبد كاسب وتحقيقه ان صرف العبد قدرته وارادته الى الفعل كسب وايجاد الله تعالى الفعل عقيب ذالک خلق والمقدور واحد داخل تحت قدرتين لكن بجهتين مختلفين فالفعل مقدور الله بجهة الايجاد و مقدور العبد بجهة الكسب.

جب دلیل سے ثابت ہو چکا کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ بعض افعال میں بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں ایسی جیسے کسی چیز کو پکڑنے والے کی حرکت اور رعشہ والے کی حرکت اس اشکال سے چھٹکارے کے لیے۔ ہمیں یہ کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ کسی فعل کی طرف بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کا صرف کرنا کسب ہے اور اس کے ارادہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا اس فعل کو پیدا کرنا خلق ہے اور فعل واحد دو قدرتوں کے ساتھ متعلق ہو کر مقدور ہے۔ لیکن ان کی جہتیں مختلف ہیں۔ پس وہ فعل

(علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد نسفی ص ۶۵_۶۶)

واحد اللہ تعالیٰ کا بلحاظ ایجاد مقدور ہے اور بلحاظ کسب بندہ کا مقدور ہے۔

اور علامہ محب اللہ بہاری فرماتے ہیں:

وعند الحنفية الكسب صرف القدرة المخلوقة الى القصد المصمم الى الفعل فلما تاثير في القصد المذكور و تخليق الله سبحانه الفعل المقصود عند ذلک. (علامہ محب اللہ بہاری متوفی ۱۱۱۹ھ مسلم الثبوت ص ۳۰)

احناف کے نزدیک قدرت مخلوقہ کو فعل کے قصد مصمم کی طرح خرچ کرنا کسب ہے۔ پس اس قدرت مذکورہ کی تاثیر اس قصد میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ اس قصد کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے۔

علامہ تفتازانی اور علامہ محب اللہ بہاری کی ان عبارات سے ظاہر ہوگیا ہے کہ کسب صرف بندہ کے قصد کرنے کو کہتے ہیں۔ جب قارئین کرام پر کسب کی حقیقت واضح ہوگئی تو اب مخالف مذکور کا یہ قول قطعاً باطل قرار پایا۔ جس کو انہوں نے ''شرح عقائد'' کی اس عبارت سے نقل کیا ہے۔ جس کے ضعف کی طرف خود شارح رحمہ اللہ نے اشارہ فرمادیا ہے۔

مخالف مذکور لکھتے ہیں:

ان الكسب واقع بآلة والخلق بلا آلة. (شرح عقائد ص ۶۶)

کسب آلہ سے واقع ہوتا ہے اور خلق کا وقوع آلہ کے بغیر ہوتا ہے۔

آلہ ظاہری ہو جیسے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء یا باطنی ہو جیسے قلب اور عقل وغیرہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کسب سبب اور آلہ کا محتاج ہوتا ہے اور خلق کے لیے سبب اور آلہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ الغرض جس چیز کو وہ ''ماتحت الاسباب'' سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے جس کا اقرار خود مولف مذکور کو ہے۔ ان کی علمی استعداد اور قابلیت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ کسب و خلق کی تعبیر کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ''ماتحت الاسباب'' اور ''مافوق الاسباب'' کے الفاظ سے گھبراتے ہیں۔ كانهم حمر مستنضرة فرت من قسوره.

ایک اور فرق یہ بیان کیا ہے:

والكسب لا يصح انفراد القادر

کسب میں اس پر قدرت رکھنے والے

به والخلق یصح. (شرح عقائد ص ٦٦ محمد سرفراز خاں صفدر)

کا انفراد و استقلال صحیح نہیں ہے اور خلق میں صحیح ہے۔

اتمام البرہان، ص ٣٧۔٣٨)

مخالف مذکور نے کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے جو یہ صاف ستھری عبارت لکھی ہے یہ قطعاً غلط باطل اور مردود ہے' اولاً اس لیے کہ کسب کی ان تعریفوں کی شرح میں علامہ فرہاروی لکھتے ہیں:

فیه ایماء الی ان هذه الفروق غیر وافیة بالافصاح عن التحقیق.

(علامہ عبدالعزیز فرہاروی متوفی ١٢٣٩ھ' نبراس ص ٢٧٧)

مصنف کے قول (ولهم فی الفرق بینهما عبارات) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فرق تحقیق سے خالی ہیں۔

کسب کی پہلی تعریف جو اعضا اور آلہ کی حرکت سے کی گئی ہے وہ اس لیے غلط ہے کہ ہاتھ پاؤں کا ہونا یا آلہ خارجیہ کو حرکت میں دینا یہ بھی تو ایک فعل ہے اور تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے ہاتھ پاؤں ہلانے یا آلہ کو حرکت لانے کو کسب مان کر بندہ کا مقدور ماننا بعینہ معتزلہ کا مذہب ہے (نعوذ بالله من ذالک) اس لیے کسب کی صحیح تعریف وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے یعنی بندہ کا قصد کرنا جب بندہ ہاتھ پاؤں یا آلہ کو حرکت دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پاؤں اور آلہ میں وہ حرکت پیدا کر دیتا ہے۔ اور دوسری تعریف جس میں یہ کہا گیا کہ کسب میں فاعل منفرد نہیں ہے اور خلق میں منفرد ہے' اس لیے غلط ہے کہ کاسب کے فعل سے کوئی اثر مرتب ہوگا یا نہیں؟ اگر اثر مرتب ہو گیا تو یہ خلق ہے۔ لہٰذا خلاف مفروض لازم آیا اور اگر کاسب کے فعل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوا تو جبر لازم آ گیا۔ فلہٰذا یہ تعریف جبر وقدر کے درمیان دائر ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہے۔ ثانیاً: ان تعریفوں میں کہیں بھی ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب کا ذکر نہیں۔ لہٰذا مخالف مذکور کا کہنا کہ "الغرض جس چیز کو وہ ماتحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں وہی کسب کہلاتی ہے۔ (اتمام البرہان ص ٣٧۔٣٨) دروغ اور افتراء کے سوا کچھ نہیں۔ ثالثاً: ہمارے بارے میں یہ لکھنا کہ وہ کسب اور خلق کی تعبیر کا اقرار تو کرتے ہیں مگر ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کے الفاظ سے گھبراتے ہیں۔ (اتمام البرہان ص ٣٨)

یہ بھی حسب عادت افتراء ہے۔ ''توضیح البیان'' میں مذکور ہے۔ کسب کا تعلق امور عادیہ اور غیر عادیہ دونوں کے ساتھ ہے عوام کے افعال میں کسب کا تعلق امور عادیہ سے اور انبیاء واولیاء کے افعال میں کسب کا تعلق امور غیر عادیہ سے بھی ہوتا ہے۔ ثالث: یہ کہ اگر اس عبارت میں اسباب ظاہرہ کا وہ مطلب لیا جائے جو مولوی سرفراز صاحب نے سمجھا ہے جس کا مفادیہ ہے کہ مخلوق کی قدرت صرف ماتحت الاسباب العادیہ پر ہوتی ہے تو معجزات اور کرامات کا انکار لازم آئے گا حالانکہ معجزات کو معتزلہ بھی مانتے ہیں۔ (توضیح البیان ص ۳۴)

اس عبارت سے سرفراز صاحب کے کذب کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ''توضیح البیان'' میں ہم نے کسب کو عام رکھا ہے خواہ اس کا تعلق افعال عادیہ سے ہو یا غیر عادیہ سے اور یہ عموم ہم نے متکلمین کی عبارات میں فعل کو عام رکھنے سے مراد لیا ہے اور اس پر صریح عبارت بھی ان شاء اللہ ہم پیش کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ماتحت الاسباب سے مراد ماتحت الاسباب العادیہ ہے اور مافوق الاسباب سے مراد مافوق الاسباب العادیہ ہے کیونکہ حرف اور لغت میں جب سبب کو مطلقاً بولا جائے گا تو اس سے سبب عادی ہی مراد ہو گا۔ اگر مخالف مذکور نے اس کے علاوہ کچھ اور سمجھا ہے تو انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ اس لئے ماتحت الاسباب سے مراد ماتحت الاسباب العادیہ اور مافوق الاسباب سے مراد مافوق الاسباب العادیہ مراد ہیں وایضاً ''لا مشاحتہ فی الاصطلاح فعل مافوق الاسباب'' سے مراد یہ بالکل نہیں ہے کہ اس کے اوپر مطلقاً کوئی سبب نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کا تعلق عام اسباب سے نہیں ہے۔

امور عادیہ اور غیر عادیہ

علاج اور معالجہ عادۃً سبب ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی حکیم یا ڈاکٹر سے اپنے زخم کا علاج کراتا ہے تو یہ امور عادیہ اور ماتحت الاسباب العادیہ) اگر کوئی شخص لعاب دہن لگا کر کسی کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگا دے یا لعاب دہن سے کسی کی دکھتی ہوئی آنکھ ٹھیک کر دے یا محض پھونک سے کسی کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی یا ٹانگ جوڑ دے یا لعاب دہن سے کسی کی زہر خوردہ ایڑی ٹھیک کر دے تو یہ اسباب امور غیر عادیہ میں سے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ لعاب دہن وغیرہ ان چیزوں کو ٹھیک کرنے کے لیے سبب ہیں۔ لیکن عادی نہیں ہیں اس لیے یہ تمام امور مافوق الاسباب العادیہ کے تحت درج ہوں گے۔ اس لیے قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور

ﷺ کے پاس نکلی ہوئی آنکھ لے کر آنا اور حضور ﷺ کا لعاب دہن لگا کر اسے ٹھیک کر دینا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی پنڈلی اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر آنا اور حضور ﷺ کا اسے پھونک اور لعاب دہن لگا کر ٹھیک کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زہر خوردہ ایڑی کو ٹھیک کر دینا مافوق الاسباب (العادیہ) امور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضور ﷺ سے استعانت اور آپ کی اعانت ہے۔

''توضیح البیان'' میں ان تمام امور کے حوالے پیش کر دیے گئے ہیں۔

باقی یہ کہنا کہ ''حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس لیے تو ہرگز حاضر نہیں ہوتے تھے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ ان کو شفاء دے سکتے تھے اور دے دیتے تھے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر اتمام البرہان ص ۴۵)

مخالف مذکور اپنے سوقیانہ الفاظ سے جس قدر چاہیں سرکار کی شان کم کریں سرکار کا مقام آپ کے ان الفاظ سے کم نہیں ہوگا۔

ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

مخالف مذکور کا یہ قول گستاخانہ محض ایک جہالت آمیز مغالطہ ہے۔ ظاہر ہے کہ خلق شفاء صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیا امور عادیہ میں لوگ اطباء کے پاس یہ عقیدہ لے کر جاتے ہیں کہ وہ ان میں شفاء پیدا کر دیں گے یا شفاء پیدا کر سکتے ہیں؟ ہر عقل مند مسلمان (بشرطیکہ عقل مند ہو) یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دواؤں میں عادۃً اثر رکھا ہے۔ اس لیے وہ اطباء سے حصول شفاء کے لیے دوا لے کر کھاتے ہیں حصول مرض کے لیے کوئی دوا نہیں لیتا حالانکہ سب سمجھتے ہیں کہ اطباء محض شفاء کا واسطہ ہیں۔ دراصل خالق شفاء صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خالق شفاء اللہ تعالیٰ کو سمجھتے تھے۔ لیکن طلب شفاء کے لیے حضور ﷺ کے پاس جاتے تھے۔ آپ ہی بتائیے کہ قتادہ بن نعمان اپنی نکلی ہوئی آنکھ لے کر، سلمہ بن اکوع اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی لے کر اور رافع بن خدیج اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ لے کر حضور ﷺ کے پاس کیا لینے گئے تھے؟

ایک دفعہ پھر اپنی اس توہین آمیز عبارت پر غور کیجئے

تمہیں سوچو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

''حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس لیے تو ہرگز حاضر نہیں ہوتے تھے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ ان کو شفاء دے سکتے تھے اور دے دیتے تھے''۔

اور اگر ہو سکے تو بارگاہ رسالت میں اس زبان درازی پر توبہ کیجئے۔ اگرچہ توہین رسالت جو آپ کو معنوی ورثہ میں ملی ہے اس سے یہ امید تو نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ اس سوچیں کہ خلق اور ایجاد کی قید لگائے بغیر حضور ﷺ سے مطلقاً حصول شفاء کی نفی کرنا اور اس انداز تخاطب سے کہیں حضور ﷺ ناراض ہو گئے تو پھر کیا ہوگا؟ جن کی آواز پر آواز اونچی کرنے سے عمر بھر کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی ناگواری ہو تو ایمان جاتا رہتا ہے۔ ان کی شان میں ایسی زبان درازی؟

کاش کہ آپ غرور و تکبر کو چھوڑ کر توبہ کر لیں۔

مری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی

مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

حضور ﷺ کی ذات کا تو مرتبہ ہی الگ ہے حضور ﷺ کے جسم اقدس سے لگے ہوئے لباس سے بھی صحابہ شفاء طلب کرنے آتے تھے۔ (توضیح البیان، ص۵۲، طبع سوم)

پھر عام طور پر لباس کا دھوون، بال کی ڈبیا کا دھوون شفاء کا سبب نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کے لباس اور بال کی ڈبیا کے دھوون کا سبب شفاء ہونا کوئی عادی سبب نہیں ہے۔ یہ سبب امور غیر عادیہ تھے۔ اور ان سے شفاء کا حصول استمداد اور امداد یہ سبب امور مافوق الاسباب العادیہ کے قبیل سے ہیں۔

باقی یہ کہنا بے کار ہے کہ ان چیزوں میں حضور ﷺ کی مبارک نسبت کو بھی ملحوظ رکھیے۔ جناب اس مبارک نسبت ہی کی وجہ سے تو یہ چیزیں خلاف عادت شفاء دے رہی ہیں۔

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں

صاحب معنی کو بس اک لفظ کافی ہو گیا

گھبرائیے نہیں! امور مافوق الاسباب العادیہ میں امداد اور استمداد پر جب ہم آپ کے

گھر کے حوالہ پیش کریں گے تو طبیعت بالکل ملین ہو کر صاف ہو جائے گی۔ اور ان شاء اللہ کسی اور مسہل کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

امور غیر عادیہ میں کسب کا دخل

ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا تھا کہ امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ میں انبیاء علیہم السلام کے کسب کا دخل ہوتا ہے۔ اس موضوع پر اب ہم آپ کے سامنے اساطین علماء اسلام کی عبارات پیش کرتے ہیں:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان النبوة عبارة عما يختص به النبی ویفارقه به غیره وهو یختص بانواع من الخواص احدها انه یعرف حقائق الامور المتعلقة بالله وصفاته والملائكة والدار الاخرة لا كما یعلمه غیره بل مخالفا له بكثرة المعلومات و بزيادة اليقين والتحقيق والكشف والثانی ان له فی نفسه صفة بها تتم له الافعال الخارقة للعادات كما ان لنا صفة بها تتم الحركات المقرونة بارادتنا وباختیار ناوهی القدرة وان كانت القدرة والمقدور جمیعا من فعل الله تعالى. والثالث ان له صفة بها یبصر الملائكة ویشاهدهم كما ان للبصیر صفة بها یفارق الاعمی حتی یدرك بها المبصرات. والرابع ان له

نبی جن امور میں غیر نبی سے ممتاز ہوتے ہیں' ان کی کئی قسمیں ہیں۔ اول: یہ کہ نبی کو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات سے متعلق تمام حقائق کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں اور قیامت کا یہ علم عام لوگوں کے علم کی طرح نہیں ہوتا بلکہ کثرت معلومات' زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف کی وجہ سے عام لوگوں کے مغائر ہوتا ہے۔ ثانی: یہ کہ نبی کو فی نفسہ ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ خلاف عادت (امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ) کام کر لیتا ہے جیسا کہ ہمیں ایک صفت حاصل ہے جس سے ہم اپنے ارادہ اور اختیار سے حرکات کرتے ہیں اور اسی کو قدرت کہتے ہیں۔ اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کے افعال سے ہیں (یعنی کسب بھی اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور کسب کے بعد

صفة بها یدرک ما سیکون فی الغیب اما فی الیقظة او فی المنام اذبها یطالع اللوح المحفوظ فیری مما فیه من الغیب فهذه کمالات وصفات یعلم ثبوتها للانبیاء.

(امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم، ج ۲ص ۱۸۹۔۱۹۰)

جو فعل واقع ہوتا ہے وہ بھی اس کا پیدا کردہ ہے)۔ثالث: یہ کہ نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے جیسے بصیر کو ایک صفت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ نابینا سے ممتاز ہے اور مبصرات کو دیکھ لیتا ہے۔ رابع: یہ کہ نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں واقع ہونے والے امور غیب نیند یا بیداری میں جان لیتا ہے کیونکہ وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور اس میں غیب کو دیکھ لیتا ہے۔ یہ وہ صفات اور کمالات ہیں جن کا ثبوت انبیاء علیہم السلام کے لیے معلوم ہے۔

امام غزالی نے انبیاء علیہم السلام کی جو چار صفات بیان کی ہیں ان میں سے دوسری قسم میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ یا افعال خارقہ للعادات انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں ہوتے ہیں اور وہ ان کا کسب کرتے ہیں۔ جس طرح عام افعال عادیہ کا ہم کسب کرتے ہیں۔ اسی طرح افعال غیر عادیہ کا کسب انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں۔

اسی موضوع پر حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وله صفة تتم له بها الافعال الخارقة للعادات کالصفة التی بها تتم لغیره الحرکات الاختیاریة. (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۱۶ ص ۳۱)

نبی کے لیے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ افعال غیر عادیہ کر لیتا ہے جیسے غیر نبی کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ حرکات اختیاریہ کرتا ہے۔

اور امام عبدالوہاب شعرانی[1] فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انہوں نے جاگتے ہوئے حضور ﷺ سے ''بخاری'' پڑھی ہے۔

واعلم يا اخي ان خرق العوائد يكون على وجوه كثيرة وليس مرادنا هنا الاخرق العادة من ثبتت استقامته على الشرع المحمدى والا فهو مكر واستدراج من حيث لا يشعر صاحبه وقد ذكر الشيخ فى الباب السادس و ثمانين ماة ان من الخوارق ما يكون عن قوى نفسيه وذالک ان اجرام العالم تنفعل للهم النفسيه الى ان قال و دازه كلها تحت قدرة المخلوق يجعل الله تعالى قال ولا يكون خرق العادة على وجه الكرامت الالمن خرق العادة من نفسها باخراجها عن مالوفها الى الانقياد للشرع فى كل حركة وسكون. (علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ الیواقیت والجواہر ج ۱، ص ۱۵۹)

اے بھائی! اس بات کو جان لو کہ افعال غیر عادیہ کئی قسم کے ہیں اور یہاں پر ہماری مراد اس شخص کے افعال غیر عادیہ ہیں جو شرع محمدی پر مستقیم ہو ورنہ وہ مکر اور استدراج ہے جس کا اس کو خود علم نہیں ہوتا۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی نے ''فتوحات'' کے باب نمبر ۱۷۶ میں ذکر کیا ہے کہ افعال غیر عادیہ کا ظہور قوی نفسیہ سے ہوتا ہے کیونکہ عالم کے تمام اجسام ان کی ہمت نفسیہ کے تابع ہو جاتے ہیں اور یہ تمام افعال غیر عادیہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے مخلوق[1] کی قدرت میں ہوتے ہیں لیکن افعال غیر عادیہ بر طریق کرامت صرف ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو بطور خلاف عادت اپنی طبیعت کو شریعت کے موافق ڈھال لیتے ہیں اور اپنی ہر حرکت اور سکون میں شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی کی اس عبارت میں واضح تصریح موجود ہے کہ جو لوگ بطور خلاف عادت اپنی طبیعت شرع کے موافق کر لیتے ہیں اور ان کا ہر فعل شرع کے مطابق ہوتا ہے ان کو افعال غیر عادیہ پر قدرت اور اختیار ہوتا ہے اور یہ مقدس گروہ یا انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے یا اولیاء کرام کا۔ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام افعال غیر عادیہ یا امور مافوق

[1] یہاں مخلوق سے مراد تمام مخلوق نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو مختلف حیلوں اور ریاض سے افعال خارقہ پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں۔ شیخ نے ان کی تفصیل ذکر کی ہے، ہم نے اختصاراً اس کو ترک کر دیا۔ سعیدی

الاسباب العادیہ کا کسب کرتے ہیں۔ وہٰذا ہوالمطلوب۔

اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ امام عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں:

وقد فرق الائمة بين المعجزة والكرامة بفروق كثيرة غير ما ذكرنا فقال بعضهم من الفرق بينهما المعجزة تقع عند قصد النبی ﷺ وتحديه واما الكرامة فقد تقع من غير قصد الولی وقال بعضهم يجوز ان تقع الكرامة ايضا بقصد الولی وانما الفرق الصحيح بينهما ان المعجزة مع التحدی والكرامة لا يتحدی بها الولی. (امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج اص ۱۶۱)

ائمہ مسلمین نے معجزہ اور کرامت میں کئی اور وجوہ سے بھی فرق بیان کیا ہے جنہیں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ بعض ائمہ نے کہا کہ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی کے قصد (کسب) اور اس کے چیلنج سے واقع ہوتا ہے اور کرامت کبھی ولی کے قصد (کسب) کے بغیر بھی واقع ہوتی ہے اور بعض ائمہ نے یہ کہا کہ جائز ہے کہ کرامت بھی ولی کے قصد (کسب) سے واقع ہو اور ان دونوں کے درمیان فرق صحیح یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبی چیلنج بھی کرتا ہے اور ولی نہیں کرتا (یعنی قصد یا کسب کے دونوں واقع ہوتے ہے۔

امام غزالی، علامہ ابن حجر عسقلانی، محی الدین ابن عربی اور علامہ شعرانی کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ افعال غیر عادیہ کو نبی اور ولی اپنے کسب اور قصد سے کرتے ہیں اور کرامت اور معجزہ میں بھی ولی اور نبی کے کسب کا دخل ہوتا ہے اور ولی ا ر نبی کے کسب کے بعد اللہ تعالیٰ اس غیر عادی فعل کو پیدا فرماتا ہے۔

اساطین ائمہ اسلام کی تصریحات کے بعد اب مخالف مذکور کی سنیئے لکھتے ہیں:

اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے معجزہ ہو یا کرامت امور عادیہ ہوں یا غیر عادیہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں نہ تو اختلاف ہے نہ اختلاف کی گنجائش ہے لیکن معجزہ اور کرامت میں باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے صادر ہوتے ہیں نبی اور ولی کا اختیار نہیں ہوتا۔ بہ خلاف امور عادیہ کے کہ ان میں بندہ کا

اختیار ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر معجزہ اور کرامت میں کسب بھی نہیں ہوتا۔ مولف مذکور کا یہ کہنا کہ اہل حق معجزہ کو خدا تعالیٰ کا فعل کہہ کر دھوکہ دہی کے مرتکب ہیں یا افعال عادیہ اور غیر عادیہ خلق اور کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداہۃً باطل ہے' خالص جہالت اور علم وبصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی ہے۔ (محمد سرفراز خاں صفدر' اتمام البرہان ص ۴۹۔۵۰)

اب سوال یہ کہ دھوکہ دہی، خالص جہالت اور علم وبصیرت سے محرومی کے یہ کلمات صرف ہمارے ساتھ مختص ہیں یا ان تبرکات میں سے کچھ حصہ امام غزالی' حافظ ابن حجر عسقلانی' محی الدین ابن عربی اور علامہ شعرانی کو بھی ملے گا؟

اس بحث میں مخالف مذکور نے علامہ دوانی کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ معجزہ اللہ کا فعل ہے نبی کے کسب کی نفی نہیں ہے جو ہمیں مضر ہو۔ یہی حال ''شرح مواقف'' کے حوالہ کا ہے بلکہ وہ انہیں مہنگا پڑھے گا۔ (جیسا کہ عنقریب قارئین پر واضح ہو جائے گا) اسی طرح انہوں نے ''شفاء'' کا حوالہ پیش کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی کسب کی نفی نہیں ہے صرف یہ مذکور ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور یہ نزاعی بات نہیں ہے۔ نزاع اور اختلاف اس میں ہے کہ نبی کے کسب اور قصد کا معجزہ میں دخل ہے یا نہیں؟ البتہ شیخ عبدالحق کا ''مدارج النبوۃ'' سے اور انہیں کا حوالہ ''شرح فتوح الغیب'' سے پیش کیا ہے جس میں معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی سے کسب کی نفی کی گئی ہے لیکن یہ معجزہ کی ایک خاص قسم ہے۔ حکم عام نہیں جیسا کہ معجزہ کے باب میں ان شاء اللہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

مخالف مذکور نے اس بحث میں ایک اور مغالطہ دیا ہے لکھتے ہیں:

ہم علمی میدان میں بڑے وسیع القدر ہیں۔ حق بات کو دلیل اور برہان سے تسلیم کرتے اور کراتے ہیں' سینہ زوری سے کام نہیں لیتے۔ ہم ان کی تسلی کے لیے ان کے اعلیٰ حضرت کا سر دست ایک حوالہ عرض کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

عرض: کسی کی کرامت کسبی بھی ہوتی ہے؟

ارشاد! کرامت سب کی وہبی ہوتی ہے اور جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۳' طبع انڈیا' محمد سرفراز خاں صفدر، اتمام البرہان ص ۴۹۔۵۰)

کسب کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ایک وہبی کا مقابلہ میں اور ایک کسب بہ مقابلہ خلق ہے۔ اعلیٰ حضرت اس کسب کے بارے میں گفتگو فرما رہے ہیں جو ریاضت کے معنی میں ہے اور وہب کے مقابلہ میں ہے اور ہم اس کسب کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو اختیار اور قصد کے معنی میں ہے اور خلق کے مقابلہ میں ہے اس لیے اعلیٰ حضرت نے جو بیان فرمایا ہے وہ بالکل حق ہے اور ہمارے مطلوب کے کسی طرح مخالف نہیں ہے۔

معجزہ

بعثت کے بعد نبی کے ہاتھ پر جو خلاف عادت فعل ظاہر ہو (عام ازیں کہ تحدی ہو یا نہ ہو) اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ خلاف عادت فعل کے ظہور کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ خلاف عادت فعل صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہو اور نبی کے کسب اور اختیار کا اس میں بالکل دخل نہ ہو جیسے نزول قرآن یہ حضور ﷺ کا معجزہ تھا لیکن اس میں آپ کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا کہ آپ جب چاہتے قرآن کو اپنے اوپر نازل کرا لیتے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ

(آل عمران: ۴۱)

(حضرت زکریا نے حضرت یحییٰ کی ولادت پر کوئی نشانی مانگی اور) فرمایا: اے اللہ! میرے لیے اس سے اوپر کوئی آیت (نشانی یا معجزہ) مقرر کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے سوا اشاروں کے بات نہ کر سکو گے۔

اب حضرت زکریا علیہ السلام کا بات نہ کر سکنے میں ان کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں تھا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔ اس قسم کے معجزات اور آیات میں نبی کے کسب اور قصد کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور شیخ عبدالحق دہلوی یا صاحب ''فتح الصفا'' نے جو معجزہ اور کرامت میں کسب کی نفی کی ہے وہ اسی قسم کی صورت پر محمول ہے۔ خلاف عادت افعال کے ظہور کی دوسری قسم یہ ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ سے کسی خلاف عادت فعل یا امر غیر عادی کے ظہور کے لیے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرما کر وہ امر غیر عادی ظاہر فرما دے۔ پھر اس امر غیر

عادی کا ظہور صرف وقتی طور پر ہو تو اس میں نبی کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جیسے حضور کی دعا سے چاند کا شق ہونا یا حضور ﷺ کی دعا سے مسلسل ایک ہفتہ تک بارش ہونا پھر دوبارہ دعا سے بارش کا مدینہ کے گرد ونواح پر برستے رہنا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ مستقل طور پر وہ امر غیر عادی نبی کو عطا کر دے تو عطا کے بعد نبی کے کسب کا اس میں دخل ہے جب چاہے اس کو ظاہر فرمائے اور جب چاہے نہ کرے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی: قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ (طٰہٰ: ۲۵۔۲۸) اے اللہ! میرا سینہ فراخ کر دے میرا کام آسان کر دے اور میری زبان سے بندش ہٹا دے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لکنت کو بغیر کسی خارجی عمل کے ہٹا دینا ان کا معجزہ تھا جو ان کی دعا سے ملا اور یہ بروقت ان کے قبضہ میں دیا جب بھی گفتگو فرماتے روانی سے فرماتے ہر مرتبہ بات کرنے کے لیے الگ دعا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ نبی کے قصد، اختیار اور کسب سے کوئی امر خارق (فعل خلاف عادت) واقع ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

عن البراء قال بعث النبی ﷺ رهطا الی ابی رافع فدخل علیه عبدالله بن عتیک لیلا وهو نائم فقتله فقال عبدالله بن عتیک فوضعت السیف فی بطنه حتی اخذ فی ظهره فعرفت انی قتلته فجعلت افتح الابواب حتی انتهیت الی درجة فوضعت رجلی فوقعت فی لیلة مقمرة فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامة فانطلقت الی اصحابی فانتهیت الی النبی ﷺ فحدثته فقال ابسط رجلک فبسطت

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک گروہ ابورافع کی طرف بھیجا رات کے وقت عبداللہ بن عتیک اس کے گھر داخل ہوئے ابورافع سویا ہوا تھا۔ عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر کمر کے آر پار کر دی اور جب مجھے اس کے قتل ہو جانے کا یقین ہو گیا تو میں دروازے کھولتا ہوا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں سیڑھی کے پاس پہنچا (میں یہ سمجھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں) اور میں نے پیر زمین پر رکھا۔ پس میں چاندنی رات میں گر پڑا۔ اور میری ٹانگ

رجلی فمسحها فکانما لم اشتکها قط رواہ البخاری.
(ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۳۱)

ٹوٹ گئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نبی علیہ السلام تک پہنچا اور آپ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے ٹانگ پھیلائی آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر یوں لگتا تھا جیسے اس میں کبھی تکلیف ہی نہ ہوئی ہو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں کہیں دعا کے لفظ کا ذکر نہیں ہے صرف یہ کہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر شفاء دینے کے قصد سے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے شفاء پیدا کر دی۔

اس حدیث میں معجزہ پر نبی علیہ السلام کے کسب کی واضح دلیل ہے اور یہ بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آفات اور مصیبتوں میں حضور ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ سے استمداد کرتے تھے اور امور غیر عادیہ میں نبی علیہ السلام کا کسب ظاہر ہے کیونکہ عادۃً کسی کے ہاتھ پھیرنے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ جڑا نہیں کرتی۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن جابر قال عطش الناس یوم الحدیبیة و رسول اللہ ﷺ بین یدیہ رکوة فتوضا منها ثم اقبل الناس نحوہ قالوا لیس عندنا ماء فنتوضأ به ونشرب الا مافی رکوتک فوضع النبی ﷺ یدہ فی الرکوة فجعل الماء یفور من بین اصابعه کامثال العیون قال فشربنا وتوضأنا قیل لجابر کم کنتم قال لو کنا مائة

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ کو لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور ﷺ کے سامنے ایک برتن تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ پھر لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ نہ ہمارے پاس وضو کے لئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے سوا اس پانی کے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔ نبی علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اس برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں

الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مائۃ (متفق علیہ).

(ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۳۲)

سے پانی چشمہ کی طرح بہنے لگا۔ جابر کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے پیا اور وضو کیا۔ جابر سے پوچھا گیا کہ تمہاری کتنی تعداد تھی؟ جابر نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں پورا ہو جاتا۔ ویسے ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں بھی کہیں دعا کا ذکر نہیں ہے۔ صرف حضور ﷺ کے کسب کا ذکر ہے آپ ﷺ نے برتن میں ہاتھ ڈالا اور انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا قصد کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا فعل پیدا کر دیا۔ یہ کام خلاف عادت اور معجزہ ہے اور اس میں حضور ﷺ کے کسب کا دخل بالکل ظاہر ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب صحابہ کرام کو پیاس لگی اور وضو کے لیے پانی کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے حضور ﷺ کی طرف رجوع کیا صرف اپنی پیاس اور وضو کے لیے پانی کی ضرورت کا اظہار کیا دعا کی درخواست نہیں کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ دعا فرمائیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر افعال غیر عادیہ جاری فرما دیتا ہے اور اگر دعا نہ فرمائیں تب بھی اللہ تعالیٰ آپ کے قصد پر افعال غیر عادیہ پیدا کر دیتا ہے۔ نیز اس حدیث سے امور غیر عادیہ یا امور مافوق الاسباب العادیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی طرف رجوع کرنا ان کی استمداد اور آپ کی امداد ثابت ہے۔

معجزہ کی ان تین قسموں کے سامنے آجانے کے بعد اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جن علماء نے معجزہ سے کسب کی نفی کی ہے اور اس کو محض اللہ تعالیٰ کا فعل قرار دیا ہے۔ اس سے ان کی مراد معجزہ کی قسم اول ہے اور جن علماء نے معجزہ میں نبی کے کسب کا دخل قرار دیا ہے وہ معجزہ کی تیسری قسم ہے جیسا کہ ہم نے ابھی احادیث سے واضح کیا ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی فرماتے ہیں:

شرط بعضھم ان لا یکون

بعض علماء نے معجزہ کے لیے شرط لگائی

المعجزة مقدور للنبی فاذا مشی علی الماء وطار فی الهواء فلیس المعجزة مشیه وطیرانه بل نفس القدرة علیهما والقدرة لیست مقدورة له والصحیح ان نفس المشی والطیران معجزة.

(عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ نبراس ص ۴۳۱)

ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور نہ ہو۔ پس جب نبی پانی پر چلے یا ہوا میں اڑے تو اس کا چلنا اور اڑنا معجزہ نہیں ہے، بلکہ چلنے اور اڑنے کی طاقت معجزہ ہے۔ اور وہ طاقت نبی کی قدرت میں نہیں ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ نبی کا صرف چلنا اور اڑنا بھی معجزہ ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے بعض علماء کی اس شرط کو رد کر دیا اور فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے کہ نبی کا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا معجزہ ہے (نہ کہ اس کی طاقت جو من جانب اللہ ہے) اور ''نبراس'' کے حاشیہ پر اس کی وضاحت ہے۔

قوله مقدور للنبی اذلو کان مقدورا له لم یکن نازلا منزلة التصدیق من الله ولکن لیس بشئی لان قدرته مع عدم قدرة غیره عادة معجزة.

(علامہ برخوردار ملتانی، حاشیہ علی نبراس، ص ۴۳۱)

کیونکہ اگر معجزہ نبی کی طاقت میں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصدیق کے قائم مقام نہ ہو سکے گا۔ لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ جب نبی کو ایک کام پر قدرت ہو اور نبی کے غیر کو اس پر عادۃً قدرت نہ ہو تو یہ بہرحال نبی کا معجزہ ہوگا۔

علامہ عبدالعزیز نے جو نبی کے محض پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے کو (نہ کہ اس پر قدرت کو جو من جانب اللہ ہے) معجزہ قرار دیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے محشی لکھتے ہیں:

قوله معجزة یعنی من جهة کونها خارقة للعادة مخلوقة الله تعالی وان کانت مقدورة نبی الله تعالی و هوالاصح کذا فی شرح المواقف.

(علامہ برخوردار ملتانی، حاشیہ علی نبراس، ص ۴۳۱)

کیونکہ معجزہ خلاف عادت فعل ہوتا ہے اس لیے وہ خلاف عادۃ فعل اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ کے نبی کا مقدور ہونے کے باوجود معجزہ ہے۔ ''شرح مواقف'' میں اسی طرح ہے۔

سرفراز صاحب نے آمدی کی اور سیّد شریف کی ''شرح مواقف'' سے جو نامکمل عبارت پیش کی تھی وہ ہم قارئین کرام کے سامنے مکمل پیش کر دیتے ہیں۔

وشرط قوم فی المعجزة ان لا یکون مقدور اللنبی اذلو کان مقدورا له کصعوده الی الهواء ومشیه علی الماء لم یکن نازلا منزلة التصدیق من الله ولیس بشئی لان قدرته مع عدم قدرة غیره عادة معجزة قال الامدی بل یتصدر کون المعجز مقدورة للرسول ام لا اختلف الائمة فذهب بعضهم الی ان المعجزة فیما ذکر من المثال لیس هو الحرکة بالصعد او المشی لکونها مقدورة بخلق الله فیه القدورة علهیما انما المعجزة هناک هو نفس القدرة علیها وهذه القدرة لیس مقدورة له وذهب اخرون الی ان نفس هذه الحرکة معجزة من حیث کونها خارقة للعادة ومخلوقة لله تعالی وان کانت مقدورة نبی الله تعالی و هو الاصح۔

(میر سیّد شریف متوفی ۸۱۶ھ شرح مواقف ص ۶۶۶)

ایک قوم نے معجزہ میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ نبی کی طاقت میں نہ ہو کیونکہ اگر وہ نبی کی طاقت میں ہو جیسے نبی کا ہوا میں اوپر چڑھنا یا پانی پر چلنا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ اور یہ بات بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ جب نبی کو ان امور پر قدرت اور طاقت ہو اور اس کے غیر کو اس پر عادۃً قدرت اور طاقت نہ ہو تو یہ بہر حال نبی کا معجزہ ہو گا۔ آمدی نے کہا کہ یہ متصور ہے کہ رسول کو معجزہ پر قدرت ہو یا نہ ہو اس بات میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ ان مثالوں میں صرف ہوا میں اوپر چڑھنا یا پانی پر چلنا معجزہ نہیں ہے کیونکہ یہ افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے نبی کی قدرت میں ہیں۔ پس معجزہ دراصل ان افعال پر قدرت ہے اور یہ قدرت اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے نبی کی قدرت نہیں ہے۔ اور اکثرین کا نظریہ یہ ہے کہ افعال (یعنی پانی پر چلنا وغیرہ) خود معجزہ ہیں کیونکہ خلاف عادت افعال ہیں اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ اگرچہ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی قدرت میں

ہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) ایک قوم نے یہ کہا کہ معجزہ نبی کی قدرت میں نہیں ہوتا۔لیکن اس بات کو میر سید شریف نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جب نبی ایسا فعل پیش کرے جو عادۃً دوسروں کی طاقت اور قدرت میں نہ ہو تو وہ بہر حال معجزہ ہے اس لیے کہ معجزہ نبی کی قدرت اور طاقت میں ہوتا ہے اگرچہ وہ قدرت اور طاقت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔یعنی نبی اظہار معجزہ میں جماد کی طرح مجبور محض نہیں ہے جیسا کہ جبریہ کا مسلک ہے۔

(۲) آمدی نے یہ کہا کہ بعض ائمہ کا نظریہ یہ ہے کہ دراصل معجزہ خلاف عادت افعال پر قدرت ہے اور یہ قدرت نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔اس لیے معجزہ بھی نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔لیکن آمدی نے ان بعض ائمہ کے نظریہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اکثرین کا نظریہ یہی ہے کہ معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے۔اگرچہ معجزہ کی صورت میں جو افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے امام غزالی نے فرمایا کہ عام افعال عادیہ ہمارے کسب و اختیار میں ہوتے ہیں۔اگرچہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے خاص افعال یعنی افعال غیر عادیہ ان کے اختیار اور کسب میں ہوتے ہیں۔اگرچہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

معجزہ کی پہلی قسم جس میں نبی کے کسب کا دخل نہیں ہوتا وہ چونکہ غیر نزاعی ہے اس لیے اس کو چھوڑ کر ہم دوسری قسم کی تفصیل کر رہے ہیں۔معجزہ کی دوسری قسم جو ہم نے بیان کی تھی کہ نبی اللہ تعالیٰ سے کسی خلاف عادت امر کے حصول کے لیے دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ نبی کو اس معجزہ پر قبضہ قدرت عطا فرمادے کہ وہ جب چاہے اپنے کسب اور اختیار سے اس معجزہ کو ظاہر کر دے۔اس پر قرآن کریم کی آیت دلیل ہے۔

ترجمہ تھانوی صاحب کا ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ

(حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! میرا قصور معاف کر

الْوَهَّابُ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ۝ هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝

(ص: ۳۵-۳۹)

اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لیے غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ سو خواہ دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں ہے۔

اس کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ کسی کو دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا' جیسا دوسرے ملوک خزائن ملکیہ کے مالک نہیں ہوتے' ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو۔ تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخییر لازم نہیں آتی۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج ۲ ص ۸۸۹)

مخالف مذکور کے حکیم الامت جناب اشرف علی تھانوی نے واشگاف الفاظ میں تصریح کر دی ہے کہ ہواؤں اور جنات پر تصرف کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالکانہ اختیار عطا فرما دیئے تھے۔ تھانوی صاحب نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس غیر عادی امر پر کسب و اختیار کے بارے میں معجزہ کی تصریح نہیں کی جو ان کو دعا کی وجہ سے علی العموم حاصل ہو گیا۔ اس لئے اس امر غیر عادی کے معجزہ ہونے پر ہم متقدین مفسرین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

فاراد ان یطلب من ربه معجزة فطلب علی حسب الفه ملکا زائدا

سلیمان علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اپنے رب سے معجزہ طلب کریں۔ پس

علی الممالیک زیادۃ خارقۃ للعادۃ بالغۃ حد الاعجاز لیکون ذالک دلیلا علی نبوتہ قاھرا للمبعوث الیھم وان یکون معجزۃ حتی یخرق العادات. (جاراللہ زمخشری متوفی ۴۶۷ھ کشاف ج ۳ ص ۴۷۵)

انہوں نے اپنی منشا کے مطابق ایسا معجزہ طلب کیا جس کی وجہ سے ان کا ملک دوسرے ممالک پر زائد رہے۔ ایسی زیادتی کے ساتھ جو خلاف عادت ہو اور حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہوتا کہ یہ ان کی قوم کے لیے ان کی نبوت پر قاہر دلیل ہو اور ایسا معجزہ جو تمام امور عادیہ کے خلاف ہو۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان الملک ھو القدرۃ فکان المراد اقدرنی علی اشیاء لا یقدر علیھا غیری البتۃ یصیر اقتداری علیھا معجزۃ تدل علی صحۃ نبوتی ورسالتی والدلیل علی صحۃ ھذا الکلام انہ تعالیٰ قال عقیبہ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب فیکون الریح جاریا بامرہ قدرۃ عجیبۃ وملک عجیب ولا شک انہ معجزۃ دالۃ علی نبوتہ فکان قولہ ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ھذا المعنی لان شرط المعجزۃ ان لا یقدر غیرہ علی معارضتھا فقولہ لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی لا یقدر احد علی معارضۃ. (فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ،

ملک کا معنی ہے قدرت، پس سلیمان علیہ السلام کی دعا سے مراد یہ تھی کہ اے اللہ! مجھے ان چیزوں پر قادر کر دے جن پر میرا غیر کسی وجہ سے قادر نہ ہو سکے تا کہ ان چیزوں پر قدرت میری نبوت اور رسالت کی صحت پر معجزہ ہو جائے اور اس کلام کی صحت پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے بعد فرمایا: ''ہم نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا جو ان کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی ہے جہاں کا وہ قصد کریں'' اور ہوا کا ان کے حکم سے چلنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عجیب قدرت ہے۔ اور بلاشبہ یہ معجزہ ان کی نبوت پر دلالت کرتا ہے اور ان کی دعا: ''مجھے ایسا ملک دے جو بعد میں کسی کے لائق نہ ہو'' یہی مطلب ہے کیونکہ معجزہ کی یہی شرط ہے کہ اس کے مقابلہ پر

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۱۹۶)

دوسرا شخص قادر نہ ہو سکے۔ پس ان کی اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں ان کا مقابل نہ ہو سکے۔

امام رازی کی اس بات پر وافر دلائل موجود ہیں کہ ہواؤں اور جنات کا تابع ہونا نہ صرف سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کو ان کی قدرت اور اختیار میں دے دیا تھا۔

اور قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لیکون معجزة ومناسبة لحالی.

(قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۳۵۔۳۳۶)

تاکہ ہواؤں کا مسخر ہونا میرے لیے معجزہ ہو جائے۔

اور ''ھذا عطاؤنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لتفویض التصرف فیہ الیک.

کیونکہ ہم نے معجزات میں تصرف تو آپ کو مفوض کر دیا ہے۔

اور علامہ نظام الدین نیشاپوری ''رب ھب لی'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما قصد بہ ان یکون معجزة لہ ومن شرط المعجزة ان لا یقدر غیرہ علی معارضتہ.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس دعا سے معجزہ کا قصد کیا اور معجزہ کی شرط یہ ہے کہ دوسرا شخص اس کے معارضہ پر قادر نہ ہو۔

اور ''ھذا عطاؤنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی انہ جمہ کثیر لا یدخل تحت الضبط و الحصر فاعط منہ ماشئت او امسک مفوضا الیک زمام التصرف فیہ. (نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۶۸ھ تفسیر نیشاپوری علی ہامش الطبری پ ۲۳ ص ۱۰۲)

یعنی ہم نے آپ کو جو چیزیں عطا کی ہیں وہ ضبط اور شمار سے باہر ہیں آپ ان میں سے جو چاہیں دے دیں جو چاہیں نہ دیں اس معاملہ میں تصرف کی باگیں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

طعن بعض الملاحدة علی سلیمان ونسبة فی هذا الی الحرص علی الاستبداد بنعمة الدنیا وخفی علیه ان ذلک کان باذن له من الله وان تلک کانت معجزته کما اختص کل نبی بمعجزته دون غیره. (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۶۷)

بعض ملحدوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ طعن کیا ہے کہ انہوں نے نعمت دنیا کی حرص کی وجہ سے دعا مانگی اور ان لوگوں پر یہ بات مخفی رہی کہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھی اور یہ معجزہ ان کے ساتھ اس طرح مختص تھا جیسے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ مختص تھے۔

اور علامہ ابوسعود دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

استدعا من ربه معجزة.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ طلب کیا۔

اور ''هذا عطاؤنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لتفویض التصرف فیه الیک علی الاطلاق. (علامہ ابوسعود متوفی ۸۵۲ھ تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۷ ص ۵۷۴۔۵۷۵)

کیونکہ ان معجزات میں ہم نے آپ کو علی الاطلاق تصرف دے دیا ہے۔

اور ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں:

سئل سلیمان ذالک لیکون اية نبوته ومعجزة له.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سوال اپنی نبوت پر معجزہ کے حصول کے لیے کیا۔

اور ''هذا عطاؤنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

غیر محاسب علی منه وامساكه كتفويض التصرف فيه الا الیک. (علامہ ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۳۵ھ، تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۸۲)

آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ آپ ان امور میں سے کسی کو دیں یا نہ دیں کیونکہ اس میں تفوض آپ ہی کو دیا گیا ہے۔

اور علامہ آلوسی دعا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاراد ان يطلب من ربه عزوجل معجزة.

سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ کی طلب کی۔

اور ''هذا عطاؤنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاعط من شئت وامنع من شئت غير محاسب على شئ من الامرين ولا مسئول عنه في الاخرة لتفويض التصرف فيه اليك على الاطلاق. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی پ۲۳ ص۲۰۰۔۲۰۴)

آپ جس کو چاہیں عطا کریں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ آپ سے دنیا اور آخرت میں ان میں سے کسی چیز پر حساب نہ ہو گا۔ کیونکہ ان (امور غیر عادیہ) میں آپ کو علی الاطلاق تصرف دے دیا ہے۔

احمد مصطفی مراغی لکھتے ہیں:

فاراد ان يطلب من ربه معجزة.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے معجزہ طلب کیا۔

اور ''هذا عطاؤنا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاعط من شئت وامنع من شئت غير محاسب على شئى من ذالك قد فوضنا لك التصرف فيه كما تشاء. (احمد مصطفی المراغی، تفسیر مراغی پ۲۳ ص۳۲۱۔۳۲۳)

آپ (ان امور میں سے) جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں، آپ سے کوئی حساب نہیں ہوگا، کیونکہ ہم نے ان امور میں آپ کو تصرف عطا کر دیا جیسے چاہیں تصرف کریں۔

اب ہم معجزہ کی تیسری قسم قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جس میں دعا کا ذکر نہ ہو اور نبی ﷺ کے کسب پر اللہ تعالیٰ امر غیر عادی کو پیدا فرمائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

معرکہ بدر میں جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور ﷺ نے ایک کنکریوں کی مٹھی بھر کر کفار کے لشکر کی طرف پھینکی اور تین مرتبہ ''شاهت الوجوه'' فرمایا خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ ادھر سے

مسلمانوں نے فوراً حملہ کر دیا۔ آخر بہت سارے کافر ہلاک ہو گئے۔ کسی بشر سے عادۃً ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک کنکریوں کی مٹھی مخالف لشکر کی طرف پھینکے اور اس کے ہر سپاہی کی آنکھ میں وہ کنکریاں پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ . (الانفال:۱۷)

آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جس وقت آپ نے پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ مٹھی پھینکی ہے۔

اس آیت کریمہ میں پہلے خاک کی مٹھی پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی کی ہے۔ ایک چیز کا ہونا اور نہ ہونا یہ بظاہر تعارض اور تناقض یا تنافی ہے۔ مفسرین کرام نے اس تعارض کو دور کیا ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

وما رميت اذ رميت اثبت كونه عليه السلام راميا ونفى عنه كونه راميا فوجب حمله على انه رماه كسبا وما رماه خلقا. (امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴، ص ۳۵۹)

آپ نے مٹھی نہ پھینکی جب کہ پھینکی تھی اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے پھینکنا ثابت کیا اور بعد میں آپ سے پھینکنے کی نفی کی۔ پس آیت کا اس بات پر حل کرنا ضروری ہے۔ آپ کا پھینکنا بطور کسب تھا اور نہ پھینکنا بطور خلق تھا۔

اور علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں:

وفى الاية بيان ان فعل العبد مضاف اليه كسبا والى الله تعالى خلقا. (علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ، تفسیر مدارک علی ہامش الخازن ج ۲ ص ۱۸۵)

اس آیت میں اس بات کا بیان ہے کہ بندہ کی طرف فعل بطور کسب منسوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بطور خلق۔

اور علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

والحاصل ما رميت خلقا اذ

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے بطور خلق

رمیت کسبا. (علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ عنایت القاضی ج ۴ ص ۲۶۱)

کنکریاں نہیں پھینکیں۔ جب آپ نے بطور کسب پھینکی تھیں۔

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بالاية ان افعال العباد بخلقه تعالى وانما لهم كسبها ومباشرتها قال الامام اثبت سبحانه كونه ﷺ راميا ونفى كونه راميا فوجب حمله على انه عليه الصلوة والسلام رمى كسبا والله تعالى رمى خلقا. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی پ ۹ ص ۱۸۵)

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہوتے ہیں اور بندوں کے لیے ان افعال کا کسب ہوتا ہے۔ امام (رازی) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے پھینکنے کی نفی کی اور پھر آپ کے لیے پھینکنا ثابت کیا۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ آپ نے بطور کسب پھینکا تھا اور بطور خلق نہیں پھینکا تھا۔

ہم نے اساطین علماء اسلام کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بعض افعال غیر عادیہ میں انبیاء علیہم السلام کے کسب کو دخل ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ہم احادیث سے بھی یہ ثابت کر چکے ہیں اور اب امام رازی، علامہ نسفی، علامہ خفاجی اور علامہ آلوسی جیسے مستند مفسرین کرام کے حوالوں سے بھی قرآن کریم کی روشنی میں ثابت کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرات متکلمین میں سے علامہ آمدی، میر سیّد شریف، علامہ عبدالعزیز پرہاروی صاحب ''نبراس''، علامہ ملتانی کے حوالوں سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ متکلمین کی اکثریت اس طرف گئی ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور ہوتا ہے اور جن بعض متکلمین نے اختلاف کیا ہے اس کا محل بھی متعین کر دیا کہ وہ معجزہ کی پہلی قسم ہے اس کے علاوہ امور غیر عادیہ کی بحث میں امام غزالی، ابن حجر عسقلانی، محی الدین عربی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ امور غیر عادیہ انبیاء علیہم السلام کے کسب اور اختیار میں ہوتے ہیں۔ کاش! مخالف مذکوران تمام امور کو بغور پڑھیں اور حقیقت کا اعتراف کر لیں انبیاء کرام سے عناد رکھنا کوئی اچھی بات تو نہیں ہمیں تو آپ شرک کا شیدائی کہتے ہیں لیکن آپ ہی دیکھیں کہ آپ کے معتمد علیہ مفسر علامہ سیّد محمود آلوسی اسی آیت کی تفسیر

میں کیا کہتے ہیں؟۔

فانا لا اری باسا فی ان یکون الرمی المثبت له ﷺ هو الرمی المخصوص الذی ترتب علیه ما ترتب مما ابهر العقول وتحیر الالباب واثبات ذالک له علیه الصلوة والسلام حقیقة علی معنی انه فعله بقدرة اعطیت له ﷺ مؤثرة باذن الله تعالی الا انه لما کان ما ذکر خارجا عن العادة اذا المعروف فی القدر الموصوفة للبشر ان لاتؤثر مثل هذا الاثر نفی ذالک عنه واثبت لله سبحانه مبالغة کانة قیل ان ذلک الرمی وان صدر منک حقیقة بالقدرة الموثرة باذن الله تعالی سبحانه لکنه لعظم امره وعدم مشابهته لا فعال البشر کانه لم یصدر منک بل صدر من الله جل شانه بلا واسطة. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ تفسیر روح المعانی پ۹ ص۱۸۶)

میں اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ جو مٹھی کا پھینکنا حضور ﷺ کے لیے ثابت کیا گیا ہے، وہ وہی پھینکنا ہے جس نے عقلوں کو حیران اور مبہوت کر دیا اور یہ پھینکنا حضور ﷺ کے لیے حقیقتاً ثابت ہے۔ بنا بریں کہ آپ نے یہ فعل اس قدرت سے انجام دیا ہے جو آپ کو عطا کی گئی تھی۔ اور آپ کی وہ قدرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے تاثیر کر رہی تھی۔ لیکن چونکہ عام طور پر انسانوں کو ایسی قدرت عادۃً نہیں دی جاتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس اثر کو حضور ﷺ سے نفی کی اور مبالغۃً اس فعل کو اپنے لیے ثابت فرمایا گویا کہ یوں کہا گیا کہ یہ رمی اگرچہ حقیقۃً آپ ﷺ سے اس قدرت کے ساتھ صادر ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے موثر تھی۔ لیکن چونکہ یہ بہت عظیم امر تھا۔ اور افعال بشر کے مشابہ نہ تھا تو گویا یہ فعل آپ سے صادر نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا۔

ہم نے تو صرف اتنا کہنا تھا کہ امور غیر عادیہ میں نبی کسی فعل کا قصد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے تو آپ برہم ہو گئے تھے اور علامہ آلوسی فرما رہے ہیں کہ نبی ﷺ نے از خود خداداد قوت سے حقیقتاً وہ کنکریاں پھینکیں جنہوں نے تمام لشکر کفار کو حواس باختہ کر دیا۔ علامہ آلوسی نے بہت عمدہ بات کی ہے کہ اور تیسری قسم کے تمام معجزات کو اسی

صورت پر محمول کر دیا جائے تو عین ایمان کے مطابق ہے آخر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خداداد طاقت سے قلعہ خیبر اکھاڑ کر پھینک سکتے ہیں تو حضور ﷺ خداداد قوت سے امور غیر عادیہ کو کیوں انجام نہیں دے سکتے؟

جب نبی کی خداداقوت کا ذکر آ گیا ہے تو ایک اور ایمان افروز حدیث سن لیں:

عن ابی هريرة قال ارسل ملک الموت الی موسی فلما جاءه صكه ففقأ عينه فرجع الی ربه فقال ارسلتنی الی عبد لا يريد الموت فرد الله عليه عينه وقال ارجع فقل له يضع يده علی متن ثور فله بكل ما غطت به يده بكل شعرة سنة قال ای رب ثم ماذا قال ثم الموت قال فالان فسئل الله تعالی ان يدنيه من الارض المقدسة رمية بحجر قال رسول الله ﷺ فلو كنت ثم لاريتكم قبره الی جانب الطريق عند الكثيب الاحمر.

(امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ا ص ۱۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے زور سے اس کو ایک تھپڑ مارا اور اس کی آنکھ باہر نکال دی۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ واپس کر دی اور فرمایا: دوبارہ جاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہو کہ آپ ایک سفید بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا: اے رب! پھر کیا ہو گا؟ کہا: پھر موت' آپ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ مجھے بیت المقدس میں کثیب احمر کے قریب کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا۔

انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وانما فقأت عينه فقط لانه كان ملک الموت والا لاندفت السموات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے عزرائیل کی فقط آنکھ کھلی اس کی وجہ یہ

السبع من لطمة غضبه وانما غضبه علیه لان من سنة ملک الموت بالانبیاء ان یکلمهم بالتخییر فلما ترکها و اخبره بالوفاة اخذته الغضبة فلطمه. (انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۴۷۶)

تھی کہ وہ ملک الموت تھے (یعنی قضاء انہوں نے سب کی روح قبض کرنی تھی) ورنہ حضرت موسیٰ کے غضب ناک تھپڑ کا تقاضا یہ تھا کہ ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصہ کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جا کر ملک الموت کو موت کا اختیار دینا چاہیے تھا اور جب کہ ملک الموت نے اختیار کو ترک کیا اور وفات کی خبر دی تو موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا۔

غور فرمایئے! کہ امور غیر عادیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خداداد طاقت کا یہ عالم تھا کہ ملک الموت کو تھپڑ مارا تو اس کی آنکھ نکال دی اور انور شاہ کشمیری کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو قبض ارواح کے لیے زندہ نہ رکھنا ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی ضرب سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ غور فرمایئے! کہ جب بازوئے کلیم کی قوت کا یہ اثر ہے تو بازو حبیب کی طاقت کا کیا عالم ہو گا؟

علامہ آلوسی اور کشمیری صاحب کی عبارات کو بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو ایسی قدرت اور طاقت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان سے خلاف عادت اور معجزات رونما ہوتے ہیں۔ پھر کس قدر حیرت اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں پتھر کی طرح بے بس ہیں۔ جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم بے بس ہوتا ہے اسی طرح انہیں کسی معجزہ پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

فالی الله المشتکی ولله العزة ولرسوله

کرامت

معجزہ کی طرح کرامت بھی تین قسموں پر ہے ایک قسم وہ ہے جس میں ولی کے کسب اور اختیار کے بغیر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خلاف عادت افعال ظاہر کرتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے

جس میں ولی کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی خلاف عادت فعل ظاہر کرتا ہے یہ دونوں قسمیں غیر اختلافی ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں ولی کے کسب، قصد اور اس کے اختیار پر اللہ تعالیٰ کوئی خرق عادت فعل ظاہر کرتا ہے۔

چونکہ اس قسم کو ماننے سے بعض مخالفین نے انکار کر دیا ہے' بلکہ اس کو دھوکہ دہی، جہالت اور علم وبصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی قرار دیا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۴۹-۵۰)

اس لیے ہم آپ کے سامنے اب کرامت کے اختیاری ہونے پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔ فنقول و بالله التوفيق.

حضرت علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

والكرامة ظهور امر خارق العادة بلا دعوى النبوة وهى جائزة ولو بقصد الولى من جنس المعجزات لشمول قدرة الله تعالى و واقعة كقصة مريم واصف و اصحاب الكهف وما تواتر جنسه من الصحابة والتابعين وكثير من الصالحين. (علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ مقاصد علی ہامش شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۳)

کرامت (دعویٰ نبوت کے بغیر) خلاف عادت امر کے ظہور کو کہتے ہیں اور یہ جائز ہے اگرچہ یہ ولی کے قصد سے ہو اور یہ معجزات کی جنس سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان سب کو شامل ہے اور یہ واقع ہے جیسے حضرت مریم، آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات اور اس جنس کے واقعات جو صحابہ' تابعین سے اور صالحین امت سے بہ کثرت صادر ہوتے ہیں۔

حضرت علامہ تفتازانی نے اس عبارت میں تصریح کر دی کہ کرامت ولی کے قصد اور اختیار سے واقع ہوتی ہے۔

علامہ نووی ''مسلم شریف'' کی ایک حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنها اثبات كرامات الاولياء وهو مذهب اهل السنة خلافا للمعتزله وفيه ان كرامات الاولياء قد تقع باختيارهم وطلبهم هذا هو

اور اس حدیث کے فوائد میں سے اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب بہ خلاف معتزلہ کے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ بعض اولیاء اللہ

الصحیح عند اصحابنا المتکلمین ومنهم من قال لایقع باختیارهم وطلبهم وفیه ان الکرامات قد تکون بخوارق العادات علی جمیع انواعها ومنها بعضهم وادعی انها تختص بمثل اجابة دعاء ونحوه وهذا غلط من قائله وانکار للحس بل الصواب جریانها بقلب الاعیان واحضار الشیء من العدم ونحوه.

(شیخ محی الدین البرزکریانووی متوفی ۶۷۶ھ شرح نووی مع مسلم ج ۲ ص ۳۱۴)

کی کرامات ان کے اختیار اور ان کی طلب سے واقع ہوتی ہیں اور یہی بات ہمارے متکلمین کے نزدیک صحیح ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے: کرامات، اولیاء کے اختیار اور طلب سے واقع نہیں ہوتیں۔ اس میں یہ اعتراض ہے کہ کرامات خلاف عادت افعال کی تمام اقسام پر واقع ہوتی ہیں (یعنی تینوں قسموں پر جیسا ہم نے بیان کیا ہے، سعیدی) بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کرامت قبولیت دعا اور اس کی مثل کے ساتھ خاص ہے ان لوگوں کا یہ قول قطعاً غلط ہے۔ اور مشاہدہ کا انکار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حقائق میں انقلاب اور شئی کا عدم سے وجود میں لانے اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ساتھ کرامت کا تعلق ہوتا ہے۔

علامہ نووی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت میں تقریباً وہ سب باتیں آگئی ہیں جو کرامت کے سلسلہ میں ہم اب تک کہتے آئے ہیں۔

اس بحث میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ان کرامة الولی قد تقع باختیاره وطلبه هو الصحیح عند جماعة المتکلمین. (علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری جز ۷ ص ۲۸۳)

ولی کی کرامت بعض اوقات اس کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہے اور یہ بات صحیح ہے۔

اور علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

فالکامل من قدر علی الکرامة.

اور کامل وہ شخص ہے جو کرامت پر

(علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، قادر ہو۔

الیواقیت والجواہر ج ۳ ص ۱۰۵)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں:

ثم مجوز والکرامات تخربوا اجزابا فمنهم من شرط الا یختارها الولی وبهذا فرقوا بینها وبین المعجزة وهذا غیر صحیح. (علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاوی حدیثیہ، ص ۲۵۹)

جو حضرات کرامت کے جواز کے قائل ہیں ان میں سے بعض نے کہا کہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ تاکہ معجزہ اور کرامت میں فرق ہو اور یہ فرق صحیح نہیں ہے۔

اولیاء کرام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کے لیے کوئی خلاف عادت کام ظاہر فرما دے کرامت کی یہ قسم غیر نزاعی اور غیر اختلافی ہے۔ اس لیے کرامت کی اس قسم کو بیان کر کے ہم طوالت سے بچنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر ہم صرف کرامت کی اس قسم کا ذکر کر رہے ہیں جو اولیاء اللہ تعالیٰ کی خداداد قوت سے ظہور میں آتی ہیں یا جن امور عادیہ کے لیے وہ کسب اور قصد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے کسب اور قصد کے مطابق خلاف عادت امر پیدا فرما کر ان کی کرامت ظاہر کر دیتا ہے۔

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

علامہ تاج الدین سبکی نے "طبقات کبریٰ" میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

(۱) مُردوں کو زندہ کرنا

مفرج دمامینی کا قصہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بُھنے ہوئے پرندوں کے بچے ہوئے ٹکڑوں کو فرمایا تھا کہ اڑ جاؤ تو وہ اڑ گئے تھے اور شیخ علی الابدال کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ ان کے پاس آگئی۔

(۲) مردوں سے بات چیت کرنا

اور یہ قسم تو پہلی قسم سے بھی زیادہ واقع ہوئی ہے اسی قسم کا ایک واقعہ ابوسعید فراز سے اور پھر شیخ عبدالقادر اور ایک جماعت سے روایت ہے جن میں کے آخری بزرگ علامہ تاج

الدین بکی کے والد ماجد حضرت شیخ امام تقی الدین بکی ہیں۔

(۳) دریا کا شق ہو جانا اور اس کا خشک ہو جانا یا پانی کا اوپر کو چلا جانا

اور یہ تینوں قسمیں بہت واقع ہوئی ہیں۔ ایک ایسا ہی واقعہ شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین دقیق العید کے یہاں بھی ہوا ہے۔

(۴) قلب ماہیت

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عینی العتار یمنی کے پاس کسی شخص نے مزاح میں دو برتن شراب سے بھرے ہوئے بھیج دیئے تھے۔ آپ نے ایک کو دوسرے میں الٹ دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ لوگوں نے کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی تھا کہ اس کی سی رنگت اور خوشبو کہیں دیکھی نہیں گئی اور ایسے واقعات بہت منقول ہیں۔

(۵) اولیاء اللہ کے واسطے زمین کا سمٹ جانا

بیان کیا گیا ہے کہ ایک ولی طرسوس کی جامع مسجد میں تھے آپ کو حرم شریف کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو آپ نے سر جھکا لیا پھر سر اٹھایا تو آپ حرم شریف کے اندر تھے اور اس قسم کے واقعات کا مشترک مضمون تو اتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے اب اس کا انکار سوائے ضدی شخص کے اور کون کر سکتا ہے؟

(۶) جمادات اور حیوانات کا کلام کرنا

خود اس کرامت کے ہونے میں اور پھر اس کے بہ کثرت واقع ہونے میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم کا واقعہ انار کے درخت کا آپ کو اپنا پھل کھانے کے لیے پکارنا منقول ہے۔ آپ نے ایک انار کھایا تو وہ درخت چھوٹا سا تھا بڑا ہو گیا' کھٹا تھا میٹھا ہو گیا اور ایک سال میں دو بار پھل لانے لگا۔

(۷) بیماریوں سے تندرست کر دینا

جیسا کہ حضرت سری (حضرت جنید کے پیر) سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے جو ان سے ایک پہاڑ پر ملے تھے کہ وہ اپاہج اور اندھوں اور دوسرے بیماروں کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ اور جیسے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض فالج زدہ اندھے کوڑھی بچے کو فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور

اس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔

(۸) حیوانات کا فرمانبردار ہو جانا

جیسے کہ ابوسعب بن ابی الخیر المہنی کے ساتھ ایک شیر کا قصہ ہے اور ان کے قبل ابراہیم خواص کا واقعہ بھی ہوا ہے بلکہ جمادات بھی فرمانبردار ہو جاتے ہیں جیسے کہ سلطان العلماء شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کے قصہ میں ہے اور انہیں سے واقعہ فرنگ میں یہ قول مروی ہے کہ ''اے ہوا ان لوگوں پر گرفت کر''۔

(۹) وقت کا سمٹ جانا

(۱۰) وقت کا وسیع ہو جانا

ان دونوں کرامتوں کی تقریریں عوام کی عقلوں کے لیے دشوار ہیں مگر اہل لوگوں کے لئے اس کا تسلیم کرنا ہی اسلام میں مستحسن ہے اور اس باب میں روایات بہ کثرت ہیں۔

(۱۱) دور کے مقام کو باوجود حجابات کے دیکھ لینا جیسا کہ نقل ہے کہ شیخ ابواسحق شیرازی کعبہ مکہ مکرمہ کو بغداد میں سے دیکھ لیا کرتے تھے۔

(۱۲) مختلف صورتوں میں ہو جانا اور یہی وہ ہے جس کا نام صوفیہ حضرات عالم مثال رکھتے ہیں اور یہ حضرات عالم اجسام و عالم ارواح کے درمیان ایک درمیانی عالم اور ثابت کرتے ہیں جس کا نام انہوں نے عالم مثال رکھا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ عالم، عالم اجسام سے زیادہ لطیف اور عالم ارواح سے زیادہ واضح ہے اور اسی پر روح کے جسمانی شکل اختیار کرنے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بناء قائم کی ہے اور اس کو حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے استنباط کیا ہے ''فتمثل لها بشرا سويا'' (تو ان کے واسطے جبرئیل ایک معتدل انسان بن گئے) وہ واقعہ بھی اس قبیل سے ہے جو قضیب البان موصلی سے منقول ہے یہ حضرت ابدال میں سے تھے کسی شخص نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا تو نماز نہ پڑھنے کی تہمت لگائی تھی اور سختی سے اعتراض کیا تھا۔ آپ فوراً اس کے سامنے مختلف صورتوں میں منتقل ہوئے اور پوچھا: تم نے کون سی صورت میں مجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا؟ کرامتوں کی اس قسم میں بزرگوں کے بہت واقعے ہیں۔ متاخرین میں سے بعض کے لیے جو واقع ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص

نے ایک بوڑھے درویش کو قاہرہ کے مدرسہ سلوفیہ میں ترتیب کے خلاف وضو کرتے دیکھا تو پوچھا کہ حضرت آپ ترتیب کے خلاف وضو کرتے ہیں فرمایا: میں نے تو ترتیب کے موافق ہی وضو کیا ہے مگر تم دیکھتے ہی نہیں اگر دیکھ سکتے تو ایسے دیکھتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کعبہ مکرمہ دکھا دیا، پھر اسے مکہ معظمہ لے گئے اور اس شخص نے خود کو مکہ معظمہ میں پایا۔ اور کئی سال وہیں رہے حکایت لمبی ہے جس کا بیان طویل ہو جائے گا۔

(۱۳) حق تعالیٰ کا ان حضرات کو زمین کے ذخیروں پر مطلع فرما دینا، جیسے کہ ابوتراب کے واقعہ میں ہے کہ جب انہوں نے زمین پر پیر مارا تو زمین میں سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ برآمد ہو گیا۔ ابن السبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں آئندہ کی طرح دو کرامتیں ہیں اللہ تعالیٰ کا پانی کو غیر جگہ میں پیدا فرما دینا اور زمین کا ان کے پیر مارنے والے بزرگ کی فرمانبرداری کرنا اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ حج کے راستہ میں پیاس لگی تو کسی کے پاس پانی نہ ملا ایک درویش کو دیکھا کہ اس نے بھالے دار لاٹھی زمین میں گاڑ رکھی ہے اور اس کے نیچے سے پانی ابل رہا ہے۔ انہوں نے اس میں سے اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا اور دوسرے حاجیوں کو بھی بتا دیا وہ بھی آئے اور اپنے اپنے برتن بھر کے لے گئے۔

(۱۴) زہریلی اور طرح طرح کی ہلاک کرنے والی اشیاء کا اثر نہ کرنا جیسے کہ ایک بزرگ کے لیے واقع ہوا ہے کہ ان سے کسی بادشاہ نے کہا تھا کہ تم مجھے کوئی کرامت دکھاؤ ورنہ میں تمام درویشوں کو ہلاک کر دوں گا۔ بادشاہ کے قریب کچھ اونٹ کی مینگنیاں پڑی تھیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! دیکھا تو وہ سونے کی تھیں اور بادشاہ کے پاس ایک خالی پیالہ رکھا تھا۔ آپ نے لیا اور اوپر اچھالا یا پھر پونچھا اور پانی بھرا ہوا الٹا کر دیا۔ مگر اس میں سے ایک قطرہ تک نہ گرا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو جادو ہے پھر آپ نے بہت سی آگ روشن کرائی اور اشعار پڑھنے کا حکم دیا جب لوگوں پر وجد طاری ہو گیا تو یہ بزرگ اور سب درویش آگ میں چلے گئے۔ پھر یہ نکلے اور بادشاہ کے ایک چھوٹے سے بچہ کو لے کر گھس گئے اور گھنٹہ بھر تک غائب رہے قریب تھا کہ بادشاہ بھی بچہ کی وجہ سے جل جاتا مگر کچھ دیر بعد بچہ کو نکال لائے تو اس کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے میں انار تھا اس کے باپ نے پوچھا کہ تو کہاں رہا؟ بچہ نے کہا کہ میں باغ میں تھا۔ بادشاہ کے

ہم نشینوں نے کہا: یہ تو کوئی شعبدہ ہے حقیقت نہیں ہے۔ اس پر بادشاہ نے ان سے کہا کہ اگر تم زہر کے اس پیالہ کو پی جاؤ تو میں تم کو سچا مان لوں۔ آپ نے اس کو اٹھا کر پی لیا۔ آپ کے تمام کپڑے جسم کے اوپر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اسی طرح کئی بار کیا گیا حتی کہ کپڑے ٹھہر گئے اور جو پسینہ آیا ہوا تھا خشک ہو گیا مگر اس زہر نے ان کے جسم پر کوئی اثر نہیں کیا۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۲۲ تا ۲۷)

نیز تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد الحضرمی مجذوب

چلانے والے عجیب وغریب حالات وکرامات ومناقب والے تھے۔ کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب عجیب علوم ومعارف پر کلام کرجاتے اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین و آسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش رہتے تھے۔ ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا۔ ایک شخص نے آپ کی دعوت کی اور شہد پیش کیا آپ نے تناول فرما کر یہ فرمایا: شہد کو محفوظ رکھو کہ میں لوٹ آؤں اور کوئی پندرہ منٹ غائب رہ کر لوٹ آئے اور فرمایا: ہم نے اسرود میں منبولی رحمہ اللہ پر نماز پڑھی اور ان کو دفن کر دیا ہے۔ پھر باقی شہد تناول فرمایا آپ کی وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن کیے گئے ہیں۔ آپ کا مزار وہیں ہے لوگوں کو معلوم ہے اور اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۸۸)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد الشربینی

شیخ بزرگ ولی صاحب کشف بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے۔ مشرقی نواح مصر کے درویشوں کی ایک جماعت کے شیخ اور صاحب حالات ومکاشفات تھے۔ تمام اطراف زمین پر ایسے کلام فرماتے تھے کہ گویا آپ کی پرورش وہیں ہوئی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ

جب ان کے بیٹے احمد بہت کمزور ہو گئے اور موت کے قریب پہنچ گئے اور حضرت عزرائیل روح قبض کرنے کے لیے آ گئے تو آپ نے حضرت عزرائیل سے فرمایا: اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اور ان سے رجوع کرو کیونکہ اب یہ معاملہ منسوخ ہو گیا ہے حضرت عزرائیل واپس ہو گئے اور میاں احمد تندرست ہو گئے اور اس کے بعد تیس سال تک زندہ رہے آپ کو جس چیز کی گھر وغیرہ کے لیے حاجت ہوتی ہوا میں ہاتھ کر کے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی اور کچھ بلاد تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں اور انہی متفرق صورتوں میں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترک جمعہ کا اعتراض کیا تھا۔ تو پھر ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا۔ آپ کے صاحبزادہ احمد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی لاٹھی کو فرماتے کہ ایک بہادر انسان کی صورت میں ہو جاؤ تو وہ فوراً اس صورت میں ہو جاتی اور آپ اس کو اپنے کاموں میں بھیج دیتے تھے۔ اور پھر وہ لاٹھی کی لاٹھی بن جاتی۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۲۰۲_۲۰۳)

صفحات مذکورہ میں ہم نے کرامات کی جس قدر صورتیں بیان کی ہیں ان میں مردہ کو زندہ کرنے سے لے کر لاٹھی کو آدمی بنانے تک کا ذکر آ گیا ہے۔ اسی طرح ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہونے سے لے کر موت کو ٹالنے تک کا بیان آ گیا ہے۔

یہ وہ کرامات ہیں جن کو علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''جامع کرامات اولیاء اللہ'' میں مختلف مستند کتابوں سے جمع کیا ہے پھر ان کرامات میں سے انتخاب کر کے اشرف علی تھانوی صاحب نے ان کا اپنی نگرانی میں ترجمہ کرایا اور اس کا نام ''جمال الاولیاء'' رکھا اس اعتبار سے یہ کرامات تمام سلوف دیوبند پر حجت ہیں کیونکہ ان کو تھانوی صاحب کی مہر تصدیق وتائید حاصل ہے۔

ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ کرامت قبولیت دعا سے بھی ہوتی ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے خلاف عادت فعل ظاہر کرنے سے بھی ہوتی ہے اور یہ دونوں قسمیں غیر متنازع فیہ ہیں سرفراز

صاحب نے کرامت کی جس قسم کا انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی خداداد طاقت سے اپنے اختیار اور کسب سے کوئی خلاف عادت فعل ظاہر کرے۔ ہم نے ''جمال الاولیاء'' میں سے یہ جس قدر کرامات ذکر کی ہیں یہ سب اسی قسم کی ہیں جس میں اولیاء اللہ نے خداداد طاقت سے اپنے اختیار اور کسب کے ذریعہ امور غیر عادیہ یا خلاف عادت افعال ظاہر کیے۔ پس ان میں کہیں دعا وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جن کے بارے میں مخالف مذکور لکھتے ہیں: لیکن معجزہ اور کرامت میں باوجود اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلق سے صادر ہوتے ہیں نبی اور ولی کا اختیار نہیں ہوتا بہ خلاف امور عادیہ کے ان میں بندہ کا اختیار ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر معجزہ اور کرامت میں کسب بھی نہیں ہوتا مولف مذکور کا یہ کہنا کہ اہل حق معجزہ کو خدا تعالیٰ کا فعل کہہ کر دھوکہ دہی کے مرتکب ہیں یا افعال عادیہ اور غیر عادیہ میں خلق اور کسب کے لحاظ سے تفریق کرنا بداہۃً باطل ہے خالص جہالت اور علم وبصیرت سے محرومی کی واضح ترین نشانی ہے۔ (اتمام البرہان ص ۴۹-۵۰)

اب سوال یہ ہے کہ دھوکہ دہی خالص جہالت اور علم وبصیرت سے محرومی کی واضح نشانی ایسے تبرکات ہمارے ساتھ ہی مختص ہیں یا ان تبرکات میں سے، اساطین علماء اسلام اور خاص طور پر آپ کے تھانوی صاحب کو بھی کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

معجزہ اور کرامت کے بارے میں جو مخالف مذکور نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے کسب (قصد) اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا۔ بحمد اللہ قرآن کریم، احادیث شریفہ، متعدد اسانید علماء اسلام اور سلوف دیوبند کے حوالوں سے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے معجزات اور کرامات نبی اور ولی کے کسب اور اختیار سے بھی ثابت ہوتے ہیں اور مخالف مذکور نے اپنے زعم پر جو نا تمام اور نامکمل حوالے پیش کیے تھے ان کی تکمیل کے ساتھ ان کا محمل بھی متعین کر دیا ہے۔

معجزہ اور کرامت کے بعد اب ہم تصرف (خداداد طاقتوں کا اظہار) پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ''توضیح البیان'' میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تصرف ثابت کیا تھا۔ لیکن مخالف مذکور نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے لیے تصرف کا مطلقاً انکار کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں: یہ یاد رہے کہ ہم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام کے ایسے تصرفات کے منکر ہیں جن میں ان کے فعل اور کسب کا

دخل ہو اور جو فعل حقیقتاً ان کی طرف منسوب ہو جیسا کہ مولف مذکور کہتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرت اور طاقت دی ہے جس سے مخلوق کے بواطن پر تصرف کر سکتے ہیں بلفظ ہم کہتے ہیں کہ ایسی قدرت اور طاقت اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہاں معجزہ اور کرامت حق ہے۔ لیکن معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کا فعل اور کسب نہیں ہوتا وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۱۰۱۔۱۰۲)

چند سطر بعد لکھتے ہیں: الغرض! معجزہ اور کرامت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی اہل بدعت مغالطہ کا شکار ہیں اور ایسے تصرفات صرف قلوب ہی میں نہیں بلکہ عالم میں بھی رونما ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا ان میں کسب اور دخل نہیں ہوتا اور ان میں فعل صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۱۰۲)

مولف مذکور یعنی غلام رسول سعیدی نے یہ کہیں بھی نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی طرف افعال حقیقتاً منسوب ہوتے ہیں' یہ مخالف مذکور کا ہم پر خالص افتراء ہے۔ ہم نے ''توضیح البیان'' میں بھی یہی لکھا ہے: حقیقت میں ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ البتہ بندہ کسب یعنی قصد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس پر متعدد حوالوں کے ساتھ بحث گزر چکی ہے۔ معجزہ اور کرامت میں بھی بتلا چکے ہیں کہ ان میں نبی اور ولی کے کسب کا دخل ہوتا ہے۔

تصرّف

مخالف مذکور لکھتے ہیں کہ تصرف خواہ بواطن قلب میں ہو یا عالم ظاہر میں اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے کسب کا دخل ہوتا اور یہ کہ تصرف انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا فعل نہیں ہوتا اور نہ کسی نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ نے تصرف پر قدرت دی ہے (محصلہ اتمام البرہان، ص ۱۰۲) تصرف کی تشریح اور اس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کے اختیار پر ہم بعونہ تعالیٰ با دلائل بحث پیش کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق

تصرف سے مراد ہے خداداد طاقت کا ظہور یعنی اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کو ایسی طاقت عطا فرماتا ہے' جس سے وہ لوگوں کے قلوب اور اس جہان میں ایسے افعال کو

صادر کرتے ہیں جو عام اسباب عادیہ سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن باقی افعال کی طرح ان افعال کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی عزت افزائی کے لیے انہیں خلاف عادت قوت اور طاقت عطا فرماتا ہے اور اسی خداداد طاقت سے امور غیر عادیہ کے اظہار کو تصرف کہا جاتا ہے۔

آیئے! اب قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ تصرف (خداداد قوت) حاصل ہے یا نہیں؟

تھانوی صاحب اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ○ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ○ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ○ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ○ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(ص: ۳۷)

(حضرت سلیمان علیہ السلام) نے کہا: اے میرے رب! میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے ہیں نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا جاتا جیسا دوسرے ملوک خزائن کے مالک نہیں ہوتے بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج ۲ ص ۸۸۹)

غور فرمایئے! تھانوی صاحب نے اپنی اس تفسیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں اور جنات میں مالکانہ تصرفات کا مختار قرار دیا ہے۔ بنا بریں یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ

انبیاء علیہم السلام کو مطلقاً تصرف حاصل نہیں ہوتا؟

یہ تو عالم ظاہر میں تصرف پر دلیل ہے اور باطن میں انبیاء علیہم السلام کے تصرف پر یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قرأة انکرتها علیه ثم دخل اخر فقرء قرأة سواء قرأة صاحبه فلما قضینا الصلوة دخلنا جمیعا علی رسول الله ﷺ فقلت ان هذا قرء قرأة سوی قرأة صاحبه فامرهما رسول الله ﷺ فقرأ فحسن النبی ﷺ شانهما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذکنت فی الجاهلیة فلما رای رسول الله ﷺ ما قد نخشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانما انظر الی الله عزوجل فرقا فقال لی یا ابی ارسل الی ان اقرأ علی حرف فردوت الیه ان هون علی امتی فرد الی الثانیة اقراء ہ علی حرفین فرددت الیه ان هون علی امتی فرد الی الثالثة اقراۃ علی سبعة احرف الحدیث.

(امام ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ا ص ۲۷۳)

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اس نے نماز میں اس طرح قرآن پڑھا جو میرے لیے نیا تھا۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے پہلے سے بھی مختلف طریقہ پر قرآن پڑھا۔ جب ہم سب نے نماز پڑھ لی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: اس شخص نے اس دوسرے شخص کے مخالف طریقہ پر قرآن پڑھا ہے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا ان دونوں نے قرآن پڑھا اور حضور ﷺ نے ان دونوں کی تحسین کی۔ اس وقت میرے دل میں زمانہ جاہلیت سے بھی زیادہ حضور ﷺ کی تکذیب واقع ہوئی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے دل کی حالت کو دیکھا تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور یوں لگتا تھا جیسے میں اللہ عزوجل کے سامنے خوف زدہ کھڑا ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابی! پہلے قرآن صاف ایک لغت پر نازل ہوا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر

آسانی فرما پھر مجھے دو لغتوں پر قرآن پڑھنے
کی اجازت دی پھر میں نے تیسری بار دعا
مانگی تو اللہ تعالٰی نے مجھے سات لغات پر
پڑھنے کی اجازت دی۔

اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ حضور ﷺ جب ابی بن کعب کی دلی حالت پر مطلع ہوئے تو آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا جس کے اثر سے ان کے دل سے تکذیب یا اس کا وسوسہ زائل ہو گیا اور جب انہوں نے حضرت حق کا مشاہدہ کیا تو سابقہ وسوسہ پر پانی پانی ہو گئے۔ حضور ﷺ کے دلوں پر تصرف کرنے کی یہ واضح دلیل ہے۔

تھانوی صاحب نے قاسم نانوتوی صاحب کی کرامت کے ذکر میں لکھا ہے: منصور علی نانوتوی صاحب کے شاگرد تھے۔ منصور علی ایک لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو کر بالکل بے کار ہو گئے۔ جب اس کی محبت کے اثر نے انہیں بالکل عاجز کر دیا۔ تو وہ نانوتوی صاحب کی خدمت میں آئے (ملخصہ) آگے آپ تھانوی صاحب کی زبان سے سنیئے۔

میں ایک دن تنگ آ گیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی مجھے تمام امور سے بیکار کر دیا کیا کروں اور کہاں جاؤں آخر عاجز آ کر دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں پہنچا اور مودب عرض کیا کہ حضرت میری اعانت فرمائیے۔ عاجز ہو چکا ہوں ایسی دعا فرما دیجئے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے تو ہنس کر فرمایا۔ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے بس جوش ختم ہو گیا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بے کار ہو گیا' نکما ہو گیا اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ خدا کے لیے میری امداد فرمائیے فرمایا بہت اچھا۔ بعد نمازِ مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں میں نماز پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔ جب حضرت صلوۃ الاوابین سے فارغ ہوئے تو آواز دی مولوی صاحب! میں نے عرض کیا: حضرت حاضر ہوں میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا فرمایا کہ ہاتھ پھیلاؤ میں نے ہاتھ بڑھایا میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے بان بانٹے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا

ہے۔ گویا میں دربار الٰہی میں حاضر ہوں میں اس وقت لرزاں اور ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کپکپی اور یہ خوف طاری نہیں ہوا تھا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور بالکل خودی سے گزر گیا۔ اور حضرت برابر میری ہتھیلی پھیر رہے ہیں۔ جب ہتھیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہو گئی فرمایا جاؤ میں اٹھ کر چلا آیا۔ دو ایک دن کے بعد حضرت نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: حضرت اس لڑکے کا تصور یا عشق تو کجا دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک باقی نہیں فرمایا: اللہ کا شکر کرو والحمد للہ علی ذالک۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۶۲ ۱۳ھ ارواح ثلثہ ص ۲۹۳۔۲۹۴)

اس حکایت میں غور فرمائیے! نانوتوی صاحب نے مولوی منصور علی کی درخواست کے باوجود اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگی بلکہ اپنی ہتھیلی اس کی ہتھیلی پر رگڑ کر اس کو عرش کے نیچے پہنچا دیا اور جلوہ حق دکھا کر مولوی صاحب کے دل سے اس لڑکے کی محبت نکال دی۔ اب بتلائیے! یہ دلوں پر تصرف نہیں تو اور کیا ہے اور اس عمل کے تصرف ہونے میں اب بھی تردد ہو تو اس کرامت کے تحت تھانوی صاحب کا حاشیہ پڑھ لیجئے۔ لکھتے ہیں:

حاشیہ حکایت (۲۵۱) قولہ عیاناً دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں الخ یہ ایک اثر تھا کہ مشابہ اس اثر کے جو حدیث مسلم وارد ہے۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۶۲ ۱۳ھ ارواح ثلثہ ص ۲۹۳۔۲۳۴)

ابی بن کعب کے سینہ پر حضور ﷺ کے ہاتھ مارنے سے جو ان کے قلب کی کیفیت بدل گئی اگر صرف ہم اس کو تصرف کہتے تو آپ نجانے کیا کیا تاویلات کر کے ہمیں جاہل، کوتاہ فہم، علم وحکمت سے عاری اور نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالتے۔ لیکن اب آپ کے تھانوی صاحب نے نانوتوی صاحب کے تصرف کو ثابت کرنے کے لیے اسی حدیث ''مسلم'' میں حضور ﷺ کا تصرف مان لیا ہے تو اب آپ کیا کہیں گے؟

آیئے! تھانوی صاحب کی زبان سے حضور ﷺ کے دلوں پر تصرف کا ایک اور واقعہ آپ کے پیش خدمت کر دیں۔

تصرف کی سرخی قائم کر کے لکھتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کے تصرف کا ثبوت

روی الترمذی فی ماجاء فی السجدۃ فی النجم عن ابن عباس

امام ترمذی نے ''باب ما جاء فی السجدۃ فی النجم'' میں حضرت ابن

قال سجد رسول الله ﷺ فيها يعني النجم والمسلمون والمشركون والجن و الانس الحديث وكثيرا مايقع السوال عن سبب سجدة المشركين واقرب الاجوبة عندی كونها بتصرف النبی ﷺ وفيه اثبات التصرف ولوقليلا من الكاملين لا سيما النبی ﷺ. (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ بوادر النوادر ص ۱۹۱)

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ نجم پڑھ کر سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ مشرکین کے سجدہ کے بارے میں اکثر سوال کیا جاتا ہے اور میرے نزدیک اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے تصرف کے سبب تھا اور اس حدیث میں کاملین کے تصرف کی دلیل ہے۔ خصوصاً حضور ﷺ کے لیے خواہ یہ تصرف کم مقدار میں ہی ہو۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصرف کو ثابت کرنے کے بعد ہم آپ کے سامنے اولیاء کرام کا تصرف پیش کرتے ہیں اور اس مرتبہ بھی ثبوت کے لیے پہلے تھانوی صاحب ہی کے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

(۱۶) تصرف: یہ جماعت اولیاء سے بہت ہی منقول ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بارش ایک بزرگ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھی اور متاخرین میں ایک بزرگ شیخ ابوالعباس شاعر ہوئے ہیں وہ بارش کو کچھ درہموں کے بدلہ فروخت کیا کرتے تھے اور ان سے اس باب میں اس قدر واقعات روایت ہیں کہ عقل کو انکار کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال اولیاء ص ۴۲)

بارش کا ہونا نہ ہونا امور تکوینیہ میں سے ہے۔ مخالف مذکور اس کا اختیار نبی کے لیے بھی مانتے اور تھانوی صاحب لکھتے ہیں ابوالعباس بارش کو بیچتے پھرتے تھے۔

نیز تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

فقیہ حسین ابدال نے اپنی ''تاریخ'' میں بیان کیا ہے کہ جب شیخ علی الابدال کا انتقال ہوا تو شیخ ابوالغیث بن جمیل ان کی تعزیت کے لیے آئے اور یہ سب لوگ اپنے شیخ علی الابدال مذکور کے گاؤں ہی میں مقیم تھے۔ شیخ علی نے کہہ دیا تھا کہ وہ ایسا کریں گے اور وصیت کی تھی

کہ وہ اس مقام پر ٹھہریں نہیں اس لیے جب تیسرا دن ہوا شیخ محمد الحکمی نے شیخ ابوالغیث سے عرض کیا کہ آج رات آپ اور آپ کے درویشوں میں سے کوئی یہاں نہ ٹھہرے کیونکہ آپ لوگوں میں جو رات کو یہاں رہے گا وہ مر جائے گا۔ شیخ ابوالغیث اور ان کے سب ساتھیوں نے تو جانے کا ارادہ کر لیا لیکن ایک شخص محمد حکمی کی بات کو بعید سمجھ کر رہ گیا اور شام کو وہیں رہا تو صبح کو مرا ہوا پایا گیا۔ شیخ محمد نے کہا: اسی طرح شیخ ابوالغیث کیے جائیں گے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کے واسطے تہامہ میں سکونت نہیں ہے۔ تو شیخ ابوالغیث تہامہ میں ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ یہاں تک کہ شیخ محمد الحکمی کا انتقال ہو گیا۔ پھر سولہ سال پہاڑوں میں رہے اور روایت کیا جاتا ہے کہ شیخ ابوالغیث جب کبھی اترنے کا ارادہ کرتے شیخ محمد حکمی ان کے حالات پر کچھ تصرف کر دیتے۔ جب شیخ حکمی صاحب کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنے پیروں میں سے کوئی چیز بیڑیوں کی طرح کھول رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے اثر سے ہے جو شیخ محمد حکمی رحمۃ اللہ علیہ ہم پر تصرف کیا کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۶۱۷ھ میں ہوا ہے۔

(اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ جمال اولیا ص ۲۵)

تھانوی صاحب نے اس واقعہ میں شیخ محمد حکمی کے جس قسم کے تصرف کو ثابت کیا ہے کہ وہ جس جگہ کے بارے میں چاہتے تو کسی کو رہنے نہ دیتے اور اگر کوئی شخص رہ جاتا تو زندہ نہ رہتا اس کے علاوہ شیخ ابوالغیث پر ایسا تصرف کیا وہ سولہ سال پہاڑوں میں جکڑے رہے تصرف کے یہ واقعات ان لوگوں کے لیے دیدہ عبرت ہیں جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لیے تصرف ماننے کو شرک سے کم نہیں کہتے۔

تھانوی صاحب ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی المجد المرشدی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور یہ حضرت رشدی صاحب ولایت میں تصرف فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابوالعباس سبتی تصرف فرماتے تھے خدا تعالیٰ ہم سب کو ان دونوں سے نفع پہنچائے مناوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات رمضان ۳۷ھ میں ہوئی اور اپنے حجرہ میں مدینۃ المرشد میں مدفون ہیں۔ (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ، جمال اولیاء ص ۱۳۲)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

محمد شمس الدین حنفی

مصری وشاذلی ہیں مصر کے جلیل القدر مشائخ سادات عارفین طریق کے ارکان اور استادوں کے صدر اور اکابرائمہ زبردست علماء میں سے ہیں منجملہ ان بزرگوں کے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عالم وجود میں ظاہر فرما کر عالم تکوین میں تصرف عطا فرمایا مغیبات سے گویا کیا خبر عادات اور قلب ماہیات دیا اور ان پر عجائب کو ظاہر فرمایا لوگوں نے ان کے حالات میں مستقل تالیفیں کی ہیں۔ (اشرف علی تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ جمال اولیاء ص ۱۵۸)

دیکھ لیجئے! تھانوی صاحب نے محمد شمس الدین حنفی شاذلی کے بارے میں وہ سب کچھ لکھ دیا ہے کہ اگر ہم ان میں سے ایک چیز بھی حضور ﷺ کے لیے مان لیں تو سلوف دیوبند ہم کو کافر اور مشرک سے کم نہیں کہتے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وحقیقت آنست که آنچه مرید از شیخ تعلیم واستفاده نموده است علوم و قواعد و آداب وسلوك است و تصرف نیز که شیخ مرید کرده.

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، شرح فتوح الغیب ص ۱۰۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ مرید جو شیخ سے تعلیم و استفادہ کرتا ہے وہ علوم اور قواعد اور آداب اور سلوک میں اور تصرف بھی شیخ مرید میں کرتا ہے۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بیرون آمدن از بیضهٔ بشریت کنایت ازاں است و موقوف است بجریان عادت بر تربیت و تصرف شیخ کامل۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، شرح فتوح الغیب ص ۱۰۴)

بشریت کے خول سے باہر آنا بطور عادت شیخ کامل کی تربیت اور اس کے تصرف پر موقوف ہے۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وحجة الاسلام امام محمد غزالی گفته ہر که استمداد کرده شود بوئے در حیات استمداد کرده مے شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفته است دیدم چہار کس را از مشائخ که تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمرده ومقصود حصر نیست آنچه خود دیده و یافته است گفته و سیدی احمد بن مرزوق که از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت که روزے شیخ ابوالعباس حضرمی ازمن پر سید که امداد حی قوی است یا امداد میت من گفتم قومے مے گویند که امداد حی قوی تراست ومن

اور حجت الاسلام امام محمد غزالی نے فرمایا: جن سے زندگی میں امداد حاصل کی جاتی ہے ان سے وفات کے بعد بھی استمداد حاصل کی جاتی ہے۔ مشائخ عظام سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اسی طرح وہ اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ایک شیخ معروف کرخی اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے علاوہ دو کا اور نام لیا اور ان کا مقصد ان چار میں حصر کرنا نہیں تھا بلکہ محض اپنے مشاہدہ کو بیان کیا اور سیدی احمد بن مرزوق جو کہ دیار مغرب کے عظیم فقہاء وعلماء میں سے ہیں ایک دن شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی؟ میں نے کہا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد زیادہ قوی ہے۔ پس شیخ نے کہا کہ ہاں۔

می گویم که امداد میت قوی
تراست شیخ گفت نعم.

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۱۵)

اس عبارت میں صاف طور پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اولیاء کرام کے لیے تصرف ثابت کیا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا قبر میں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

ومنهم ختم دائرة الولاية قطب الوجود سیدی محمد شاذلی البکری الشهیر بالحنفی الفقیه الواعظ احد من صرفه الله تعالیٰ فی الکون ومکنه من الاجوالی ونطق بالمغیبات وخرق له العوائد وقلب له الاحیان. (علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۰۵۲ھ رد المختار ج ا ص ۴۲)

اور اولیاء حنفیہ میں سے دائرہ ولایت کے خاتم سیدی محمد شاذلی بکری حنفی ہیں اور یہ ان اولیاء میں سے ایک ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے امور تکوینیہ میں تصرف عطا کیا تھا۔ اور انہیں احوال بدلنے پر قادر کر دیا تھا انہوں نے غیب کی خبریں دیں اور ان کے ہاتھ پر خلاف عادت افعال اور انقلاب حقائق واقع کیے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پر سلوف دیو بند عموماً اور سرفراز صاحب خصوصاً اعتماد کرتے ہیں اور ان کے بہ کثرت حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ ''تفہیمات الٰہیہ'' کا شاہ صاحب کی تصنیف ہونا تو مشتبہ ہے لیکن ''انفاس العارفین'' ان کے آخری دور کی تصنیف ہے اس کے اخیر میں حضرت شاہ صاحب نے اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ ولی اللٰہی مسلک کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر اس کتاب کے مندرجات کے خلاف کوئی شخص شاہ صاحب کا کوئی قول پیش کرے گا۔ تو اگر اس کی اس کتاب کے مطابق تاویل ہو سکے گی تو تاویل کی جائے گی۔ ورنہ اس کے قول کو رد کر دیا جائے گا۔ اور یہی سمجھا جائے گا کہ یہ شاہ صاحب کا قول نہیں ہے الحاقی عبارت ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم قارئین کے سامنے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصرف اولیاء کے بارے میں تصریحات پیش کرتے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک منکر ولایت کا حال لکھتے ہیں:

بعد از مدت ایں جا نیز شکے و اضطرابے پیدا کرد وہم چنیں بخدمت درویشاں مے رفت وانکار مے کرد منتفع نمے شد روزے پیش من آمد گفت ہیچ کس صاحبے تصرفے نیست بروے تاثیرے کردم بے خود گشت ودراں غیبت واقعہ دید گویا خلعت سبز بوے عطا نمودہ اندچوں بافاقت آمد ہمہ واقعہ اورا بگفتم اعتراف نمود اما اگر انکار جبلی باشد چہ گونہ گونہ منقطع گردد کاتب حروف گوید ایں واقعہ دراز است اما مرابجزایں کلمہ کہ خلعت سبز پوشانیدن است محفوظ نماندہ واللہ اعلم از حضرت ایشان اجمالا واز بعضے یاراں تفصیلا شنیدہ ام کہ دربعض از حالات غلبہ بہ بزے توجہ نمودند اورا حالت عجیبہ افتاد چند روز

کافی مدت بعد ادھر سے بھی اس کے دل میں شک واضطراب پیدا ہوا۔اسی طرح وہ درویشوں کے ہاں آتا جاتا رہا اور انکار کرتا رہا اور اس سبب سے کوئی نفع حاصل نہ کر سکا۔ایک دن میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کوئی شخص بھی صاحب تصرف نہیں ہے' یہ سن کر میں نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ بے خود ہو گیا اور اسی بے خبری کے عالم میں دیکھا کہ گویا اسے سبز خلعت دی گئی ہے۔جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا دیکھا ہوا واقعہ بھی میں نے اسے بیان کر دیا۔اس نے واقعہ سن کر اعتراف کیا مگر فطرتاً منکر ولایت ہونے کے سبب کوئی نفع حاصل نہ کر سکا۔کاتب الحروف (شاہ ولی اللہ) کہتے ہیں کہ یہ واقعہ طویل ہے مگر مجھے سبز خلعت پہنانے والا جملہ تک ہی یاد رہ سکا ہے واللہ اعلم حضرت والا (شاہ عبدالرحیم) سے اجمالاً اور ان کے بعض دوستوں سے تفصیلاً یہ بھی سنا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حالت غلبہ میں بکری پر توجہ ڈالی تو اس پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی' کئی دن اسے گھاس اور پانی کا شعور تک نہ رہا اور بالآخر مر گئی۔

شعور علن و آب نداشت و باآخر بمرد۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین ص ۵۴)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس واقعہ میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے دو تصرف بیان کیے ہیں۔ ان میں دعا یا توجہ الی اللہ کا ذکر نہیں ہے، بلکہ محض خداداد قوت کا اظہار اور مخلوق پر اثر مرتب کرنے کا بیان ہے اور اسی کو تصرف کہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ نقل کیا اس کا آخری حصہ یہ ہے:

وقصہ بزرگان ایں طریقہ و متاثر شد حیوانات کہ تواتر رسیدہ و مشاہدات کثیر واقع شدہ لیکن از بعضے اکابر آں وقت تصرف ظاہر شود کہ مامور شوند از بعضے آن وقت کہ مغلوب نسبت شوند از بعضے اکملین ہر وقتے کہ ایشاں بخواہند و عجب تر آنکہ در ایام جوانی بعض یاران وقت توجہ چناں متاثر شدند کہ جثہ ایشاں در ہوا رفت و باز بر زمین آمد توقع کہ چند مدت در دوام ایں نسبت جدو اجتہاد نمایند کہ بحر دوام رسد کہ اثر در جمیع

بزرگانِ طریقت کے ایسے قصے اور حیوانات کے متاثر ہونے کی باتیں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں اور ایسے مشاہدات کثرت سے واقع ہوئے ہیں مگر بعض اکابر سے آثار تصرف کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب وہ مامور ہوتے تھے۔ بعض فقراء مغلوب النسبت ہو کر ایسے آثار دکھاتے تھے اور بعض کاملین ایسے بھی ہو گزرے ہیں جو جب چاہتے یہ تصرف دکھا سکتے تھے۔ یہ عجیب بات بھی قابل ملاحظہ ہے کہ جوانی کے دنوں میں بعض احباب توجہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کا جسم ہوا میں اڑا اور پھر زمین پر لوٹا متوقع ہوں کہ کچھ عرصہ اس نسبت کو دوام بخشنے کے سلسلہ میں مجاہدات اور کوشش کریں گے تا کہ آپ کو اس میں دوام اور پختگی حاصل ہو اور آپ کے تمام احباب طریقت پر بھی اس کا

یاراں خواہد شد۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ۷۲۔۷۳) اثر ظاہر ہو۔

اس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ اولیاء کرام کا تصرف اور تاثیر تواتر سے ثابت ہے اور دوسرے بات یہ پتہ چلی کہ تصرف کرنا اولیاء اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں جس پر چاہتے تصرف کر دیتے ہیں اور یہ بات شاہ ولی اللہ لکھ رہے ہیں جو تمام سلوف دیوبند کے ماویٰ وملجاء ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ عبدالاحد روایت تصرفات بعض اسلاف خود بیان مے کردند و حاضران گمان نمودند کہ ایں قسم تصرف از خواص ایشاں بودہ است حضرت ایشاں بودہ است حضرت ایشاں بیارانے کہ در صحبت ایشاں بودند اشارت کردند کہ فلاں و فلاں قصہ بیان کنند آنچہ تصرفات ایشاں بچشم خود دیدہ بودند بیان کردند و مضمون ہا شنیدہ کے بود مانند دیدہ اظہار نمودند وشبہ مرتفع شدو اشکال نماند۔

شیخ عبدالاحد ایک دن اپنے کچھ بزرگوں کے تصرفات بیان کر رہے تھے۔ جس سے حاضرین نے سمجھا کہ اس قسم کے تصرفات صرف انہی کے بزرگوں کا خاصہ ہے۔ حضرت والا نے قریب بیٹھے ہوئے دوستوں کو اشارہ کیا کہ فلاں فلاں قصہ بیان کرو۔ انہوں نے حضرت والا کے جو تصرفات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے بیان کیے اور "شنیدہ کے بود مانند دید" کا سماں باندھ دیا۔ اس سے لوگوں کا شک مٹ گیا اور کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

نیز شاہ ولی اللہ شیخ ابوالرضا کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

استماع افتاد که حضرت ایشاں را در صغر سن چوں در مهد خوا بانیدند کسے از متصدی تحریک مهد ایشان مے شد مردم چونکه مهدرا دیدند که متحرك است و نزدیک وے کسے نیست تعجبانے کودند و نیز استماع افتاد که مردے از جن مامش عبداللہ از حضرت ایشاں علوم مے آموخت و معارف استماع مے کرد حضرت ایشاں مے فرمودند که پیش من مے آبد جمیع احوال وافعال وے برمن منکشف مے گردو یک بار منکر پیش من آمد و خواست که برمن حمله کند برونے تصرفے قهرے کردم آتشے دید نزدیک بود که سوخته گردد توبه کرد والحاح تمام نمود ازاں مهلکه خلاص کردم۔

سننے میں آیا ہے کہ حضرت شیخ کو زمانہ طفولیت میں جب جھولے میں سلاتے تھے۔تو بغیر کسی ہلانے والے کے آپ کا جھولا چلتا رہتا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ عبداللہ نامی ایک جن آپ سے علوم و معارف کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔آپ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی میرے سامنے آتا اس کے تمام احوال وافعال مجھ پر روشن کر دیے جاتے تھے۔ایک مرتبہ ایک منکر میرے پاس آیااور مشائخ کا انکار کرنے لگا میں نے اس سے کہا: اے کتے! تو انہیں کیا جانے؟ اس نے غصہ میں اپنی تلوار نکالی اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا میں نے اس پر اپنے قہروغضب کا تصرف ڈالا تو اسے آگ نظر آئی قریب تھا کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتا اس نے توبہ وزاری کی اور میں نے اسے ہلاکت سے بچالیا۔

(شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین ص ۹۳)

شاہ ولی اللہ قدس سرہ حضرت شیخ ابوالرضا کے سلسلہ حالات میں تصرف کا ایک اور واقعہ

لکھتے ہیں:

حافظ عنایت الله حکایت کرد که مردنے تحصیل کرده بود وبمجادله و مذاکره شغفے تمام داشت روزے مرا گفت ہیچ کس را از فضلاء ایں بلد نه دیدم مگر که بروئے غالب آمدم گفتم گاہے حاضر شده مجلس شیخ ابوالرضاء محمد و زیارت کرده ایشاں عوام را از تفسیر حسینی وعظ و تذکیر مے کنند و ایشاں را فضیلت نیست گفتم چنیں مگو ایشاں را زیارت کن تا کمال علم و حال ایشاں معلوم کنی در جمعه آننده در مجلس وعظ درآمد و در دل او خلجان کرد که مناظره نماید حضرت ایشاں برخطره وے مشرف شدند در وے تاثیر کردند وعلم وے سلب نمودند چنانکه ہیچ قاعده از صرف و نحو بر حافظه او نه ماند تابه دیگر

حافظ عنایت اللہ نے بیان کیا کہ ایک فارغ التحصیل عالم بحث و تکرار اور مذاکرہ سے انتہائی دلچسپی رکھتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ میں اس شہر کے تمام فاضل علماء کو مغلوب کر چکا ہوں، میں نے کہا کہ کبھی حضرت شیخ ابوالرضا محمد کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا ہے؟ کہنے لگا: سنا ہے کہ وہ عوام کو "تفسیر حسینی" پڑھ کر سناتے اور اسی سے وعظ کہتے ہیں وہ کوئی صاحب فضیلت نہیں ہیں۔ میں نے کہا: نہیں! ایسا مت کہو بلکہ ان کی زیارت کرو تا کہ ان کا کمال علم اور سیرت تم پر واضح ہو سکے۔ اگلے جمعہ وہ مجلس وعظ میں آیا اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ مناظرہ کرے حضرت شیخ نے اس کے خیالات سے مطلع ہو کر تاثیر کے ذریعہ اس کا علم سلب کر لیا۔ یہاں تک کہ اور علم بجائے خود صرف و نحو کا کوئی قاعدہ بھی اس کے حافظہ میں نہ رہا اور آپ کا کلام سمجھنے سے عاجز ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ حالت حضرت شیخ کے تصرف سے واقع ہوئی ہے نادم ہوا توبہ کی اور خلوص دل کے ساتھ حضرت کی خدمت میں گریہ وزاری کی حضرت نے

علوم چه رسید وازفهم کلام عاجز شد و آنست که این حالت بتصرف حضرت ایشان واقع شده است ندامت کرد و توبه نمود بحسب باطن بجناب ایشان تضرع کرد حضرت ایشان او را علم او دانند و بحال اول باز آوردند۔پس اظهار نیامندی کرد فرمودند که من عالم نیستم تذکیر مے کنم عوام را از تفسیر حسینی در نیاز مندی زیادہ کرد و گفت توبه کردم از قول و اعتقاد خود ومے خواهم که به حشما بیعت کنم حضرت بیعت او گفتند الواح منقشه به کار نمے آید۔

اسے سارا علم واپس کر دیا۔ اور پہلی حالت بحال کر دی اس نے اظہار نیاز مندی کیا' آپ نے فرمایا: میں عالم نہیں صرف ''تفسیر حسینی'' سے عوام کو نصیحت کرتا ہوں' یہ سن کر وہ اور نیاز مندی کرنے لگا اور کہا کہ اپنی بات اور عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ سے بیعت کرلوں۔ حضرت والا نے اسے بیعت میں قبول نہ فرمایا اور فرمایا: لکھی ہوئی تختیاں کسی کام نہیں آسکتیں۔

(حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۹۴)

اشرف علی تھانوی صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(ملفوظ نمبر ۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوہ و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا۔ پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے۔ (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا اقوال

اس معترض کی عبادت کے سبب اس تکلف وتصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر ہے کہ یہ اتحاد مرتبہ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام وآثار میں۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۱۰۱)

تھانوی صاحب نے حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظ پر حاشیہ لکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ موحد صاحب خود تصرف کرنے پر قادر تھے۔

(ملفوظ نمبر ۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیوں صاحب باوجود اخفاء حال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیرومرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصور شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت وعقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے؟ غلبہ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے۔ حضرت کے اسی فرمانے سے ایسا تصور شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی۔ چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہوگئی ہے کس کی نماز پڑھیں؟ حضرت کی ادنی توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی اور دوسری حالت ہوگئی۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۱۱۲)

''الافاضات الیومیہ'' میں اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات جمع کیے گئے ہیں جو ان کی زندگی میں ان کی نظر ثانی واصلاح کے بعد شائع ہوتے رہے اور اس کتاب کو انہیں کی تصنیف کی حیثیت سے چھاپا گیا ہے۔ چنانچہ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے:

اس مجموعہ کا نام ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' تجویز کیا گیا ہے۔ جس کے اجزا ان شاء اللہ تعالیٰ مثل دیگر مسودات ضبط شدہ بعد نظر اصلاحی حضرت اقدس وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا مزید احسان یہ ہے کہ ساتھ کے ساتھ ان ''افاضات'' اور ان کی اشاعت ماہانہ کا بھی انتظام ''رسالۃ النور'' میں شروع ہو گیا ہے جس کے ذریعہ سے تازہ بتازہ ملفوظات ہدیہ مشتاقین ہوتے رہیں گے جن سے ان شاء اللہ غائبین کو حضوری کا حاضرین مجلس کو جو بالمشافہ بھی سن چکے ہیں قند مکرر کا لطف حاصل ہوگا۔ نصف شوال

۱۳۵۰ھ۔ (حافظ جلیل احمد، تمہید الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۷)

اس تمہید اور تعارف کے بعد تصرف کے سلسلہ میں اشرف علی صاحب تھانوی کے ملفوظات سنیئے۔

ملفوظ نمبر ۴۹

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کبائر میں مبتلا ہیں۔ گناہوں کو اختیار کرتے ہیں ان کو خوف اور خشیت کا استحضار نہیں بڑی ہی خطرناک بات ہے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ قیامت میں ہر عمل کی ہیئت مشاہد ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا تھا ویسے ہی زنا کرتا ہوا قیامت میں نظر آئے گا اعمال سے ایک خاص ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی دنیا میں بعض اہل اللہ اور خاصان حق پر وہ ہیئت منکشف ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا آپ نے اس شخص کو سنانے کے لیے فرمایا کہ بعض لوگ ہماری مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں سے زنا ٹپکتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ایک بزرگ ہیں حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں۔ مگر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے برابر مشہور نہیں ہوئے۔ بزرگوں کی باتیں بھی عجیب وغریب ہوتی ہیں یہ بھی مختلف الاحوال ہوتے ہیں اس میں ان حضرات کی شان مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہے ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا فرمایا کہ بھائی میری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے تجھ کو کیا مرید کروں؟ وہ بے چارہ مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ حضرت کا صورت دیکھ کر فرما دینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پر ہیئت اعمال منکشف ہوئی ہوگی۔ یہ شخص حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا صورت دیکھ کر فرمایا: آؤ بھائی میں خود بھی ایسا ہی ہوں ان کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر دونوں ہیئت منکشف ہوئیں شقاوت کی بھی اور اس سے آگے سعادت کی بھی۔ حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی تسلی وتشفی کی اور طریق میں داخل کر لیا۔ چند روز میں اس شخص کو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔ یہ شخص حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھ کر فرمایا: آؤ بھائی میرے بھائی احمد کبیر کو اللہ نے ایسا تصرف دیا ہے۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۴۹)

اس ملفوظ میں تھانوی صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو تصرف عطا فرماتا ہے اور وہ شقاوت (بدبختی) کو سعادت (نیک بختی) سے بدل دیتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۵

فرمایا: ایک کام کی بات یاد آئی یہ جو مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں بزرگ کی نسبت سلب کر لی حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ نسبت قرب الٰہی کا نام ہے اس کو کوئی سلب نہیں کر سکتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالیٰ بندہ کو عطا فرمائیں دوسرا کون ہے کہ جو اس سے سلب کرے؟ حقیقت اس کی صرف یہ ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت نفسانیہ کو مضمحل کر دے جس سے نشاط کی جگہ غباوت پیدا ہو جاوے مگر وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مقاومت نہ کی پھر اضلال عمل کے سبب اس کا اثر نسبت تک پہنچ جاتا ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج اص ۴۹)

اسی ملفوظ نمبر ۱۱۱ میں ایک واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

پیشین گوئی، تصرف وکرامت دولت ہیں مگر سب کے لیے نہیں بلکہ بعض کے لیے یہ چیزیں حجاب ہیں۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج اص ۸۳)

ملفوظ نمبر ۱۹۰ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

یوں تو ہر امر میں دو درجہ ہیں۔ ایک عمل کا درجہ ہے اور ایک سہولت عمل کا۔ ہر شخص کا خود تو جی یہی چاہتا ہے کہ سہولت کی تدبیر بتلائی جائے مگر شیخ کی طرف سے انتظار ہوتا ہے کہ اپنی کوشش ختم کر کے دکھلا دو جب عاجز ہو جاؤ گے تب اہل تصرف تو اپنے تصرف سے اور اہل تدبیر اپنی تدبیر سے اس کا ازالہ ان شاء اللہ کر دیں گے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج اص ۱۶۵)

ملفوظ نمبر ۱۹۴۔ فرمایا: آج کل طریق کی حقیقت سے عوام تو کیا خواص تک ناواقف ہیں اور اس بے خبری کے سبب ہزاروں غلطیوں میں ابتلاء ہو رہا ہے اور غلطی کا سبب اصل یہ ہے کہ اس کی طرف کسی کو بھی توجہ نہیں اور اگر کسی کی توجہ بھی ہوتی ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ کو کچھ بھی نہ کرنا پڑے اور کام بن جائے جیسے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک شخص بہت عرصہ تک پڑا رہا اس درمیان میں سینکڑوں لوگ آئے اور صاحب نسبت ہو کر چلے گئے۔ مگر یہ

اسی خیال میں رہا کہ شیخ اپنے تصرف سے کچھ دے دیں گے تو لوں گا میں خود کچھ نہ کروں گا شیخ کواس کی اطلاع ہوئی یا تو کسی کی اطلاع کرنے پر یا بذریعہ کشف انہوں نے صاف کہہ دیا تم خود ہی کروگے تو کچھ ہوگا اور تصرف کا اثر نہ ضروری ہے نہ دیر پا ہے۔ مرید کو وسوسہ ہونے لگا کہ شیخ صاحب تصرف نہیں ہیں اس لیے تاویلات کرتے ہیں شیخ کو اس کی بھی اطلاع ہوگئی انہوں نے عملی جواب دینا چاہا اس شخص سے فرمایا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری مول لاکر ہم کو دو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ شیخ دروازہ پر پچکاری لے کر بیٹھ گئے جو شخص گزرتا پچکاری بھر کر اس پر پانی پھینکتے تھے اس شخص نے عرض کیا اور ہولی! فرمایا کہ تم کون دخل در معقولات جو تم سے کہا گیا وہ کرو جس پر شیخ کی پچکاری کی ایک چھینٹ بھی پڑگئی وہی ''اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمداً عبده ورسوله'' پڑھنے لگا ایک ہی تاریخ میں اپنے تصرف سے شیخ نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنا دیا۔ پھر اس شخص کو بلا کر فرمایا: دیکھا شیخ کا تصرف مگر تجھ سے چکی ہی پسواؤں گا یا تو پیسو اور نہیں تو منہ کالا کرو۔ تب اس کی آنکھیں کھلیں اور اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی توبہ کی اور کام میں لگ گئے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۶۷۔۱۶۸)

اس واقعہ کو تھانوی صاحب نے ملفوظ نمبر ۵۹۶ میں بھی درج کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے تصرف کی بحث میں ہم اب اسماعیل دہلوی کی عبارت پیش کر رہے ہیں! لکھتے ہیں:

القصہ جب یہ یعنی دنیا وعقبیٰ سے تبری اور بے تعلقی اس کے دل کے اندر جاگزیں ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت میں مستحکم ہو کر بیٹھ جاتی ہے اور مقام فناء ارادہ اسے پورا پورا حاصل ہو جاتا ہے تو عنایات غیبی اس کو برگزیدہ کر کے بہ منزلہ چیلہ خاص کے کر دیتی ہے جس طرح کے بادشاہان ذوالاقتدار اپنے بعض مطیعین کو تمام رعایا سے ممتاز کر کے چیلہ خاص کا خطاب اسے دے دیتے ہیں۔ پس جس طرح چیلہ خاص کو اپنے مولا کے سامان ولباس میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور اپنے مولیٰ کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت دے سکتا ہے مثلاً بادشاہ ہندوستان کے چیلہ خاص کو حق پہنچتا ہے کہ کہے کہ ہماری سلطنت شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارہ تک ہے۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مناصب رفیعہ والے عالم

مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے پر مطلق ماذون ومجاز ہوتے ہیں اوران بزرگواروں کوحق پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کواپنی طرف نسبت کریں مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے۔ معنی اس کلام کا یہ ہے کہ عرش سے فرش تک ہمارے مولیٰ کی سلطنت ہے اور سب چیزوں کی طرف ہماری نسبت مساوی ہے یا اس طرح کہیں کہ کسی چیز کو ہمارے ساتھ خصوصیت نہیں کہ وہ ہماری طرف ہواوراس کے سوادوسری چیزیں ہماری طرف منسوب نہ ہوں۔

(اسماعیل دہلوی، صراط مستقیم ۱۵۷)

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی صاحب نے تصریح کردی ہے کہ اہل مراتب عالیہ اہل مناصب رفیعہ (یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام) تمام عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلقاً ماذون اور مجاز ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے انبیاء کرام اوراولیاء عظام اس کائنات میں خداداد قوت کا اظہار کرتے ہیں اور تصرف کے باب میں یہی ہمارا مطلوب ہے۔

تصرف کے مباحث کو ہم نے احادیث شریفہ، علامہ شامی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شاہ ولی اللہ، حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور دیوبند کے مسلم اکابر اشرف علی تھانوی اور اسماعیل دہلوی کی صاف اور صریح عبارات سے ثابت کردیا ہے۔ اب اگراس کے خلاف کسی کی عبارت میں کوئی معنی پایا جائے تو وہ مؤوّل ہے۔ یعنی اس کی تاویل یہ ہوگی کہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ بالاستقلال تمام کائنات میں مدبر اور متصرف علی الاطلاق ہے اسی طرح کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدبر اور متصرف نہیں۔ ''اتمام البرہان'' میں اس بحث میں جس قدر عبارات پیش کی گئی ہیں اس سب کا یہی محمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطاء اور دین سے اور اس کی اجازت سے اس کے مقربین اس جہان میں تصرف کرتے ہیں جس کے ثبوت میں اس قدر وافر تعداد میں حوالے اور دلائل قارئین کرام کی نظر سے گزر چکے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ ''اتمام البرہان'' میں تصرف کے خلاف عبارتوں کی جو ہم نے تاویل پیش کی ہے اوراس کا مطلب بیان کیا ہے اگر وہ مطلب معتبر نہ مانا جائے تو ان دلائل کے مقابل میں وہ تمام حوالے مردود قرار پا جائیں گے۔

تکوین

تکوین بھی ایسا موضوع ہے جس میں بعض مبتدعین دیوبند اختلاف کرتے ہیں۔ تکوین

کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں عادۃً اسباب کے تحت نہیں ہوتیں (اگرچہ فی الواقع ان کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس کائنات میں کوئی پتہ بھی ادھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا) اللہ تعالیٰ کے مقربین یعنی انبیاء اور اولیاء خداداد قوت سے ان پر لفظ ''کن'' سے یا اس کے بغیر تصرف کر کے ان کو وجود میں لے آتے ہیں امور تکونیہ میں تصرف کی بہت سی صورتیں ہیں جو دلائل کے ضمن میں قارئین کرام پر ظاہر ہو جائیں گی۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ بعض مبتدعین دیو بند انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لیے تکوینی اختیارات نہیں مانتے۔ چنانچہ مخالف مذکور لکھتے ہیں:

اہل بدعت حضرات کا یہ فاسد خیال ہے کہ آں حضرت ﷺ کو تکوینی اور تشریعی احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے آپ تمام جہان میں تصرف کرتے ہیں، رزق تقسیم کرتے ہیں اور نفع وضرر دینے کے مجاز ہیں معاذ اللہ اور یہ بے بنیاد عقیدہ روح اسلام کے سراسر خلاف اور توحید پر ضرب کاری ہے۔ (محمد سرفراز صفدر' تنقید متین ص ۲۱۸)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

جھگڑا صرف اس بات میں ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ مافوق الاسباب طریق پر متصرف اور مختار کل تھے یا مافوق الاسباب طریق پر آپ تکوینی امور میں تصرف کیا کرتے تھے؟

(محمد سرفراز صفدر' راہ ہدایت ص ۱۹۹)

سردست ہم تکوینی امور میں حضور ﷺ اور دیگر انبیاء واولیاء کے تصرفات کو احادیث شریفہ، مستند علماء اسلام اور خود مخالفین کے مسلم اکابر کی عبارات سے بطور ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق.

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان قیل اذا اعطی الحق تعالیٰ بعض خواصه فی هذه الدار صرف کن هل یتصرف بها ام الادب ترکه فالجواب کما قاله الشیخ فی الباب السابع والسبعین ومائة ان من ادب	اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اس دنیا میں صرف ''کن'' عطا فرماتا ہے۔ تو کیا وہ اس حرف ''کن'' سے تصرف کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب شیخ محی الدین ابن عربی نے یہ دیا

اهل الله تعالٰى اذا اعطاهم الله تعالٰى التصرف بلفظة كن فى هذا الدار لا يتصرفون بها لان محلها الدار الأخرة ولكنهم جعلوا مكان لفظة كن بسم الله ليكون التكوين لله تعالٰى ظاهرا كما هو له باطنا فان قيل ان رسول الله ﷺ اكثر الخلق ادبا وقد استعملها فى بعض الغزوات فالجواب انما استعملها ﷺ فى غزوة تبوك بحضرة اصحابه بيانا للجواز ولانه كان ماذونا له فى اظهار المعجزات وهذه المسئلة من قبيلها فقال ﷺ كن ابا ذر كان اباذر وقال لعسيب النخل كن سيفا فكان سيفا. (علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ الیواقیت والجواہر ج اص ۱۴۷)

ہے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں لفظ ''کن'' کے ساتھ تصرف دیا ہے تو اس دنیا میں اس کے ساتھ تصرف نہ کریں کیونکہ اس کا محل دار آخرت ہے۔ لیکن یہ خاص بندے ''کن'' کی جگہ ''باسم اللہ'' رکھتے ہیں تاکہ جس طرح تکوین باطناً اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ظاہراً بھی خاص ہو جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ادب کرنے والے ہیں اس کے باوجود آپ نے بعض غزوات میں لفظ ''کن'' استعمال کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے غزوہ تبوک میں صحابہ کے سامنے لفظ ''کن'' کے ساتھ بیان جواز کے لیے تصرف کیا ہے' کیونکہ حضور ﷺ اظہار معجزات میں ماذون تھے اور معاملہ بھی اس قبیل سے ہے۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا: ابوذر ہو جا اور ابوذر ہو گئے اور کھجور کی شاخ کو فرمایا کہ تلوار ہو جا اور وہ تلوار ہو گئی۔

تخت بلقیس کو جو آصف بن برخیا نے ایک آن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر حاضر کر دیا تھا اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی شیخ اکبر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ان آصف تصرف فى عين العرش فاعدمه فى موضعه واوجده عند سليمان من حيث لا يشعر احد

حضرت آصف نے بعینہ عرش میں تصرف کیا اور اس کو اس کی اپنی جگہ سے معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام

بذالک الا من عرف الخلق الجدید الحاصل فی کل آن و کان زمان وجوده عین زمان عدمه و کل منها فی آن و کان عین قول آصف عین الفعل فی الزمان فان القول الکامل بمنزلة کن من الله تعالیٰ. (علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، پ۱۹ص ۲۹۵)

کے سامنے موجود کر دیا۔ بایں طور کہ کسی شخص کو اس کا پتہ نہ چل سکا (سوا اس شخص کے جو ہر آن میں خلق جدید کو پہچانتا ہے) اور اس کے وجود کا زمانہ بعینہٖ اس کے عدم کا زمانہ تھا اور یہ سب کچھ ایک آن میں ہو گیا اور اس وقت آصف کا کہنا بعینہٖ ان کا فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے ''کن'' کے منزلہ میں ہوتا ہے۔

اشرف علی صاحب تھانوی حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کے ملفوظات مع اپنے حواشی کے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۰۷) فرمایا کہ ''قم باذنی'' ''قرب نوافل سے مرتبہ الوہیت میں کہ عروج میں ہے پیش آتا ہے۔ جیسا کہ شمس تبریز پر گزرا اور ''قم باذن الله'' ''قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد العروج پیش آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے شرک وکفر کہنا اس کو بھی جہل ہے۔ (حاشیہ) قولہ ''قم باذنی'' ''قرب نوافل ہے۔ اقول جس کی تعبیر اصطلاحی اس عنوان سے کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور عبد آلہ اور یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ سو ''قم باذنی'' ''میں احیاء کی اسناد عبد کی طرف ہے اور ''باذن الله'' ''میں حق کی طرف تفصیل وتحقیق اس مسئلہ کی ''مسائل مثنوی'' ''میں مذکور ہے۔ قولہ شرک وکفر کہنا اس کو بھی جہل ہے اقول جس کا منشاء ناواقفی فن ہے۔

تھانوی صاحب اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں:

ملفوظ نمبر ۱۰۶:

ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لیے تشریع کے مکلف نہیں ہوتے اور ان کی بعض خدمتیں شرع پر منطبق نہیں ہوتیں۔ مثلاً اگر مسلمانوں اور کفار میں مقابلہ ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریعی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت اور حکمت ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جس کو اس سے کچھ بحث نہیں اور ایسا کام سالک کب کر سکتا ہے

اور اس کو کیسے جائز ہوتا؟ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میرا رجحان پہلے اس طرف تھا۔ مجذوبین اجتہاد نہیں کرتے محض امر صریح کے متبع ہیں اور ملائکہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ محض نصوص کے متبع ہیں مگر حدیث جبریل: ''انہ دس الطین فی فم فرعون مخافۃ ان تدرکہ الرحمۃ'' سے نیز حدیث ''القاتل التائب من الذنب اختلف فیہ ملائکۃ الرحمۃ والعذاب''۔ سے اس طرف رجحان ہوگیا کہ ملائکہ اجتہاد بھی کرتے ہیں:

''وکذا المجذوبین وزاد الرجحان بقعۃ الاشراقی ان المجذوبین مختلفون فی احکام بقاء السلطنۃ وتبدیلھا''۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۷۹)

آخری عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ مجذوبین کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس حکومت کو چاہیں باقی رکھیں اور جس کو چاہیں بدل دیں۔ سعیدی۔

ملفوظ نمبر ۳۶: ایک مولوی صاحب نے عرض کیا: حضرت سنا ہے کہ یہ امور تکوینیہ مجذوبین کے متعلق ہوئے ہیں بدون عقل کے وہ کیسے کام کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ان کے متعلق ہونا صحیح ہے اور گو ان میں عقل نہیں ہوتی۔ لیکن جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے اس میں عقل کی ضرورت نہیں اس لیے اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۴۰)

ملفوظ نمبر ۲۴۲ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا حقیقت ہے؟ یہ مجذوب کیسے ہو جاتے ہیں؟ فرمایا: حقیقت اس کی یہ ہے کہ کوئی وارد ایسا قوی ہوتا ہے جس سے عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجاہدہ ہی کی برکت ہے کہ یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے پہلے سے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرتے کیا تھے اسی وارد سے پیالہ چھلک گیا تب سب نے دیکھ لیا یہ حقیقت ہے مجذوبیت کی اور یہی مجذوب ہیں جن کے سپرد کارخانہ تکوینیہ ہے اور نظام کے ذمہ دار ہیں۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۹۸)

ملفوظ نمبر ۵۳۲:

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اقطاب التکوین مجاذیب زیادہ ہوتے ہیں دیوبند میں ایک ولائتی مجذوب شہاب الدین تھے۔ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا ہم

طالب علم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ دعا کرو کہ فلاں فلاں جاتے رہیں حالانکہ وہ تکونیا ان کے حامی تھے۔

ملفوظ نمبر ۲۶۹:

فرمایا کہ قطب التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے۔ مگر قطب الارشاد کو ضروری نہیں ابدال وغیرہ بھی تکونیات سے متعلق ہیں، قطب الارشاد میں تعدد ضروری نہیں قطب التکوین متعدد ہوتے ہیں مگر قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اس کا نام غوث ہے اہل کشف ان کو پہچانتے ہیں قطب التکوین دائما اور قطب الارشاد احیانا متعدد بھی ہوتے ہیں۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ' الافاضات الیومیہ ج ۱ص ۲۱۱)

ملفوظ نمبر ۴۳۹:

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتیوں کے بادشاہ ہیں چشتیت تو ہند میں وہیں سے جاری ہوئی۔ فرمایا کہ ہندوستان میں تو سلطنت چشتیوں کی حضرت کی وجہ سے ہے ایک انگریز نے ہندوستان سے انگلستان میں جا کر کہا تھا کہ ہندوستان کے تمام سفر میں ایک بات عجائبات میں سے دیکھی کہ ایک مردہ اجمیر کی سرزمین میں پڑا ہوا تمام ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے۔ فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں حضرت خواجہ صاحب کی بڑی عظمت ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں تک کے قلوب میں عظمت ہے۔ اجمیر میں تو اکثر ہندو حضرت کے نام کی قسم کھاتے ہیں۔ سلاطین اسلام کے قلوب میں بھی عظمت کا یہی حال تھا۔ اکبر بادشاہ نے کئی بار دارالخلافہ سے اجمیر تک پیدل سفر کیا ہے' یہ عظمت نہ تھی اور کیا تھی؟

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ' الافاضات الیومیہ ج ۱ص ۳۰۹)

استعانت اور استمداد

جب انسان کسی مشکل اور مصیبت میں گرفتار ہو تو اصل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت سے نجات کے لیے دعا مانگے' اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ اپنے بندوں کی کوتاہیوں کو جانتے ہوئے بھی ان سے صرفِ نظر فرما کر اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے۔ قبولیت دعا کے لیے حضور سیّد المرسلین، دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور عباد صالحین کا وسیلہ پیش کرے تو اس سے دعا کی استجابت زیادہ قریب ہو جاتی ہے۔ سوائے ابن تیمیہ اور اس

کے متبعین کے مسلمانوں کا کوئی گروہ اس کا منکر نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین کو مصیبت کے وقت مدد کے لیے پکارنا اور انبیاء اور صالحین کا غیر عادی طور پر ان کی مدد کرنا یہ بھی شرعاً جائز اور درست ہے اور صالحین امت کا اس پر عمل رہا ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین مافوق الاسباب طور پر امداد کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہاں کوئی سبب نہیں ہوتا اور مطلقاً اسباب کی نفی ہوتی ہے آخر یہ مقربین اللہ تعالیٰ کی جس خداداد قوت اور طاقت سے مدد کرتے ہیں وہ بھی تو ایک سبب ہے۔ اس لیے ان کا مافوق الاسباب امور میں مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عام اسباب عادیہ سے ہٹ کر مدد کرتے ہیں اور اس کی وضاحت پہلے بھی کی جا چکی ہے۔

نیز انبیاء علیہم السلام اور دیگر صالحین کا مدد کرنا صرف ان کی خداداد قوت پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ تقدیر کی موافقت کے ساتھ مشروط ہے جو اذن الٰہی کے مترادف ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے نہ چاہے انبیاء کرام اور صالحین عظام مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ یہ عقیدہ تو (العیاذ باللہ) شرک سے بھی بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت کے بغیر اس کائنات میں کوئی ذرہ ادھر سے اُدھر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے مقربین الٰہی کی امداد وہیں موثر ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت ہوتی ہے۔ اور انبیاء کرام اور صالحین عظام کو جو اللہ تعالیٰ یہ طاقت عطا فرماتا ہے جس سے وہ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں یہ ان کی عزت وشان دکھلانے کے لیے ہے۔ شفاعت ووجاہت [1] کو بھی اس لیے مقرر فرمایا

---

[1] شفاعت وجاہت کا مطلب وہ نہیں ہے جو اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ اس کو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے۔ سو سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کے بادشاہ کے یہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے۔ اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی شفاعت سے بچالے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کو پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے' سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے' اس لیے کہ اتنے بڑے امیر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے تا کہ انبیاء کرام کی شان اور وجاہت ظاہر ہو ورنہ اللہ تعالیٰ بغیر شفاعت کے بھی تمام گنہگاروں کو بخش دینے پر قادر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت کو خود زائل کرنے پر بھی قادر ہے اور اپنے فضل سے لوگوں کی مصیبتیں دور فرماتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے' اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی۔ سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جانب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی نبی یا ولی کو یا امام وشہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جانب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصل مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان کلاں ص ۳۱) واقعی ایسی شفاعت شرک ہے' لیکن شفاعت وجاہت کی یہ تعریف نہیں ہے جو اسماعیل دہلوی نے اپنی عبادت سے سمجھی ہے بلکہ شفاعت وجاہت کی تعریف وہ ہے جو رئیس المتکلمین حضرت شاہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۲۷۸ھ نے بیان کی ہے' وہ لکھتے ہیں: جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت وامتیاز بخشا ہے' ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہ گاروں کی معافی کے لیے اسے بات کرنے کی اجازت ہے' اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے' اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا۔ لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے' یہ شفاعت وجاہت ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے کسی لفظ سے ڈر اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔ (تحقیق الفتویٰ ص ۷۳) امام فضل حق خیر آبادی نے جو شفاعت وجاہت کا معنی بیان کیا ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ایک شب رسول اکرم ﷺ امت کی مغفرت کے خیال سے رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: اے جبرائیل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے اور ان سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نے اپنے محبوبین اور مقربین کی عزت و جاہت ظاہر کرنے کے لیے انہیں یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے اس لیے اس کو بتوں سے استمداد پر قیاس کرنا خالص جہالت ہے کیونکہ بت ایسے وسائل ہیں جن کی قوت اور طاقت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور انبیاء کرام اور صلحاء عظام کی خداداد قوت اور طاقت پر بے شمار ادلہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر معجزہ' کرامت' تصرف اور تکوین کی بحث میں گزر چکا ہے۔ نیز بت مشرکین کے ایسے وسائل ہیں جو خود ساختہ ہیں اور انبیاء اور صالحین ایسے وسائل ہیں جو خدا ساختہ ہیں۔

ہم نے سطور بالا میں یہ ذکر کر دیا ہے کہ مقربین کی امداد اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے موافق اس کے اذن کے تابع اور اس کی شریعت سے ہم آہنگ ہوتی ہے اس لیے یہ لغو اور دقیانوسی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا کہ اگر انبیاء کرام ایسی ہی قوت کے حامل ہوتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے اپنے چچا ابو طالب کو مسلمان کیوں نہیں کر دیا یا باوجود کفر کے اسے جنت میں کیوں نہیں پہنچا دیا؟ کیونکہ پہلی صورت تقدیر کے خلاف ہے اور دوسری صورت شریعت کے خلاف۔

انبیاء کرام اور صالحین عظام سے مدد طلب کرنے کا نظریہ کوئی عقیدہ قطعیہ نہیں ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) پوچھو کہ وہ کیوں روتے ہیں؟ پس حضور کے پاس جبرائیل علیہ السلام گئے اور دریافت کیا' حضور نے انہیں (امت کی مغفرت کی فکر سے) آگاہ کیا' جبرائیل اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ بتلایا' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد (علیہ السلام) کے پاس جاؤ اور کہو: ''انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک'' ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۱۱۳) یہ ہے مرتبہ وجاہت یا محبت' اب اگر اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی سفارش سے کسی گناہ گار مسلمان کو نہ بخشے تو العیاذ باللہ نہ اللہ تعالیٰ کو کوئی غم یا خوف ہوگا نہ کوئی فکر اور پریشانی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نہ بخشنا اس کے اس فرمان ''انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک'' کے خلاف ہوگا جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے' اس لیے شفاعت وجاہت یا شفاعت محبت کے ذریعہ گناہ گاروں کو معاف فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین کی شان وجاہت اور شان محبوبیت ظاہر فرمائے گا' ورنہ وہ شفاعت کے بغیر بھی گناہ گاروں کو بخش سکتا ہے اور بخشے گا۔ سعیدی غفرلہ

اس کا ماننا ضروری ہو اور اس کا انکار کفر ہو اور اسے ثابت کرنے کے لیے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہو متکلمین نے بیان کیا ہے کہ عقائد کی دو قسمیں ہیں عقیدہ قطعیہ اور عقیدہ ظنیہ۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی فرماتے ہیں:

ان العقائد قسمان فقسم لا بد فیه من تحصیل الیقین لوجوب الواجب وحدته وقسم ظنی لا یمکن فیه تحصیل الیقین کفضیلة الرسل علی الملک فلا باس فیه باتباع الظن لا جماعهم علی ایراد هذا القسم فی کتب العقائد فما یقع فی کلام بعض المتکلمین من اسقاط الادلة الظنية فلیس بموجه. (علامہ عبدالعزیز فرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس، ص ۲۴)

عقائد کی دو قسمیں ہیں۔ایک قسم وہ ہے جس کے لیے یقین کا حاصل کرنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود اور واحد ہونا۔عقیدہ کی دوسری قسم ظنی ہے جس کے لیے یقین حاصل کرنا ممکن نہیں ہے جیسے رسولوں کی فضیلت فرشتوں پر اس موضوع پر دلائل ظنیہ کی اتباع میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ متکلمین کا اجماع ہے کہ وہ اس مسئلہ کو کتب عقائد میں ذکر کرتے ہیں اس لیے بعض متکلمین کے دلائل ظنیہ کے ساقط کرنے کا جو ذکر ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اس لیے انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے استمداد اور استعانت کا مسئلہ زیادہ سے زیادہ عقیدہ ظنیہ کے تحت آتا ہے۔اس لیے اس کے اثبات کے لیے عقائد قطعیہ ڈھونڈنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے استعانت کو ناجائز اور شرک قرار دیا ہے۔اس لیے اللہ سے استمداد کے لیے دلیل قطعی سے کم کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے مطلقاً غیر اللہ سے استعانت کو منع نہیں فرمایا بلکہ "من دون اللہ" کی استمداد اور استعانت سے منع فرمایا ہے اور انبیاء اور اولیاء کرام العیاذ باللہ "من دون اللہ" نہیں بلکہ "من اللہ" ہیں دوسری واضح ترین بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے مشرکین کو بتوں سے استعانت کرنے سے منع کیا ہے اور ظاہر ہے کہ بت مشرکین کے خود ساختہ وسائل تھے۔بہ خلاف انبیاء کرام اور صلحاء عظام کے کہ وہ خدا ساختہ وسائل ہیں۔تکلیف اور مصیبت کے وقت انبیاء کرام اور صلحاء عظام کے استعانت کے جواز

کے لیے یہ کافی ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک کے تمام مسلمان اس قسم کی استعانت کرتے رہے اور ہر دور کے علماء اس استعانت کو اپنی تصانیف میں نقل کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام امت مسلمہ کا اس استعانت کے جواز پر اجماع ہو گیا ہے اور اجماع سے قوی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اب ہم اس موضوع پر سب سے پہلے حدیث نبوی ﷺ پیش کر رہے ہیں۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں (ہم نے بعض جگہ اس روایت میں ضرورت کے پیش نظر علامہ زرقانی کی شرح بھی شامل کر دی ہے):

وفی المعجم الصغیر من حدیث میمونة انها سمعته ﷺ یقول فی متوضئه لیلا لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت یا رسول الله سمعتک تقول فی متوضئک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا کانک نصرت تکلم انسانا فهل کان معک احد فقال ﷺ هذا راجز بنی کعب یستصرخنی (یستغیث به) ویزعم ان قریشا اعانت علهیم بنی بکر ثم خرج علیه الصلوة و السلام فامر عائشة ان تجهزه ولا تعلم احدا قالت ودخل علیه ابوبکر فقال یا بنیة ما هذا الجهاز فقالت والله ما ادری فقال والله ما هذا زمان غزو بنی الاصفر فاین یرید رسول الله

(طبرانی نے) ''معجم صغیر'' میں ام المومنین حضرت میمونہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رات حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے دوران وضو تین بار فرمایا: ''لبیک'' اور تین بار فرمایا: تمہاری مدد کی گئی۔ جب حضور ﷺ وضو کر کے آئے تو میں نے پوچھا: آپ نے تین بار ''لبیک'' اور تین بار ''مدد کی گئی'' فرمایا جیسے کسی انسان سے گفتگو کر رہے ہوں۔ کیا آپ کے ساتھ کوئی شخص تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا ایک شخص تھا جو رزمیہ شعر پڑھ کر مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی مدد کی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کو سفر کی تیاری کا حکم دیا اور فرمایا: اس بات کی کسی کو خبر نہ دینا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت ابوبکر

ﷺ قالت واللہ لا علم لی قالت (میمونة) فاقمنا ثلاثا ثم صلی الصبح فی الناس فسمعت الراجز ینشده یا رب انی ناشد محمدا خلف ابینا وابیه الا تلدا ان قریشا اخلفوک الموعدا ونقضدا میثاقک الموکدا وزعموا ان لیست دعوا احدا فانصرها ک اللہ نصرا ابدا وادع عباد اللہ یاتوا المددا فیهم رسول اللہ قد تحردا ان سیم فسخا وجهه تریدا قال فی القاموس وتربد یعنی بامر تغیرا انتهی وزاد ابن اسحق هم بیتونا بالوتیر هجرا وقتلنا رکعا وسجدا وزعموا ان لست ادعوا احدا وهم اذل واقل عددا فقال له رسول اللہ ﷺ نصرت یا عمرو بن سالم فکان ذالک ماهاج فتح مکة وقد ذکر البزار من حدیث ابی هریرة (باسناد حسن موصول).

(علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ' مواہب اللدنیہ مع زرقانی ج۲ص۲۹۰_۲۹۲)

رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا: اے بیٹی! یہ کیسی تیاری ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: خدا کی قسم! مجھے کوئی علم نہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! یہ زمانہ رومیوں سے جنگ کا نہیں ہے پھر حضور ﷺ کہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: خدا کی قسم! مجھے کوئی علم نہیں۔ حضرت میمونہ کہتی ہیں: ہم تین دن مدینہ میں ٹھہرے پھر تیسرے دن حضور ﷺ نے صبح کی جماعت کرائی تو میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو یہ رزمیہ اشعار پڑھ رہا تھا: اے رب! میں محمد ﷺ کو اپنے اور ان کے آباء کی مدد کے لیے بلا رہا ہوں' وہ حملہ کیوں نہیں کرتے؟ بے شک قریش نے (محمد ﷺ) آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور انہوں نے مضبوط معاہدہ کو توڑ پھینکا ہے اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد کے لیے کسی کو نہیں بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت پر قائم رکھے۔ آپ ہماری ہمیشہ مدد کریں' دیگر اللہ کے بندوں کو بلائیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ساتھ ہوں اور جب حضور ﷺ ان معاہدہ شکن لوگوں سے جنگ کریں گے تو آپ ﷺ غضب ناک ہوں گے اور آپ کا مبارک

چہرہ متغیر ہو جائے گا۔ اور ابن اسحاق نے
ان اشعار کا بھی اضافہ کیا ہے: ان معاہدہ
شکن لوگوں نے ہم پر شب خون مارا جب
کہ بعض رکوع اور سجود کی حالت میں تھے اور
ان سب کو قتل کر دیا اور انہوں نے گمان یہ کیا
کہ میں مدد کے لیے کسی کو نہیں بلاؤں
گا' حالانکہ وہ ذلیل اور کم تعداد میں ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو بن
سالم! تمہاری مدد کی جائے گی۔ یہ واقعہ فتح
مکہ کا سبب بنا۔ محدث بزار نے بھی اپنے
سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت
سے یہ اشعار بیان کیے ہیں اور اس حدیث
کی سند حسن اور متصل ہے۔

حضور ﷺ نے بنو کعب کے جس شخص کی فریاد سنی وہ شخص اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ حضور ﷺ نے خداداد قوت سے دور سے بطور امور غیر عادیہ کے اس کی فریاد سنی اور اس کی مدد فرمائی۔

چنانچہ اس کی شرح میں علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں:

ففی اخباره به قبل قدومه علم من اعلام النبوة باهر فاما انه اعلم بذالک الوحی وعلم ما یصوره الراجز فی نفسه او یکلمه به اصحابه فاجابه بذالک او انه کان یرتجز فی سفره واسمعه الله کلامه قبل قدومه بثلاث ولا بعد فی ذالک فقد روی ابو نعیم مرفوعا

حضور ﷺ نے جو (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو اس فریادی کے آنے سے پہلے اس کی فریاد کی خبر دی۔ یہ حضور ﷺ کے علوم نبوت میں سے بالکل ظاہر ہے۔ یا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور ﷺ کو مطلع کیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ وہ فریادی اپنے آپ سے یا اپنے احباب سے کیا کہہ رہا تھا؟ پھر حضور ﷺ نے اس فریادی کی

انی لاسمع اطیط السماء وما تلام ان تئط الحدیث۔ (علامہ محمد عبدالباقی متوفی ۱۱۲۲ھ، زرقانی شرح مواہب ج۲ص ۲۹۰-۲۹۱)

پکار کا جواب دیا یا وہ شخص دوران سفر اشعار میں فریاد کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس شخص کے آنے سے تین دن پہلے اس کا کلام سنا دیا اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ ابونعیم نے مرفوعاً یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں آسمان کی آواز سنتا ہوں اور اس کی آواز پر ملامت نہیں ہونی چاہیے۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابی رسول نے تین دن کی مسافت سے مصیبت کے وقت حضور ﷺ سے مدد کے لیے فریاد کی آپ نے دور سے اس کی فریاد سنی اور مدد کرنے کی نوید سنائی اور پھر فتح مکہ کے ذریعہ اس شخص اور اس کے قبیلہ کی مدد ہوگی اور یہی کچھ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت انبیاء علیہم السلام سے مدد طلب کرنا اور ان کو پکارنا جائز ہے اور اگر قضاء الٰہی کے موافق ہو تو وہ مدد بھی فرماتے ہیں۔

فائدہ

صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ چاہے وہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آجائے اور جو چاہے وہ قریش کی امان میں آجائے۔ بنوبکر قریش کی حفاظت میں آگئے اور بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آگئے (اور ان میں بہ کثرت لوگ مسلمان ہو گئے جیسا کہ عمرو بن سالم کے اشعار سے ظاہر ہے کہ انہیں رکوع اور سجود کی حالت میں قتل کیا گیا) بنوخزاعہ اس سے پہلے بھی حضور ﷺ کے حلیف تھے۔ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے لازم تھا کہ اگر یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑیں تو قریش ان کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ اس حادثہ کا سبب یہ ہوا کہ بنوبکر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہے یہ اشعار بنوخزاعہ کے ایک غلام نے سن لیے اور ان نے اس شخص کا سر پھاڑ ڈالا۔ اس وجہ سے دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی۔ بنوبکر نے قریش سے مدد طلب کی اور قریش نے یہ سوچ کر کہ اتنی دور سے رات کے وقت کے واقعہ کا حضور کو کیا علم ہوگا؟ رات کے وقت شب خون مارا اور بیس یا تیس

مسلمانوں کوشہید کرڈالا۔اس موقعہ پر عمرو بن سالم رات کو گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں رزمیہ اشعار پڑھ رہے تھے جس میں حضور ﷺ سے مدد طلب کر رہے تھے۔حضور ﷺ نے ان اشعار کو اپنے گھر میں سنا اور وہیں سے جواب دیا ''نصرت'' تمہاری مدد کی گئی'' پھر تین دن کے بعد وہ مدینہ پہنچے اور وہاں جا کر تفصیل سے واقعات بتلائے اور یہ واقعہ فتح مکہ کا سبب بنا۔(ماخوذ از انسان العیون ج ۳ ص ۳۔۴)

طبرانی کی جس روایت میں عمرو بن سالم کے حضور ﷺ سے مدد طلب کرنے کا ذکر ہے اس کو متعدد اجلہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

واخرجه الطبرانی من حدیث میمونه بنت الحارث مطولا و فیه ایضا انها سمعت رسول الله ﷺ یقول لیلا وهو فی متوضئه نصرت نصرت فسالته فقال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی وزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر. (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۶۱)

طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ دوران وضو فرمار ہے تھے کہ ''تمہاری مدد کی گئی' تمہاری مدد کی گئی'' حضرت میمونہ نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔

اس حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ مصیبت کے وقت حضور ﷺ کو دور سے پکارنا اور آپ سے مدد طلب کرنا صحابہ کا طریقہ تھا اور اس پکار پر لبیک کرنا اور مدد فرمانا یہ حضور ﷺ کا طریقہ تھا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی ایک اور مقام پر پوری سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

عن ابن ماعد حدثنا یحیی ابن سلیمان بن فضلة حدثنی عمی محمد عن جعفر بن محمد عن ربیعة عن جدته میمونة بنت

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شب حضور ﷺ نے ان کے ہاں قیام فرمایا پھر حضور ﷺ وضو کے لیے تشریف لے گئے۔آپ

الحارث ان النبی ﷺ قام عندھا فی لیلتھا ثم قام فتوضأ للصلوۃ سمعتہ یقول لبیک لبیک ثلاثا فقلت یا رسول اللہ سمعتک تکلم انسانا قال ھذا راجز بنی کعب یستصرخنی ویزعم ان قریشا اعانت علیھم بنی بکر. (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج۲ص ۵۳۶)

نے تین بار ''لبیک'' فرمایا پھر تین بار ''تمہاری مدد کی گئی'' فرمایا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کسی انسان سے کلام فرمار ہے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی کعب کا فریاد رس تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر کی مدد کی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے بھی ان کا ذکر کیا ہے۔

عمرو بن سالم بن کلثوم الخزاعی حجازی حیث خرج مستنصرا من مکۃ الی المدینۃ.

(حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الاصابہ ج۲ص ۵۴۰)

عمرو بن سالم بن کلثوم خزاعی حجازی ہیں انہوں نے مدد طلب کرتے ہوئے مکہ سے مدینہ کا سفر کیا۔

علامہ حلبی نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

وعن میمونۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ ﷺ بات عندھا لیلۃ قالت فسمعتہ یقول لبیک لبیک ثلاثا فلما خرج قلت یا رسول اللہ سمعتک تقول لبیک لبیک لبیک ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا کانک تکلم انسانا فھل کان معک احد قال ھکذا راجز بنی کعب یعنی خزاعۃ یزعم ان قریشا

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شب ان کے پاس تھے حضرت میمونہ نے سنا کہ حضور ﷺ نے تین بار ''لبیک'' اور تین بار ''تم مدد کیے گئے ہو'' فرمایا: جب حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: حضور ﷺ! میں نے آپ ﷺ سے تین بار ''لبیک'' اور تین بار ''تم مدد کیے گئے ہو'' سنا کیا آپ ﷺ کسی انسان سے گفتگو فرما

اعـانـت علیهم بـکـربن وائل ای بطنامنه وهم بنو نعاثة.

(علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج۳ص ۵)

رہے تھے؟ کیا آپ کے ساتھ کوئی تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب (یعنی خزاعہ) کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنوبکر (یعنی ان کے ایک ٹولہ بنونعاثہ کی مدد کی ہے)۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

طبرانی در معجم صغیر از حدیث میمونه مے آرد که گفت شنیدم شبے آں حضرت راکه مے فرمود در متوضا لبیک لبیک سه بار مے فرمود نصرت نصرت سه بارچوں برآمد گفتم یا رسول الله شنیدم که تکلم مے کنی آیا بود با توکسیکه تکلم مے کر دی یا وے گفت ایں راجز بنی کعب بوداز خزاعه که ازمن طلب نصرت مے نماید وے گوید که قریش اعانت بنی بکر کردند تابه سرما شبخون آوردند۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج۲ص ۲۸۲)

طبرانی نے ''معجم صغیر'' میں حضرت میمونہ سے حدیث روایت کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک شب حضور ﷺ نے دوران وضو تین بار ''لبیک لبیک'' فرمایا اور تین بار فرمایا: تیری مدد کی گئی جب حضور ﷺ وضو سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: حضور ﷺ! آپ کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ آپ ﷺ کے پاس کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قبیلہ خزاعہ سے بنی کعب کا ایک فریادی مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ہمارے قبیلے بنوبکر کی مدد کی ہے اور رات کو شب خون مارا ہے۔

اور شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

وفی معجم الطبرانی الصغیر

طبرانی نے اپنی ''معجم صغیر'' میں

عن میمونة انها سمعت رسول الله ﷺ یقول فی متوضئه لیلا لبیک لبیک (ثلاثا) نصرت نصرت (ثلاثا) کانک تکلم انسانا فهل کان معک احد فقال هذا راجز بنی کعب یستصرخنی ویزعم ان قریشا اعانت علیهم بنی بکر.
(شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۴۲ھ، مختصر سیرت الرسول، ص ۳۳۳)

حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک شب سنا آپ ﷺ نے تین بار ''لبیک'' اور تین بار ''تیری مدد کی گئی'' فرمایا' انہوں نے پوچھا: کیا آپ ﷺ کے پاس کوئی انسان تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی کعب کا فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب کرتا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی مدد کی ہے۔

قاضی عیاض مالکی بیان کرتے ہیں:

وروی ان عبداللہ بن عمر خدرت رجله فقیل له اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یا محمداہ فانتشرت. (قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، ج ۲ ص ۱۸)

مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سُن ہو گیا۔ ان سے کہا گیا: جو شخص آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کیجئے آپ سے یہ تکلیف زائل ہو جائے گی' حضرت عبداللہ بن عمر نے زور سے پکارا ''یا محمداہ ﷺ'' تو آپ کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

ملا علی قاری رحمہ الباری ''فصاح'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای فنادی باعلی صوته.

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بلند آواز سے پکارا۔

اور ''یا محمداہ'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

وکانه رضی اللہ تعالی عنه قصد به اظهار المحبة فی ضمن الاستغاثة. (ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نے اظہار محبت کے ضمن میں فریاد کی اور مدد طلب کی۔

اور علامہ خفاجی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھذا مما تعاھدہ اھل المدینۃ. اہل مدینہ کے نزدیک یہ عمل معروف ہے۔

(شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض ص ۳۳۵)

اس حدیث کو امام بخاری نے ''الادب المفرد'' ص ۱۴۲ مطبوعہ مصر میں روایت کیا ہے۔ شوکانی نے ''تحفۃ الذاکرین'' ص ۲۳۹ میں۔ امام نووی نے ''کتاب الاذکار'' ص ۱۳۵ میں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد حوالہ جات ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تکلیف اور مصیبت کے وقت حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ کو پکارنا اور آپ سے غائبانہ مدد چاہنا حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ عباس کی سنت ہے۔ اور یہ کہ ان کے پکارنے پر حضور ﷺ کی توجہ سے ان کا پیر ٹھیک ہوگیا اور تکلیف زائل ہوگئی۔

مخلوق سے استعانت کی قسمیں

تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت ہو۔ اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل۔ پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔

پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لیے محض ان حضرات کے تصور اور تذکرے سے قسم رابع ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوادر ص ۱۵۹۔۱۶۰)

تھانوی صاحب نے جو قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ مستقل یعنی ذاتی علم وقدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے۔ اس صورت کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے اور ہم بھی اسے شرک ہی سمجھتے ہیں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم وقدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے اور وہ علم وقدرت کسی صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو تو یہ صورت بھی کفر وشرک نہیں بلکہ صرف معصیت ہے یہ بھی ٹھیک ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم وقدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے خواہ وہ مخلوق زندہ ہو یا فوت شدہ اور وہ علم وقدرت دلیل صحیح سے ثابت ہو تو یہ صورت قطعاً جائز ودرست ہے۔

اسی تیسری قسم میں ہماری گفتگو ہے خیال رہے کہ تھانوی صاحب نے جواز اور عدم جواز کا مدار استقلال اور عدم استقلال پر رکھا ہے جیسا کہ ہم نے ''توضیح البیان'' میں بیان کیا ہے۔ نہ امور مافوق الاسباب یا ماتحت الاسباب یا امور عادیہ یا امور غیر عادیہ پر جیسا کہ بعض مخالفین نے ''تنقید متین'' اور ''اتمام البرہان'' میں بیان کیا ہے۔

اسی قسم ثالث کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثالث ہے۔ ''قسم ثالث ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی قوت کشف کے ذریعہ روحوں کو دیکھتے سنتے ہیں وہ اگر اولیاء کرام کی ارواح طیبات سے مدد طلب کریں تو یہ صورت قطعاً جائز اور درست ہے۔

واضح رہے کہ اس صورت کو قسم ثالث میں داخل کر کے تھانوی صاحب نے تین باتوں کا کھلا ہوا اعتراف کر لیا ہے۔

اوّل: انبیاء عظام اور اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ سے (زندگی میں غائبانہ ہو یا بعد از وفات) مدد طلب کرنا قطعاً جائز اور درست ہے۔

ثانی: انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے عطائی علم اور قدرت اور اختیار کو انہوں نے دلیل صحیح سے ثابت مان لیا ہے کیونکہ قسم ثالث کو انہوں نے اس قسم کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

ثالث: کشف کی قوتوں کے ذریعہ ارواح کو دیکھنا سننا دلیل سے ثابت ہے۔

اس تفصیل کے بعد اس موضوع پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وقد یکون خاطر الشیخ فھو	مرید کے دل میں کبھی ایسی بات آتی
امداد ھمة الشیخ یصلی الی قلب	ہے جو شیخ کی توجہ کی مدد سے مرید کے دل

المريد الطالب مشتملا على كشف معضل وحل مشكل حصل للمريد في الواقعات والواردات الربانية وهذا الخاطر انما يرد على قلب المريد عند استكشافه ذالک باستمداده من ضمير الشيخ ينكشف و يتبين الحال سواء كان الشيخ حاضرا اوغائبا حيا او ميتا يدل عليه ما قال شيخ العارف بالله على بن حسام الدين المتقى اسكنه الله بحبوحة جنة و نعمة بلطفه ورحمته يا عبد الوهاب اذا اشكل عليک شئى من الواقعات والواردات فاعرضها على بقلبک واسكتشف ذالک باستمدادک منى ولد بعد موتى فجرت ذالک فوجدته كما قال و هذا الخاطر ايضا فى الحقيقة داخل تحت خاطر الحق سبحانه لان قلب الشيخ بمثابة باب مفتوح الى عالم الغيب وهو واسطة بين المريد و بين الحق سبحانه فيصل امداد فيضه على قلب المريد بواسطة انتهى كلامه قدس سره.

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

میں پیدا ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ مشکلات جو مرید کے وظائف اور معمولات میں پیدا ہوتی ہیں وہ حل ہو جاتی ہیں۔ اور مرید کے دل میں یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنی مشکلات میں اپنے شیخ سے اس کے کے لیے مدد طلب کرتا ہے۔ پھر اس کی مشکل حل ہو جاتی ہے۔ عام ازیں کہ شیخ حاضر ہو یا غائب، زندہ ہو یا فوت شدہ۔ اس پر دلیل یہ کہ شیخ عارف باللہ علی بن حسام الدین متقی (اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ جنت عطا فرمائے اور ان پر اپنے لطف اور رحمت کی بارش کرے) نے فرمایا: اے عبدالوہاب! جب تم کو اپنے وظائف اور معمولات میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس مشکل کو اپنے قلب کے ساتھ مجھ پر پیش کرنا اور اس کے حل کے لے مجھ سے مدد طلب کرنا۔ خواہ میری موت کے بعد ہی ہو شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا اور اس کو درست پایا اور دل میں یہ بات بھی دراصل اللہ تعالیٰ کے التفات سے آتی ہے۔ کیونکہ شیخ کا قلب ایک کھلے ہوئے دروازہ کے منزلہ میں ہے کیونکہ وہ مرید اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔ پس مرید کے قلب تک شیخ کی

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۴۰۔۱۴۱) وساطت سے فیض پہنچتا ہے۔

استمداد پر شواہد

اشرف علی تھانوی ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ فقیہ عالم صالح صاحب کرامات ومکاشفات تھے ان کے کشف وکرامت میں یہ بھی ہے کہ ایک ذی اقتدار شخص ان کا مرید تھا اس کی بیوی مرگئی وہ اس سے بہت محبت کیا کرتا تھا۔ اس لیے بہت سخت رنج ہوا۔ فقیہ محمد بن موسیٰ کے پاس پہنچا اور اپنی حالت کی شکایت پیش کی اور عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ اسے دیکھ لوں اور جان لوں کہ اس پر کیا گزری ہے؟ فقیہ نے عذر کیا مگر اس نے نہ مانا اور عرض کیا کہ جب تک میری حاجت پوری نہ ہوگی میں نہیں جاؤں گا۔ فقیہ کے یہاں اس کی قدرومنزلت بہت تھی۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی پھر اس کو ایک دن بلایا اور فرمایا: اس حجرہ میں اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ یہ اندر گیا تو اس کو اچھی حالت اور اچھے لباس میں پایا۔ حال پوچھا تو اس نے کہا: یہی بہتر حالت ہے اس کو بہت مسرت ہوئی اور خوش خوش ہشاش بشاش حضرت فقیہ کے پاس باہر آ گیا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۱۳۴۔۱۳۵)

اس واقعہ سے تھانوی صاحب یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ چاہیں تو اپنے متوسلین کو قبر اور برزخ کے احوال بھی دکھا سکتے ہیں۔

نیز اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے تصریح کی ہے کہ اولیاء اللہ کو قبر اور برزخ کے احوال کا علم ہوتا ہے اور وہ جب چاہیں برزخ کے لوگوں کو اس دنیا میں وارد کر سکتے ہیں' لوگوں کی ملاقات کرا سکتے ہیں' ان کی حاجت روائی کرتے ہیں اور مشکلات میں مسلمان اولیاء اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہی کچھ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

محمد بن علوی بن احمد کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لق ودق جنگل میں جا پہنچا اور جب اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا گیا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کہہ رہا ہے: یہ رہا راستہ تو یہ راستہ پر پہنچ گیا۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۳۶)

دیکھ لیجئے! تھانوی صاحب لکھ رہے ہیں کہ ہلاکت کا یقین ہونے کے باوجود اس شخص

نے خدا کی طرف نہیں بلکہ اپنے پیر کی طرف رجوع کیا۔ اگر ہم یہی بات کہہ دیں تو مخالفین شرک سے کم نہیں کہتے۔

اس واقعہ کو بیان کر کے تھانوی صاحب اللہ تعالیٰ کی قدر کم نہیں کر رہے بلکہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کتنے عظیم مقام سے نوازا ہے۔

محمد بن حسن المعلم باعلوی کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

صاحب کرامت اکابر اولیاء میں سے ہیں شرتریم علاقہ حضر موت میں ۸۵۰ھ میں تولد ہوئے ہیں آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ مستجاب الدعا تھے۔ آپ نے اپنے متوسلین کی ایک جماعت کے واسطے دینی اور دنیوی امور کی دعا فرمائی جن کو ان لوگوں نے حاصل کر لیا۔ سید عبداللہ بن علوی بن محمد جو قبیلہ دویلہ کے آزاد کردہ غلام تھے' عبادات اور ریاضات میں بہت مجاہدے کیا کرتے اور فتوحات غیبیہ کا انتظار رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ اخیر عمر میں حق تعالیٰ تم کو فتوحات غیبیہ سے نوازیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک چور نے آپ کے کھجور کے درختوں پر سے کچھ پھل چوری کر لیا تھا۔ تو اس کے بدن میں زخم ہو گئے اور اس قدر تکلیف ہوئی کہ نیند حرام کر دی صبح ہوئی وہ حضرت شیخ کی خدمت میں معذرت کے لیے حاضر ہوا' آپ نے فرمایا کہ فلاں صاحب کی قبر پر جاؤ اور اس قبر کی مٹی اپنے زخم پر لگاؤ اس نے ایسا کیا اور اچھا ہو گیا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ جمال الاولیاء ص ۱۵۷)

اس واقعہ میں تھانوی صاحب نے حضرت محمد بن حسن کا یہ مقام بتایا ہے کہ لوگ حاجت روائی اور دفع ضرر کے لیے حضرت کے پاس جاتے تھے۔ چنانچہ جب چور کے بدن میں زخم ہوا تو وہ شخص نہ کسی طبیب کے پاس گیا نہ خدا سے دعا مانگی سیدھا شیخ کے پاس دفع ضرر کے لیے پہنچا اور حضرت نے غیر عادی طریقہ سے اس کو شفاء دے دی۔ جو لوگ غیر عادی امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو شرک کہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ واقعہ دیدہ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔

محمد احمد بن فرغل کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

مخیمر چوبدار کی لڑکی کو ایک ناکو نگل گیا تو وہ روتا پیٹتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ

نے فرمایا: اس جگہ جہاں اس نے لڑکی کو نگل لیا ہے جاؤ اور بلند آواز سے کہو: اے ناکو! آ اور فرغل سے جواب دہی کر تو ناکو سمندر سے نکلا ایک جہاز کی طرح جارہا تھا مخلوق اس کے آگے سے داہنے بائیں کو ہو جاتی تھی وہ آپ کے دروازہ پر آ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے لوہار کو حکم دیا کہ اس کے سب دانت اکھاڑ دے اور ناکو کو لڑکی اگل دینے کا حکم دیا۔ اس نے لڑکی کو اگل دیا تو وہ زندہ تھی مگر بے ہوش پھر ناکو سے کہا: جب تک زندہ رہے ان کے شہر کے کسی آدمی کو نہ نگلے ناکو اس طرح نکلا کہ اس کے آنسو بہ رہے تھے اور سمندر میں جا پڑا۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۶۲ ۱۳ھ جمال الاولیاء ص ۱۷۲)

تھانوی صاحب نے اس واقعہ میں جو ولی کے مقامات ظاہر کیے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) شہر کے لوگ حضرت فرغل رحمہ اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔
(۲) ناگہانی آفات اور مصیبتوں میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔
(۳) لوگوں کا اعتقاد تھا کہ آپ سمندری بلا (ناکو) کے منہ کا نوالہ چھیننے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔
(۴) سمندری بلائیں آپ کے پیغام کو سمجھتی تھیں۔
(۵) آپ کو خود بلانا تو درکنار اگر آپ کسی کے ہاتھ پیغام بھی بھیج دیں تو ''بلا'' سمندر سے نکل آئی تھی۔
(۶) سمندری بلا آپ کے گھر سے واقف تھی۔
(۷) آپ کے حکم پر اس سمندری بلا نے چپ چاپ اپنے دانت تڑوا لیے اور چوبدار کی نگلی ہوئی لڑکی کو منہ سے نکال پھینکا۔
(۸) ناکو پر آپ کا حکم جاری تھا اور وہ آپ کا بالکلیہ متبع یہاں تک کہ آپ نے حکم دیا کہ وہ آپ کے شہر کے کسی آدمی کو نہ نگلے اور وہ اس حکم کو مان کر واپس سمندر میں چلا گیا۔
(۹) آپ نے اس سلسلہ میں جتنی کارروائی کی یہ سب عام اسباب کے خلاف تھی اس کا مطلب ہے کہ آپ کو مافوق الاسباب العادیہ امور پر قدرت حاصل تھی۔
(۱۰) شہر کے لوگ آپ کے بارے میں یہ یقین رکھتے کہ آپ امور مافوق الاسباب پر قادر ہیں۔

شاہ ولی اللہ اور استمداد

مکتب دیو بند حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمہ اللہ کو ایک مجدد کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔ شاہ صاحب کی تصانیف کو فروغ دیتا ہے اور اختلافی مسائل میں حضرت شاہ صاحب کو بطور حکم تسلیم کرتا ہے۔ دیو بندی مصنفین اپنی تصانیف میں شاہ صاحب کے ان گنت حوالے دیتے ہیں اور ان کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بارے میں شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانے میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھلانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفس باز پیس تھا شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوگا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی رازی اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔ (شبلی نعمانی متوفی ۱۳۳۳ھ علم الکلام ج ا ص ۸۷)

اور دیو بندی مکتب فکر کے ایک مستند عالم دین مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ نباض ملت کی حیثیت سے معاشرے کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اصلاح احوال کی کوششوں میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے فروعات میں الجھنے والے علماء عیش کوشیوں میں غرق امراء اور غافل عوام کو نئے سرے سے قرآن وحدیث کی دعوت دی۔ تقلید و عدم تقلید کی بحثوں کی وضاحت فرمائی فقہ وعقائد میں تشدد وتصلب کے برعکس اسلام کی وسعت و ہمہ گیری کو اذہان میں اجاگر کیا اور ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی موثر تصانیف کے ذریعے اسلامی فکر کی وضاحت کی۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ وکلام، عقائد، تصوف، سیر و سوانح ان تمام موضوعات پر ایک منفرد انداز سے لکھا جسے بجا طور پر ایک حکیمانہ طرز استدلال کہا جا سکتا ہے۔ (مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۸۷)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''انفاس العارفین'' کے اخیر میں جو اپنے خود نوشت حالات لکھے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ''انفاس العارفین'' شاہ ولی اللہ صاحب کے آخری دس سالہ دور کی تصنیف ہے اس کتاب کے بارے میں مولوی رحیم بخش دہلوی لکھتے ہیں:

اس کتاب کے چار حصے ہیں، پہلا حصہ میں جناب شاہ صاحب نے اپنے والد شیخ

عبدالرحیم صاحب کے علمی حالات' باطنی تصرفات وکرامات ملفوظات ومکتوبات' غرضیکہ ابتداء زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق رجال سرسری ذکر کیے ہیں۔اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ممبر ظاہری علوم اور باطنی کمالات میں لاثانی اور بے نظیر تھا۔ (رحیم بخش دہلوی' حیات ولی ص ۲۱۸)

اولیاء اللہ سے حاجت روائی کے بارے میں اب ہم شاہ ولی اللہ کی اس مستند کتاب سے حوالے پیش کر رہے ہیں اور یہ حوالہ جات ان تمام لوگوں پر حجت ہیں جو شاہ صاحب کو حجت مانتے ہیں ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں ''تفہیمات الٰہیہ'' کی نسبت شاہ صاحب کی طرف مشتبہ ہے۔اگر ''تفہیمات'' کے مندرجات سے متعارض ہوں یا تو اُن کی تاویل کی جائے گی یا ان کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ ''انفاس العارفین'' شاہ صاحب کی آخری اور مستند کتاب ہے۔

شاہ عبدالرحیم سے استمداد

مے فرمودندا میرے صاحب شوکت ہمسایہ محمد فاضل بود عمارت حویلی خواست اتفاقا در حویلی او موضعی کجی مے افتاد از محمد فاضل قدرے زمین باضعاف مضاعفہ ثمن مثل طلب کرد. قبول نہ نمود سرانجام میان ایشاں خشونت و وحشت واقع شد امیر گفت علی الصباح پیش بادشاہ میروم والتماس مے کنم کہ ایں زمین بادشاہی است مملوک محمد فاضل

فرمایا کہ ایک بااقتدار امیر نے محمد فاضل کی ہمسائیگی میں حویلی کے لیے قطعہ لیا۔قطعہ کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ حویلی میں ٹیڑھ آتی تھی۔اس نے محمد فاضل سے دگنی تگنی قیمت پر قدرے زمین مانگی مگر وہ نہ مانا۔ بالآخر ان کے درمیان رنجش اور جھگڑا ہوگیا۔اس امیر نے کہا: میں صبح جا کر بادشاہ سے کہوں گا کہ یہ زمین محمد فاضل کی ملکیت نہیں بلکہ سرکاری ہے۔ زمین کا یہ ٹکڑا چھوڑوں گا کسی بھی صورت نہیں بلکہ لے لوں گا۔ چاہے ہزاروں روپے خرچ ہو جائیں محمد فاضل رات کو میرے پاس آکر حد سے زیادہ گڑگڑایا میں نے اس سے کہا کہ وہ بادشاہ سے ہرگز نہیں مل سکے گا اور

نیست وایں بقعہ رامے گیرم نمے گذارم اگرچہ الوف خرچ شوند محمد فاضل نیست. محمد فاضل شب ہنگام بمن آمدو الحاح ازحد گزاریند گفتم ہرگز بابادشاہ ملاقات نخواہد کردد ہرگز ایں مناقشہ نتواں بود علی الصباح بقعہ دیوان بادشاہ از خانہ برآمد در راہ سواراں باوے برخوردن رکہ فرمان آنست کہ ہمیں ساعت کوچ کنی گفت مے خواہم کہ بالمشافہ رخصت شوم و بعض مطالب ضروریہ عرض کنم گفتند نہ ہمیں ساعت باید کہ کوچ کنی بجبر و کرہ ہماں وقت اورا از شہر برآوردند ہماں جہت جاں بہ جاں دہ سپرد فرصت مناقشہ نیافت. (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۵۶-۵۷)

چنانچہ صبح سویرے جب وہ امیر گھر سے نکل کر دربار شاہی میں جانے لگا تو راستے میں اسے شاہی سواروں نے آلیا اور کہا کہ بادشاہ نے تمہارے لیے حکم دیا ہے کہ ابھی ابھی فلاں مہم کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ امیر نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ بادشاہ سے روبرو مل کے کچھ ضروری باتیں عرض کروں۔ کارندوں نے اس کی یہ بات نہ مانی اور فوراً ہی کوچ کرنے پر مجبور کر کے اسے زبردستی اسی وقت شہر سے باہر نکال دیا وروہ امیر اسی مہم میں مرگیا۔ چنانچہ اسے محمد فاضل سے جھگڑا کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جو اس واقعہ میں شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کی عظمت بیان کی ہے۔اس سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) شاہ عبدالرحیم کی شخصیت غیر معمولی مصیبتوں میں امداد کرنے کے لیے مشہور تھی۔ اس

لیے آپ کو جاننے والا ہر شخص اپنی بگڑی بنانے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتا تھا۔

(۲) محمد فاضل خدا پرست تھا شاہ صاحب کا مرید تھا اس نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ضرور مانگی ہو گی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی حاجت روائی کے لیے شاہ عبدالرحیم کے پاس جا کر گڑ گڑایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد فاضل کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر معمولی مشکل اور مصیبت میں ولیوں کے دروازے پر دہائی دینا اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت افزائی کے لیے انہیں جلب منفعت اور دفع ضرر کے اختیارات دیے ہیں۔

(۳) اگر محمد فاضل کا یہ عمل اسلام کے خلاف ہوتا تو شاہ عبدالرحیم اس کو ڈانٹ دیتے اور صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی ہدایت دیتے۔

(۴) شاہ صاحب کا امیر کے بارے میں کہنا کہ وہ بادشاہ سے ہرگز نہیں مل سکے گا شاہ صاحب کی غیب دانی پر دلالت کرتا ہے یا ان کے تصرف پر ہر صورت میں اولیاء اللہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

(۵) امیر کا انتہائی کوشش کے باوجود بادشاہ سے نہ مل سکنا اور جنگ میں مارا جانا امور غیر عادیہ میں شاہ صاحب کے تصرف کی واضح دلیل ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

مے مرمودند در اوائل ہر کسے راکہ بنظر قبول مے دیم مشغوف مے شد ازیں جہت بہ کسے التافات نمے کردم و تنہا بربالاخانہ محمد فاضل بودم و وقت آمدروفت چادر بر روئے خود مے پیچیدم اتفاقا روزے ہدایت اللہ بیگ بخانہ محمد فاضل بتقریب قرابتے	فرمایا کہ شروع شروع میں جس پر بھی میں محبت کی نگاہ ڈالتا وہ میرا دیوانہ ہو جاتا اس وجہ سے میں کسی پر بھی نگاہِ التفات نہیں ڈالتا تھا اور اکیلا محمد فاضل کے بالاخانے پر رہتا تھا۔ اِدھر اُدھر جاتے وقت اپنے چہرے پر چادر ڈال لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن ہدایت اللہ بیگ رشتہ داری کی تقریب میں محمد فاضل کے گھر آیا۔ جب اس سے میرا سامنا ہوا تو وہ میرا دیوانہ ہو گیا اور مجھ

کرد که درمیان اینها بود
بیامد و مرابا ومواجه واقع شد
مشغوف گردید و خوابان
بیعت گشت شنیده بودم که
وے رابا عزیزے متوکل
نقشبندی ربطے مواساتے
بست. گفتم سخن یکے است و
فقراء بمثابه یک تن مے باشند
حق آں عزیز مقدم الست
باوے بیعت کن مکرر مبالغه
مے کردد و شغف او از حد
گذشت آخر بابیعت او قبول
کردم و گفتم مواساة آں عزیز
فردا گلزار بعد ازاں به آں
عزیز خبر رسید بر آشفت و
بدست ہدایت الله بیگ بمن
گفته فرستاد که ہنوز جوانید
شمارا طلب فریق باید کرد نه
ارشاد. گفتم ایں فضل
وموجہت حق است موقوف
بر کبر سن نیست باز گفته
فرستاد که من انتقام ایں تعدی
ازشما میگرم باخبر باشید
گفتم لایحیق المکر السیئی

سے بیعت کی خواہش کی۔ میں نے سن رکھا
تھا کہ اسے بزرگ متوکل نقشبندی سے ربط و
تعلق ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ بات
ایک ہی ہے فقراء ایک تن کی مثال ہیں۔
اس بزرگ کا حق مقدم ہے اس لیے انہی
سے بیعت کیجئے۔ اس نے دوبارہ اصرار کیا
اور اس کی محبت حد سے بڑھ گئی بالآخر میں
نے اسے بیعت میں قبول کیا اور کہا کہ ان
بزرگ سے بھی تعلق نہ توڑیے گا۔ کچھ دنوں
اس بزرگ کو خبر پہنچی تو غصہ ہوئے اور
ہدایت اللہ بیگ کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ابھی
جوان ہو تمہیں حصول طریقت کی کوشش کرنی
چاہیے نہ کہ بیعت وارشاد میں نے کہا: اللہ
تعالی کا فضل و کرم ہے اس کا انحصار بڑی عمر
پر نہیں ہوتا۔ پھر کہلا بھیجا کہ میں تم سے اس
زیادتی کا بدلہ لوں گا میں نے کہا: "لایحیق
المکر السیئی الاباهله" (یعنی" چاہ
کن راچاہ درپیش" جو کچھ چاہو
کرکے دیکھ لو اس کی افتاد تم پر ہی پڑے گی)
اس نے مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے اپنا
عمل شروع کردیا۔ میں نے اپنی مدافعت کی
نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس بزرگ نے اپنی
آنکھوں سے دیکھا کہ اس کے سینے میں
خنجر چبھو دیا گیا ہے اور موت سر پر آ پہنچی

الا بابله خواهید ہر چه خواہید اندیشه بر شما خواہد افتار به ایذار من ہمت بست من نیز مدافعه کردم کار بر آنجا رسید کر برآں عزیز ظاہر شد که به سینه وے خنجر زده است و مدت حاضر شد درنیم شب ہدایت الله بیگ را طلبید و استغفار کرد و نیاز مندی نمود و گفت به یقین دانستم که جان من نمے آید اما باید کے قصد ایمان نکنند گفته اگر شما ابتداء بایذار نمے کردند کار بایں جانمے رسید الحمد لله که بایمان شما ضررے راجع نیست ہماں شب بعالم قرار رسید رحمة الله علیه۔ (شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین ص ۵۷۔۵۸)

ہے۔ آدھی رات کے وقت ہدایت اللہ بیگ کو بلوایا۔ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگی اور میرے حق میں نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ میری جان نہیں بچے گی مگر انہیں چاہیے کہ میرا ایمان چھیننے کا قصد نہ کریں۔ میں نے کہلا بھیجا کہ اگر ایذاء رسانی کا آغاز نہ کرتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ بحمد اللہ تمہارے ایمان کو ضرر نہیں پہنچے گا۔ وہ بے چارے اس رات عالم قرار کو سدھار گئے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔

اس طویل واقعہ سے جو باتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ قوت عطا کی تھی کہ غیر عادی طریقہ پر اپنے مخالف کو موت کے گھاٹ اتار سکیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ قوت عطا کی تھی وہ غیر عادی طور اپنے مخالف کی ایذاء رسانی کو دیکھ سکیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے شاہ عبدالرحیم کو یہ تصرف عطا کیا تھا کہ وہ اپنے مخالف کا ایمان سلب

کریں۔

(۴) اس بزرگ نقشبندی کو جب موت سر پر نظر آئی اور اس کے ساتھ ایمان بھی جاتا دکھائی دیا تو اس نے غیر عادی طریقہ پر شاہ عبدالرحیم سے ایمان قائم رہنے دینے کے لیے استمداد کی۔

(۵) شاہ عبدالرحیم نے اس کی غیر عادی طریقہ پر امداد کی اور اس کا ایمان قائم رہنے دیا۔

نیز شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

مے فرمودند اعداء اہل پھلت جمع شدند و بر روساء آں نواحی ظاہر نمودند کہ اراضی ایں جماعت زیادہ از آنست کہ در فرماں حکم شدہ رئوسا مردم را بجہت پیمائش تعین کردند اہل پھلت را اضطراب شد و بمن التجا نمودند و باشد ہیچ تدابیر از پیش نرود ایشاں را تسلی دادم در روز پیمود بایشاں حاضر شدم واند کے متوجہ گشتم آنگاہ گفتم بہ پیمانید ہر مزرعہ کہ پیمودند کم بر آمد اہل پھلت باز الحاح کردند کہ اگر ہمہ مزرعہ کم آید پیما کنند متہم شود و مناقشہ منقطع نہ گردد باید

فرمایا: قصبہ پھلت کے معتقدین کے دشمنوں نے وہاں کے رئیسوں کو برانگیختہ کیا کہ اس جماعت (فقراء شاہ عبدالرحیم) کے قبضہ میں فرمان شاہی سے کچھ زیادہ زمین آئی ہوئی ہے۔ چنانچہ رئیسوں نے کچھ لوگوں کو پیمائش کے لیے مقرر کر دیا۔ اس بات سے پھلت والوں کو سخت پریشانی ہوئی اور مجھ سے التجاء کی کہ جب ناپ کرنے والا بھی دشمن ہو تو ہماری تدبیر کیسے چل سکے گی؟ میں نے انہیں تسلی دی اور پیمائش کے دن خود پہنچا کچھ توجہ ڈالی اور ان سے کہا کہ اب پیمائش کرو جس کھیت کی پیمائش کرتے وہ اصل حساب سے بھی کم سمٹتا۔ پھلت والے پھر رونے لگے کہ اگر سبھی کھیت اصل پیمائش سے کم نکلے تو دشمن پٹواری پر شک کریں گے اور جھگڑے کی بنیاد ختم نہ ہوگی۔ چاہیے کہ کچھ کھیت کم نکلیں کچھ برابر اور کچھ زیادہ تاکہ سب کھیت مل کر اجتماعی شکل میں

که بعضے کم باشند و بعضے برابر و بعضے زائد تا ہمه به ہیت اجتماعیه مساوی گردد دیگر بار توجه کردم و ہر چند پیمانندہ و انواع حیلہا انگیخت فائدہ نه کرد بر حسب دلخواہ ایشاں صورت گرفت.

برابر ہو جائیں۔ میں نے دوبارہ توجہ ڈالی اگرچہ پٹواری نے مختلف حیلوں بہانوں سے کام لینا چاہا مگر اسے کامیابی نہ ہوئی اور پھلت والوں کے حسب منشاء کام ہوگیا۔

(شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ انفاس العارفین ص ۵۹)

اس واقعہ سے جو امور ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے مریدین پر جب کوئی ناگہانی افتاد اور مصیبت پڑتی تو وہ شاہ صاحب کے پاس جا کر فریاد کرتے اور ان سے غیر عادی (مافوق الاسباب) میں استمداد اور استعانت کرتے۔

(۲) شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت اور قدرت عطا کی تھی کہ وہ توجہ کرتے تو غیر عادی طور پر یہ زمین سکڑ جاتی یا پھیل جاتی اور اس طرح مریدین کے حسب منشا شاہ صاحب نے مافوق الاسباب طریق پر ان کی حاجت روائی کی۔

نیز شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مے فرمودند که اسد علی را بابعض شرکاء خویش منازعت افتاد جمع شدند و خواستند که او را ہلاك کند بمن آمد والحاح عظیم کرد بحال وے متوجه شدم گفتم برو ثابت باش از ہیچ کس

فرمایا کہ اسد علی کا اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ جھگڑا ہوگیا ان سب نے مل کر اسے ہلاک کرنے کی ٹھان لی۔ یہ میرے پاس آکر بہت گڑگڑایا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: جاؤ مضبوط رہو اور کسی سے مت ڈرو۔ چنانچہ اس کے دشمن ہزار مددگاروں کے ساتھ اس پر چڑھ دوڑے

مترس شرکاء بچند ہزار کسے بر سر او آمد ندو وے بجز بست کس رفیق نداشت آخر ما صورت مرا دید که ثبات امرے کند بندوقے سرداد وبه اسپ عدد رسید در دم بافتاد مرعوب و مخذول بگریختند۔

حالانکہ اس کے ساتھ صرف بیس ساتھی تھے بالآخر لڑائی کے دوران میری شکل دیکھی کہ ثابت قدمی کا حکم کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے بندوق داغ دی۔ جو دشمن کے گھوڑے کو جا لگی۔ وہیں ڈھیر ہو گیا اور دشمن مرعوب ہو کر بھاگ گئے۔

(شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین، ص ۲۰)

اس واقعہ میں امور غیر عادیہ میں شاہ صاحب سے استمداد اور ان کی امداد کا واضح طور پر ذکر ہے۔

حضرت شیخ محمد سے استمداد

شاہ ولی اللہ اپنے والد کے جد امجد حضرت شیخ محمد رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یکباری سیّد برہان بخاری را قولنج عارض شد اضطراب بے حد کردہ بحضرت ایشاں التجا آورد بخانہ او رفتند و بربالین او نشستند و مرض او را بر گرفتند شفا کلی یافت اماگاہ گاہے آں عارضہ بحضرت ایشاں عارض می شود۔

ایک بار سیّد برہان بخاری قولنج کے درد میں مبتلا ہو گئے اور شدید بے چینی محسوس کرنے لگے آپ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر اس کے مرض کو اس طرح سلب کر لیا کہ اسے فوراً شفاء کاملہ ہو گئی۔ البتہ کبھی کبھی قولنج کا یہ عارضہ حضرت شیخ کو ہو جاتا تھا۔

(شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین ص ۱۷۷)

اس واقعہ میں حضرت شیخ محمد سے بیماری میں استمداد اور ان کا مافوق الاسباب طریقہ

سے استمداد کرنا بالکل واضح ہے۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

سیّد محمد وارث ذکر کرد که مرا سفرلے پیش آمد بجناب ایشاں رجوع کردم بشارت عافیت دادند' اتفاقاً دراں سفر شبے قطاع الطریق ہجوم کردند و خوف ہلاك مستولی شد بجناب ایشاں متوجه شدم دراں حالت مرا رعشه گرفت ایشاں را در منام دیدم که میفر مانید فلانے ترا که منع کرده است برخیز و برد دو عدد لدو که قسمی است از خلاوۃ مراعنائیت فرمودند آں را در ہیچ فوطه نگاه داشتم چوں بیدار شوم آن دو عدد را بعینه یافتم برخاستم و سوار شدم و راه خود گرفتم ہمه قطاع طریق از من غافل ماندندو ہیچ کس متعرض نشد وآں لدو مدتہا بامن ماند چوں ایشاں ازیں عالم انتقال کردند آں را بخوردم

سیّد محمد وارث کا بیان ہے کہ مجھے ایک سفر کا اتفاق ہوا۔ میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے توجہ کی درخواست کی آپ نے خیرو عافیت کی خوش خبری دی۔ اتفاقاً سفر میں ایک رات ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور مجھے اپنی موت کا خوف محسوس ہوا۔ اس حالت میں حضرت شیخ کی جانب میں متوجہ ہوا۔ فوراً مجھ پر رعشہ طاری ہو گیا اور خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: فلانے! تمہیں کس نے روکا ہے؟ اٹھو اور روانہ ہو جاؤ اس کے بعد آپ نے مجھے دو لڈو عنایت فرمائے جو میں نے جیب میں رکھ لیے جب اس غنودگی سے بیدار ہوا کہ میں نے دیکھا کہ وہ دونوں لڈو بدستور میری جیب میں موجود ہیں چنانچہ میں اٹھا اور سوار ہو کر اپنی منزل کو چل دیا تمام ڈاکو مجھ سے غافل رہے اور ان میں سے کوئی شخص بھی مجھ سے تعرض نہ کر سکا۔ وہ لڈو ایک عرصہ تک (بطور تبرک) میرے پاس موجود رہے۔ مگر جب حضرت شیخ اس دارفانی سے کوچ فرما گئے تو میں نے کھا لیے۔ حضرت شیخ کے انتقال کے بعد

عجوزہ را از مخلصات ایشاں بعد وفات ایشاں تپ لرزہ در گرفت و بغایت نزار گشت شبے بہ نوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آں نداشت و کسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند و آب دادند ولحاف پوشانیدند آنگاہ غائب شد۔

آپ کے متوسلین میں سے ایک عورت تپ لرزہ میں مبتلا ہوگئی اور انتہائی کمزور پڑ گئی رات کے وقت اسے پانی اور لحاف اوپر لینے کی ضرورت محسوس ہوئی خود اسے اٹھنے کی طاقت نہیں تھی اور پاس کوئی تھا نہیں چنانچہ حضرت شیخ متمثل ہوکر تشریف لائے آپ نے اسے پانی پلایا' لحاف اوڑھایا اور پھر غائب ہوگئے۔

(شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، انفاس العارفین ۱۷۸)

ان دونوں واقعات میں شاہ ولی اللہ نے غائبانہ طور پر اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد بیان کی ہے اور اس سے پہلے ''انفاس العارفین'' میں جس قدر واقعات بیان کیے گئے ہیں ان سب میں یہی کچھ بیان کیا گیا ہے اور یہی ولی اللٰہی مسلک ہے۔ لہٰذا اس کے برخلاف شاہ صاحب سے جو کچھ منقول ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ کسی شخص کو ذاتی قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس سے استمداد کی جائے اس لیے مخالفین نے اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے جس قدر حوالے پیش کیے ہیں وہ انہیں مفید نہیں ہیں۔

شاہ عبدالعزیز اور استمداد

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو بھی مخالفین بہت مانتے ہیں بلکہ ان کو اپنا روحانی باپ تسلیم کرتے ہیں۔

بعض مخالفین لکھتے ہیں:

بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: بلاشبہ دیوبندی حضرات کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

(محمد سرفراز صفدر، اتمام البرہان، ص ۱۲۸)

فوت شدہ بزرگوں کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا مسلک اپنے والد شاہ ولی اللہ کی طرح ہے اور وہ فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ''بستان المحدثین'' میں شیخ سیدی زروق فاسی کے احوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حاشیہ شیخ سیدی زروق فاسی علی البخاری:

وے ابوالعباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسی برنسی فاسی ست معروف به زروق روز پنجشنبه وقت طلوع آفتاب بست و هشتم محرم سال هشت صدو چهل وشش تولد اوست و مادر و پدرش قبل از سال هفتم قضا کردند از علماء کبار دیار مغرب مثل فوری و محاجی و استاد ابو عبدالله صغیر و امام صعابی و ابراهیم ناری و سیوسی و سخاوی مصری در صائع دونمی و دیگر بزرگان آنجا اخذ علوم کرده شیخ او سیدی زیتون رحمة الله علیه در حق او بشارت داده که اواز ابدال سبعه است و باو صف علو حال باطن تصانیف او در

یہ (شہاب الدین) ابوالعباس احمد بن احمد بن محمد عیسیٰ برنسی فاسی ہیں جو زروق کے نام سے مشہور ہیں۔ بروز پنجشنبہ بوقت طلوع آفتاب ۲۸ محرم ۸۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی سات برس کے نہ ہوئے تھے کہ ان کے ماں باپ نے انتقال کیا۔ دیار مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً فوری، محاجی، استاد ابوعبداللہ صغیر، امام صعابی، ابراہیم ناری، سیوسی، سخاوی، مصری، صائع دونمی اور اس مقام کے دیگر بزرگوں سے علوم حاصل کئے۔ ان کے شیخ سیدی زیتون رحمہ اللہ نے ان کے حق میں بشارت دی تھی کہ وہ ابدال سبعہ میں سے ہیں۔ حال باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف نفع بخش اور بہت مفید واقع ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ حاشیہ ہے جو نہایت ہی برجستہ واقع ہوا ہے۔ ''شرح رسالہ ابن ابی زید'' بھی ہے جو فقہ مالکی میں ہے۔ کتاب ''ارشاد ابن عسکر'' جو فقہ مالکی کی

علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ مفید و کثیر افتادہ از انجملہ است این حاشیہ کہ نہایت برجستہ واقع شدہ شرح رسالہ ابن زیر درفقہ مالکی و شرح ارشاد ابن عسکر در شرح چند باب متفرق از مختصر خلیل کہ در فقہ مالکی مشہور ترین کتب ست و شرح قرطبیہ و شرح راغبیہ و شرح عافیہ و شرح عقیدہ قدسیہ و بست و چند شرح برحکم شیخ تاج بن عطاء اللہ اسکندر رانی و شرح حزب البحر و شرح مشکوٰۃ الحزب الکبیر و شرح حقائق المقری و شرح اسماء حسنیٰ و شرح مراصد کہ از تصانیف شیخ ابوالعباس احمد بن عقبۃ الحضری و نصیحتہ کافیہ و مختصر آن و اعانۃ المتوجہ المسکین علی طریق والقیم والتمکین وقواعد التصوف کہ در غایت خوبی و حسن

مشہور کتاب ''مختصر شیخ خلیل'' کے چند ابواب کی شرح ہے اس کی شرح لکھی۔ شرح قرطبیہ، شرح راغبیہ، شرح عافیہ، شرح عقیدہ قدسیہ، بست و چند شرح برحکم شیخ تاج بن عطاء اللہ اسکندررانی' شرح حزب البحر' شرح مشکوٰۃ الحزب الکبیر، شرح حقائق المقری، شرح اسماء حسنیٰ، شرح مراصد جوان کے شیخ ابوالعباس احمد بن عقبۃ الحضری کی تصنیف ہے۔ نصیحت کافیہ اور اس کا مختصر ''اعانۃ المتوجہ علی المسکین علی الطریق القیم والتمکین'' قواعد التصوف جو حسن وخوبی میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ ''حوادث الوقت'' جو نہایت نفیس کتاب ہے۔ اور سو فصلوں میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے رد میں تالیف کی ہے۔ علم حدیث میں بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے۔ نیز اپنے احباب کے لیے بہت سے ایسے مراسلات تحریر فرمائے جن میں ان کو آداب وحکم مواعظ ولطائف سلوک لکھتے تھے۔ الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے ان کے مرتبہ کمال کو ظاہر کرنا تحریر وبیان سے باہر ہے۔ وہ متاخرین صوفیہ کرام کے ان محققین میں سے ہیں، جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے۔ شیخ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے گزر چکا ہے شمس

واقع شعر و حوادث الوقت که کتاب ست نهایت نفیس در صد فصل برائے ردبدعات فقراء وقت خود تصنیف نموده و رساله مختصره در علم حدیث و مراسلات بسیاری که برای یاران خود در آداب وحکم و مواعظ و لطائف سلوک نوشته بالجمله مردِ جلیل القدر یست که مرتبه کمالِ او فوق الذکر ست واو آخر محققان صوفیه است که بین الحقیقه والشریعته جامع بوده اندو بشبگردی اواجله علماء متفخرو مباہی بوده اند مثل شهاب الدین قسطلانی که سابق حال او مذکور شد و شمس الدین لقانی و خطاب الکبیر و طاہر بن زبان رادی۔

الدین لقانی، خطاب الکبیر طاہر بن زبان رواوی اور ان جیسے بڑے بڑے علماء نے ان کی شاگردی پر فخر وناز کیا ہے۔

واورا قصیده است برطور قصیده جیلانیه که

قصیدہ جیلانیہ کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے' جس کے بعض ابیات یہ ہیں۔

بعض ابیات او انیست.

انا لمریدی جامع لشاته اذا ما سطا جور الزمان بنکبته

میں اپنے مرید کو تسلی دینے والا ہوں جب زمانہ نکبت وادبار سے اس پر حملہ آور ہو

وان کنت فی ضیق و کرب ووحشة فناد بیاز رّوق ات بسرعه

اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو یازروق کہہ کر پکار میں فوراً آ موجود ہوں گا

وفات اودر بلاد طرابلیس المغرب در ماه صفر سال ہشت صد و نو دونه اتفاق افتاد رحمة الله علیه.

ماہ صفر ۸۹۹ھ میں بلادطرابلس میں ان کا انتقال ہوا رحمۃ اللہ علیہ۔

شاہ عبدالعزیز نے حضرت زروق کے تذکرہ میں ان کے اشعار ذکر کر کے یہ واضح کر دیا کہ ان کے نزدیک امور غیر عادیہ میں فوت شدہ بزرگوں سے استمداد کرنا اور مشکلات اور مصیبتوں میں غائبانہ امداد کے لیے انہیں پکارنا جائز ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات قدسیہ کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ قضاء الٰہی کے مطابق فریاد کرنے والوں کی مصیبتوں کو دور کر دیتے ہیں۔ اس لیے اگر شاہ عبدالعزیز نے کہیں اس کے خلاف لکھا ہے تو وہ صرف اس صورت پر محمول ہے جب کہ کسی شخص کو مستقل اور ذاتی قوت واختیار کا مالک سمجھ کر اس سے مدد طلب کی جائے جیسا کہ تھانوی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ بنا بریں جو مخالفین اس بحث میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالے پیش کرتے ہیں وہ ان کو قطعاً سود مند نہیں ہیں۔

حاجی امداداللہ اور استمداد

اشرف علی صاحب تھانوی نے حاجی امداداللہ کے ملفوظات جمع کیے ہیں۔ حاجی امداد اللہ تمام علماء دیوبند کے مرکزی پیر کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کے ملفوظات دیوبند کے تمام مکتبہ فکر پر حجت ہیں۔ خصوصاً جب کہ انہیں تھانوی صاحب کی تائید بھی حاصل ہے۔

سنئے! حاجی صاحب کیا کہتے ہیں؟

(ملفوظ نمبر ۳۰۰) فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی

غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو؟ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔

تھانوی صاحب اس ملفوظ پر حاشیہ لکھتے ہیں۔

(حاشیہ) قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو اقول اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ شکل باطنی تھی۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ، امداد المشتاق ص ۱۲۱)

اصل بات تھانوی صاحب نے یہاں نہیں لکھی اور وہ ہے اپنی مشکل میں حاجی امداد اللہ کا اولیاء اللہ سے مافوق الاسباب طریق پر استمداد کرنا اور غائبانہ نداء کرنا۔ اور ان کے پکارنے سے اولیاء اللہ کی مشکل کا حل ہو جانا۔

ملفوظ نمبر ۲۹۰:

(راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں ''غذاء روح'' کا وہ سبق جو حضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا: مجھے ہر روز وظیفہ مقرر پائیں قبر سے ملا کرتا ہے۔

(اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ امداد المشتاق ص ۱۱۷)

حاجی امداد اللہ صاحب نے شاہ نور محمد کا جو یہ واقعہ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشکل اور مصیبت کے وقت بزرگوں کے مزار پر جا کر ان سے اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے فریاد کرنا حاجی صاحب اور تھانوی صاحب دونوں کے نزدیک جائز ہے۔

اولیاء اللہ قبر میں موجود ہونے کے باوجود بھی تصرف کرتے ہیں اور فریادیوں کی امداد کرتے ہیں اور یہ جو کچھ مذکور ہے امور غیر عادیہ سے ہے جس کو ہم مافوق الاسباب سے تعبیر

کرتے ہیں یعنی یہ امداد عام اسباب سے علیحدہ طریق پر ہوئی۔

ملفوظ نمبر ۳۱۲:

فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔ (اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد المشتاق ص ۱۴۴)

تھانوی صاحب نے اس واقعہ کو ''کرامات امدادیہ'' میں زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جس کو ہم نے بھی ''توضیح البیان'' میں نقل کیا ہے اور تفصیل سے اس پر گفتگو بھی کی ہے۔

حاجی صاحب نے اس واقعہ میں خود بیان کیا ہے کہ ان کے ایک مرید نے جہاز کو جب تباہ ہوتے دیکھا تو حاجی صاحب سے استمداد کی اور حاجی صاحب نے مافوق الاسباب طریق سے اس کی امداد کی۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہو گیا کہ مشکلات اور مصیبتوں میں بزرگوں سے مافوق الاسباب طریقہ سے استمداد کرنا اسی وقت شرک قرار پائے گا جب کہ جس سے مدد طلب کی جائے اس کو مستقل اعتقاد کیا جائے اور یہی مشرک کا مدار ہے۔

اسماعیل دہلوی کے پیرومرشد سیّد احمد بریلوی متوفی ۱۲۴۲ھ کے بھانجے اور خلیفہ مجاز سیّد محمد علی سفرحج کے دوران کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف که مزار فائض الانوار ترمعلی جناب میمونه علیهما و علی بعلها الصلوة والسلام من الله الملک العلام رسیدیم از اتفاقات عجیبیه آنکه آن روز هیچ طعام نخورده بودم چوں از خواب آں وقت بیزار شوم

اثنا سفر میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادی سرف پر پہنچے جہاں اُم المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار پُرانوار ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا اور میرے چہرے کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے حصول کے لیے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا۔ مجبور ہو کر

از غایت گرسنگی طاقتم طاق و بدر ردیم در محاق بود بطلب نان پیش ہر کس دویدیم و بمطلب نہ رسیدم بنا چار برائے زیارت در حجرہ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریفہ گدا یا نہ ندا کردہ گفتم اے جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم چیزے خوردنی عنائت فرما واورا محروم از الطاف کر پیمانہ خود خما نگاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ ثوابش بروح بر فتوحش فرستادم انگاہ نستہ بر قبرش بادہ بودم از رازق مطلق و دانائے برحق دو خوشہ انگوشہ تازہ برستم افتادہ طرفہ تر آنکہ آں آیام سرما بود و ہیچ جا انگور تازہ میسر نبود بحیرت افتادم دیکے ازاں ہردو خوشہ ہموں جانشستہ تناول نمودہ از حجرہ بیرونشدم ویک یک دانہ بریک تقسیم کردم و

اُم المومنین کے روضہ مقدسہ پر حاضری دی اور آپ کی قبر انور سے رزق کی بھیک مانگی اور کہا: اے میری دادی جان! میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لیے کوئی چیز عنایت فرمائیے اور مجھ کو اپنے لطف وکرم سے محروم نہ فرمائیے پھر میں نے سلام عرض کیا، سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح مبارک کو پہنچایا۔ میں نے آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا ہوا تھا۔ ناگاہ اللہ تعالیٰ نے تازہ انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیئے۔ عجب تماشہ یہ تھا کہ ان دنوں موسم سرما تھا اور کسی جگہ اس وقت تازہ انگور دستیاب نہ تھے انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جا کر تقسیم کیے اور پھر یہ اشعار پڑھے: اگر حضرت مریم نے موسم سرما میں جنت کا میوہ فضلِ خدا سے پالیا ان کی کرامت فقط ان کی زندگی میں تھی ان کے وصال کے بعد کسی سے یہ کرامت منقول نہیں حضور کی زوجہ کے وصال کو کتنی صدیاں گزر چکی ہیں۔ دیکھو! اس کے باوجود میں نے ان سے اس کرامت کو پالیا اور مایہ صد افتخار نعمت کو حاصل کیا۔

گفتم یافت مریم گو بہنگام
شتا میوہ ہائے جنت از فضل
خدا ایں کرامت در حیاتش
بود و بس بعد فوتش نقل
ننمود است کس. بعد فوت
زوج ختم المرسلین رفتہ
چندیں قرنہاری دور بین
بنگر ازوے ایں کرامت
یافتم وایہ صد گونہ نعمت
یافتم! (محمد علی، مخزن احمدی ص ۹۹)

اس طویل اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ قضائے حاجت کے لیے قبر پر جانا' صاحب قبر سے رو رو کر مطلب برآری کے لیے درخواست کرنا جائز ہے اور تمام اہل دیوبند کے مسلم مقتداء سیّد احمد بریلوی کے خلیفہ مجاز محمد علی کو جب دنیا میں کہیں سے کھانے کو کچھ نہ ملا تو سیّدتنا اُم المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے ملا اور یہ کہ سیّد احمد بریلوی کے خلیفہ' مجاز نے قبر پر آ کر فاتحہ بھی پڑھی' نداء بھی کی' سلام بھی پڑھا اور بطور مافوق الاسباب امور استمداد بھی کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، اشرف علی تھانوی اور محمد علی (سیّد احمد کے بھانجے) کی صاف اور غیر مبہم عبارات سے ہم نے اولیاء اللہ سے استمداد تفصیل سے بیان کر دی ہے اور یہ تمام حضرات مکتبہ فکر دیوبند پر حجت ہیں۔ اب مخالفین کو سوچنا چاہیے کہ وہ اولیاء اللہ سے استمداد کو کفر اور شرک قرار دے کر اپنے ہی بزرگوں کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں۔ بہتر ہے اس غلط طریقہ کو چھوڑ دیں اور اپنے غلط اور گمراہ کن عقیدہ سے رجوع کریں تمام اُمت مسلمہ کو کافر اور مشرک بنانے سے گریز کریں۔ واللہ یھدی الی الصواب. (غلام رسول سعیدی)

❁❁❁❁❁

شرح صحیح مسلم (۷ جلد) اور تفسیر تبیان القرآن (۱۲ جلد) کی عالمگیر مقبولیت اور
شاندار پذیرائی کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم کا ایک اور
عظیم تخلیقی شاہکار
نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری
جس کی تصنیف پر کام کا آغاز ہو چکا ہے
چند خصوصیات
☆ مروّج اُردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ۔
☆ متقدمین کی شروح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح۔
☆ اُصولِ حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق۔
☆ ائمہ اربعہ کی اُمّہات کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح۔
☆ اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو
☆ مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر۔
☆ "شرح صحیح مسلم" میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے ان کا حوالہ دے دیا ہے اور اُن کی مختصر شرح کی گئی ہے۔
☆ صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح "شرح صحیح مسلم" میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں ان کی مفصل شرح کی گئی ہے۔
☆ صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے۔
☆ صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے۔
☆ کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحاتِ حدیث کا مفصل ذکر ہے۔
پیش کش: فرید بک سٹال (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 002-42-7312173
فیکس: 002-42-7224899
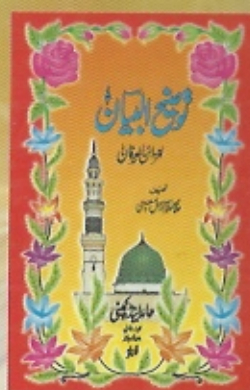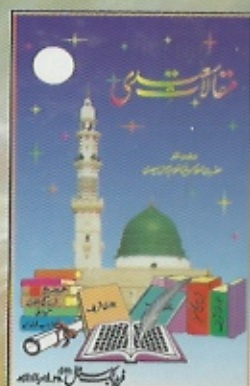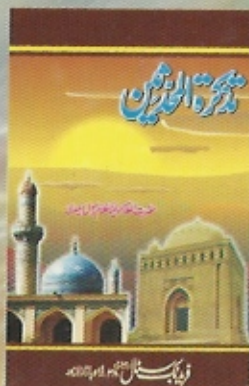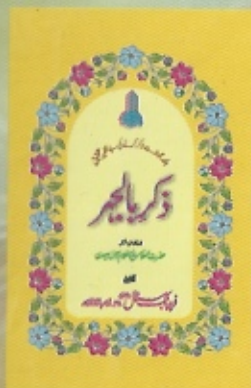
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور

Email:info@faridbookstall.com
Web Site:www.faridbookstall.com